تاریخ وتعارف

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

شیخ اسعد اعظمی
استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

تقدیم

شیخ محمد الاعظمی حفظہ اللہ

تاثرات

شیخ صلاح الدین مقبول احمد حفظہ اللہ

مکتبہ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی
شیخ اسعد اعظمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را   گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

تاریخ وتعارف

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

ترتیب

اسعد اعظمی

استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

تاثرات
مولانا محمد الاعظمی

تقدیم
مولانا صلاح الدین مقبول احمد

مکتبہ الفہیم ، مئوناتھ بھنجن

© جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : تاریخ وتعارف مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

ترتیب : اسعد اعظمی

سال اشاعت: ستمبر ۲۰۱۳ء

تعداد اشاعت: ؟؟؟؟

کمپوزنگ: یاسر اسعد

طابع وناشر: مکتبہ الفہیم، مئوناتھ بھنجن، یوپی

صفحات: ۲۵۹

قیمت: ؟؟؟؟

باهتمام

شفیق الرحمن ، عزیز الرحمن

مکتبه الفهیم مئو ناتھ بھنجن یوپی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	عرض مرتب	۹
۲	تاثرات مولانا محمد الاعظمی	۱۴
۳	تقدیم مولانا صلاح الدین مقبول احمد	۱۹
۴	بانیان مدرسہ	۲۵
۵	شیخ عبدالوہاب مدرسہ کے نئے مہتمم	۳۸
۶	مدرسہ کے قیام کا پس منظر	۴۵
۷	تاسیس رحمانیہ اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی	۵۶
۸	**مدرسہ کی تعمیر**	۶۳
۹	تعمیر کے وقت کے احساسات	۶۴
۱۰	مدرسہ کی عمارت	۶۶
۱۱	افتتاح اور تعلیم سے متعلق اعلانات	۶۷
۱۲	مدرسہ کے افتتاحی پروگرام کا آنکھوں دیکھا حال	۶۸
۱۳	**مدرسہ کے قواعد وضوابط**	۷۱
۱۴	مقاصد	۷۲

۱۵	تعلیم اور درجات	۷۲
۱۶	امتحانات	۷۲
۱۷	انعامات مدرسہ	۷۳
۱۸	انعامات حفظ حدیث	۷۴
۱۹	مدرسین اوران کے فرائض	۷۴
۲۰	داخلہ وفرائض طلبہ	۷۵
۲۱	قواعد عمومی	۷۷
۲۲	فرائض ناظم	۷۹
۲۳	تعطیلات مدرسہ	۷۹
۲۴	**مدرسہ کا نصاب تعلیم**	۸۰
۲۵	نصاب پر ایک نظر	۹۰
۲۶	**تقریر وتحریر کی مشق**	۹۳
۲۷	**مناظرہ کی مشق**	۹۹
۲۸	**امتحانات**	۱۰۲
۲۹	داخلہ امتحان	۱۰۲
۳۰	دیگر امتحانات	۱۰۴
۳۱	**کتب خانہ**	۱۱۲
۳۲	**دعوت وتبلیغ**	۱۱۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۳	**نشرواشاعت**	۱۲۲
۳۴	رسالہ محدث	۱۲۲
۳۵	دینی کتابوں کی اشاعت	۱۳۰
۳۶	**طلبہ : حقوق اورواجبات**	۱۳۴
۳۷	طلبہ کی تعداد	۱۳۴
۳۸	طلبہ کی قومیت	۱۳۶
۳۹	طلبہ کو ملنے والی سہولتیں	۱۳۹
۴۰	خوردونوش کا انتظام	۱۳۹
۴۱	مہتمم صاحب کے دولت خانہ پر طلبہ واساتذہ کی دعوتیں	۱۴۲
۴۲	لباس وبستر	۱۴۴
۴۳	سفرخرچ	۱۴۶
۴۴	سیروتفریح	۱۴۶
۴۵	ورزش	۱۴۹
۴۶	کچھ دیگر انتظامات	۱۵۱
۴۷	طلبہ کے لیے انعامات	۱۵۳
۴۸	سہولیات کا اثر اور نتیجہ	۱۵۹
۴۹	طلبہ کی محنت اور مشغولیت	۱۶۲
۵۰	طلبہ کی نگرانی کا نظام	۱۶۵

۵۱	نماز کا اہتمام اور حاضری	۱۶۹
۵۲	اخراج	۱۷۰
۵۳	**فارغین**	۱۷۳
۵۴	**اساتذۂ کرام**	۱۷۹
۵۵	اساتذہ کا انتخاب	۱۷۹
۵۶	اساتذہ کی تنخواہیں	۱۸۲
۵۷	بعض اساتذہ کے اسمائے گرامی	۱۸۴
۵۸	مشہور اساتذہ کا تعارف	۱۸۶
۵۹	مولانا محمد ابراہیم صاحب میرسیالکوٹی	۱۸۶
۶۰	شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب پرتاپ گڈھی	۱۸۷
۶۱	مولانا نذیر احمد رحمانی املوی	۱۸۸
۶۲	شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری	۱۹۳
۶۳	رحمانیہ میں آپ کے زیردرس کتابیں	۱۹۵
۶۴	درس کی تیاری اور طریقۂ درس	۱۹۵
۶۵	مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی	۲۰۰
۶۶	مولانا ابوعبداللہ، محمد بن یوسف سورتی	۲۰۲
۶۷	کچھ دیگر اساتذہ	۲۰۷
۶۸	**مدرسہ کے زائرین**	۲۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۹	مولانا ابوالکلام آزاد	۲۱۷
۷۰	مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری	۲۱۷
۷۱	شیخ شویل، قاضی مدینہ	۲۱۸
۷۲	جمال الدین پاشا الغزی، مندوب حکومت حجاز	۲۱۹
۷۳	پروفیسر مولانا سید ابوطلحہ	۲۱۹
۷۴	پروفیسر عبدالعزیز میمنی	۲۲۰
۷۵	ایک مصری شیخ کی مدرسہ میں آمد سے متعلق واقعہ	۲۲۱
۷۶	**زائرین کے تاثرات**	۲۲۲
۷۷	(الف: اردو) مولانا ابوالکلام آزاد	۲۲۲
۷۸	مولانا عبدالقادر قصوری	۲۲۲
۷۹	مولانا سید عبداللہ	۲۲۳
۸۰	مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی	۲۲۳
۸۱	مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی	۲۲۳
۸۲	مولانا ثناءاللہ امرتسری	۲۲۵
۸۳	مولانا فضل الرحمٰن غازی پوری	۲۲۵
۸۴	ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی	۲۲۵
۸۵	رحمانیہ کے بعض اساتذہ کے تاثرات	۲۲۶
۸۶	**(ب: عربی)** علامہ محمد شوئل قاضی القضاۃ مدینہ طیبہ	۲۲۷

۸۷	شیخ محمد فؤاد مصری، مدرس مدرسة المعلمین ، بغداد	۲۲۸
۸۸	شيخ محمد بن منصور الزاملي النجدي	۲۲۹
۸۹	مولانا عبدالعزیز میمنی	۲۳۰
۹۰	مولانا اعزاز علی	۲۳۱
۹۱	مولانا ابوالفضل عبدالسمیع مبارکپوری	۲۳۲
۹۲	دارالحدیث رحمانیہ میں زیر تعلیم ایک نجدی طالب علم کے تاثرات	۲۳۲
۹۳	**منظوم تاثرات**	۲۳۳
۹۴	**آخری لمحات**	۲۳۵
۹۵	**دارالحدیث رحمانیہ کی عمارت کا مشاہدہ**	۲۴۳
۹۶	فہرست مآخذ	۲۵۱
۹۷	مدرسہ کی عمارت کے فوٹو	۲۵۳
۹۸	مدرسہ کی سند کا فوٹو	۲۵۶
۹۹	انجمن طلبہ کے ایک اشتہار کا فوٹو	۲۵۷
۱۰۰	رسالہ محدث کا سرورق	۲۵۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مرتب

دارالحدیث رحمانیہ دہلی اوراس کی شہرت وحسن کارکردگی کے بارے میں سنتا آ رہا تھا،مگراس کے بارے میں اجمالاً یا تفصیلاً کچھ پڑھنے کی نوبت اس وقت آئی جب چندسال پیشترعربی ماہنامہ مجلّہ ''صوت الامۃ'' میں شیخ الحدیث علامہ ابوالحسن عبیداللہ رحمانی مبارک پوری (۱۳۲۷-۱۴۱۴ھ) رحمہ اللہ پر ایک تفصیلی مضمون ترتیب دینے کی شروعات کی۔ حضرت الشیخ کی تعلیم وتربیت اور علمی پرورش وپرداخت میں دارالحدیث رحمانیہ کا رول بہت اہم اورنمایاں ہے۔اس ادارے میں تعلیم حاصل کرنے کے بعدلگ بھگ اٹھارہ برس آپ نے یہیں پر تدریسی فریضہ بھی انجام دیا اور ۱۹۴۷ء کے فساد میں مدرسہ بند ہونے تک اس سے مربوط رہے۔جس طرح آپ کی شخصیت سازی میں دارالحدیث رحمانیہ کا رول نمایاں رہااسی طرح بعد میں دارالحدیث کی شہرت اور نیک نامی کو چار چاند لگانے میں آپ کا رول بھی ناقابل فراموش ہے۔اس اجمال کی تفصیل کے لیے کتاب ہذا کے وہ صفحات ملاحظہ ہوں جوحضرت شیخ سے متعلق ہیں۔

بہرحال شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی سوانح میں دارالحدیث رحمانیہ سے متعلق تھوڑا بہت جومواد ملا وہ بڑا ہی نشاط افزا اورحوصلہ آفریں تھا،اس سے آتش شوق مزید بھڑک اٹھی اور مدرسہ سے متعلق ہرخبر، ہر معلومات اور ہر جان کاری میرے لیے زبردست کشش کا باعث بن گئی، اور میں اس سے وابستہ ہرشئی کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگا۔ کثرت مصروفیات کے سبب کبھی کبھی یہ چنگاری سرد پڑنے لگتی لیکن اس بیچ بھی اگر دور یا قریب سے کسی معلومات کا سراغ لگ جاتا تو اسے قلمبند کرنے میں تاخیر ممکن نہ ہوتی۔ بہرحال جو معلومات جمع ہوتی گئیں ماہنامہ محدث میں قسط وار منظرعام پر آتی رہیں۔علم دوست قارئین

نے بڑے شوق اوردل چسپی سے پڑھااورشکروتحسین کے کلمات اوردعاؤں سے نوازا۔ بلکہ بعض احباب نے مزید معلومات اورمصادر کی طرف رہنمائی بھی فرمائی۔ دوسال سے زائد عرصہ کے بعد جب محدث میں یہ سلسلہ اختتام کو پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس عرصہ میں ڈھیر ساری نئی معلومات بھی جمع ہوچکی ہیں جنھیں ان کے مقام ومحل پر مناسب انداز میں فٹ کرنا ضروری ہے، تاکہ ان متفرق معلومات کو یکجا کرکے کتابی شکل دی جاسکے۔ یہ مرحلہ محنت طلب بھی تھا اور دقت طلب بھی۔ کیوں کہ پورے مواد کو از سرنو ترتیب دینا تھا اور تقدیم وتاخیر کے ڈھیر سارے عمل سے اس مواد کو گزارنا تھا، جب کہ اضافہ کا عمل بھی مسلسل جاری تھا۔ بہرحال اللہ کی مدد اور توفیق سے یہ تمام دشوار گزار مراحل کسی نہ کسی شکل میں طے ہوئے۔حالاں کہ معلومات کی ترتیب وتنسیق ابھی بھی قابل اطمینان نہیں ہے،لیکن قارئین کے بار بار تقاضوں اوراپنی دیگر مصروفیات کے پیش نظر موجودہ شکل میں ہی اسے منظرعام پر لانے میں عافیت محسوس ہوئی۔لأن ما لا يدرك كله لا يترك جله.

الغرض اس موقع سے اس عظیم الشان درس گاہ سے متعلق جومعلومات دستیاب ہوئیں وہ بڑی ہی مسرورکن بلکہ ایمان افزا تھیں اورطبیعت برابر "هل من مزيد" کی پکار لگاتی رہی۔ عصرحاضر کے بہت سے دینی مدارس کی بے سمتی، بانجھ پن اور مایوس کن کارکردگی سے ملول طبیعت کورحمانیہ کی عظمت وشوکت کی کلید تک پہنچنے میں دیر نہ لگی۔ایک طرف ادارہ کوشیخ عبدالرحمٰن، شیخ عطاء الرحمٰن اور شیخ عبدالوہاب جیسے مخلص، علم دوست، فیاض اوراصول پسند مہتمم کی نگرانی اور سرپرستی حاصل تھی تو دوسری طرف مولانا نذیر احمد رحمانی، مولانا عبیداللہ رحمانی، مولانا احمد اللہ قرشی جیسے عالم باعمل، ذہین، محنتی، متقی معلم ومربی کی خدمات بھی حاصل تھیں۔ رہ گئے طلبہ تو بڑی حدتک ان کا دارومدار مدرسہ کی انتظامیہ اور اساتذہ کی سنجیدگی، مقصدیت اور اصول پسندی پر ہوا کرتا ہے۔ عموماً اپنے اوپر کے ان دونوں قسم کے ذمہ داروں کے رجحانات اورترجیحات کو بھانپ کر وہ اپنا رخ طے کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اگر وہ اپنے ان مربیوں اور منتظموں کو بے عمل، بدانتظام اور بے سمت دیکھتے ہیں تو وقت گزاری اور بے راہ روی کے شیطانی راستے پر چلنے سے بالکل دریغ نہیں کرتے۔ إلا ماشاء اللہ۔ اور اگر انھیں ادارے کے نظام وقانون کی ہیبت اور سنجیدگی کا علم ہو جائے اور اساتذہ وانتظامیہ کے اخلاص وعمل کے نمونے کے ساتھ ان کی اصول پسندی، سخت گیری اور مداہنت سے گریز کے بارے میں معلوم ہو جائے تو توفیق کے مطابق یا تو اسی شیشے میں وہ خود کو اتار لیتے ہیں یا راستہ بدل دیتے ہیں۔

دارالحدیث رحمانیہ کی تاریخ کے ان گوشوں کے جمع وترتیب کا مقصد محض تاریخ گردانی، یا عظمت رفتہ پر نوحہ خوانی یا پدرم سلطان بود کی لن ترانی نہیں ہے، بلکہ اس تابناک ماضی میں روشن مستقبل کی تلاش اور عبر ومواعظ کا جمع واستنتاج اصل ہدف ہے۔ آج ہمارے پاس نہ مدارس وجامعات کی کمی ہے نہ ان میں پڑھنے پڑھانے والوں کی، اور نہ ہی ارباب انتظام کے قحط کا رونا ہے۔ لیکن پھر بھی ہماری یہ تعلیم گاہیں -إلا ماشاءاللہ- بے روح، بے ثمر اور بے سمت نظر آتی ہیں۔ دین کے ان قلعوں اور رجال سازی کی فیکٹریوں سے سالانہ سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں بن سنور کر افراد باہر آتے ہیں لیکن ان میں علم وعمل کے شیدائی اور دین ودھرم کے خادم بے حد کم، اور خام بلکہ ردی مال ہی زیادہ ہوتا ہے جو قوم وملت اور معاشرے کی امیدوں پر پانی پھیرنے کے سامان سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

دارالحدیث رحمانیہ مرحوم کی تاریخ کے یہ بکھرے ہوئے اوراق اپنے اندر عبرت وموعظت کا بڑا سامان لیے ہوئے ہیں: ﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ لیکن اولوالالباب ہی کی تلاش ہے کیوں کہ عبرت آموز تاریخ وواقعات سے مستفید ہونے کی سعادت انہیں کے حصے میں آتی ہے۔

دارالحدیث رحمانیہ کی تاریخ کے ان اوراق پریشاں کو سمیٹنے کے بعد ذہن کے پردے پر بار بار یہ سوال گردش کر رہا ہے کہ کیا تاریخ اپنے آپ کو دوہرا نہیں سکتی؟ کیا اس جیسے مثالی ادارہ کا قیام دوبارہ ممکن نہیں؟ اس سوال کے اثبات یا نفی میں جواب کا دارو مدار

بڑی حد تک رحمانیہ کے باشعور ومخلص منتظمین ومدرسین جیسے حضرات کے امکانی وجود کے اثبات ونفی پر ہے۔ بھلا یہ دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ روئے زمین شیخ عطاء الرحمٰن جیسے نیک دل، فیاض اور علم دوست مہتمم سے خالی ہو چکی ہے یا مولانا نذیر احمد رحمانی اور مولانا شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی جیسے مخلص، بے لوث معلم ومربی کو دوبارہ نہیں جن سکتی۔ یا اس جیسے ادارے کی تحریک وترغیب کے لیے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہم اللہ جیسے بابصیرت، دوراندیش اور جوہر شناس قائدین دوبارہ نہیں پیدا ہوں گے جو شیخ عبدالرحمٰن وشیخ عطاء الرحمٰن جیسے زندہ دل اور دین کی خدمت کے لیے جذبہ صادق رکھنے والوں کو ڈھونڈ نکالیں اور جن کے ادنی اشاروں پر وہ سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔

نہیں ہے ناامید اقبالؔ اپنی کشت ویراں سے ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

عزم ہو، کوشش ہو، اور اس سے قبل ضرورت کا احساس ہو تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں:

عبث ہے عذر راہ پر خطر اور شکوۂ رہبر چٹانیں ٹوٹ جائیں گر کرو عزم سفر پیدا
نقوش راہ منزل خود قدم چومیں گے بڑھ بڑھ کر مگر یہ شرط ہے پہلے کرو ذوق سفر پیدا

اور وعدہ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾ العنکبوت: ٦٩

ان تمہیدی کلمات کے اختتام سے قبل میں اپنے تمام محسنین ومعاونین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا اس قلمی سفر میں ساتھ ملا اور جن سے تعاون یا حوصلہ ملا۔ شکر وسپاس کے حق داروں میں نمایاں نام مالکان مکتبہ الفہیم برادرم شفیق الرحمٰن وبرادرم عزیز الرحمٰن -وفقهم الله- کا بھی ہے جنہوں نے اس ناچیز قلمی کوشش کو اپنے باوقار اور عالمی شہرت یافتہ مکتبہ کی مطبوعات میں شامل کر کے اسے عزت واعتبار عطا کیا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے والد گرامی قدر مولانا محمد الاعظمی -حفظہ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتولاہ–کوجن کی پدرانہ شفقت کبرسنی کے ضعف ونقاہت پراس وقت غالب آگئی جب ان سے ان کی مادرعلمی (دارالحدیث رحمانیہ) کی تاریخ وتعارف پر مشتمل اس کتاب کی اشاعت کے موقع سے اپنے خیالات واحساسات کے اظہار کی درخواست کی گئی۔آپ نے صحت کی ناہمواری اور مختلف قسم کے عوارض کی پرواہ کیے بغیراس ادارے سے متعلق اپنی یادوں کوصفحہ قرطاس پرسجا کرپیش کرنے میں پس وپیش نہیں کیا۔اس طرح یہ تاریخی دستاویز گویا عینی شہادت سے بھی آراستہ ہوگئی۔فللہ الحمد والمنۃ

ہمارے بہت ہی محترم ومکرم،صالح ومصلح،کرم فرما،حضرۃ العلام شیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی حفظہ اللہ نے ہماری معمولی گذارش پراس کتاب کے لیے ایک بیش قیمت تقدیم سپردقلم فرمائی ہے جس میں راقم آثم کے تعلق سے خوش گمانیوں کا بھی اظہار ہے۔یہ ان کی غایت درجہ شفقت اور خوردہ نوازی ہے۔ شكره الله وبلغني إلى تلك الدرجة التي ذكرها۔

اللہ تعالیٰ اس ادنیٰ قلمی کاوش کوقبول فرمائے اوراسے مقبول خاص وعام بنائے۔ مؤلف،ناشراورتمام معاونین کوجزائے خیر سے نوازے۔آمین۔

اسعداعظمی

۳۰رشعبان۱۴۳۴ھ

۱۰رجولائی۲۰۱۳ء

تاثرات

مولانا محمد صاحب اعظمی (مئو)

’’مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ‘‘ دہلی،علوم دینیہ کی ایک ایسی درسگاہ کا نام تھاجو ’’جامعہ‘‘ کے ٹائٹل سے معروف نہیں تھی،لیکن پورے برصغیر میں انتظامی،معنوی اورمعیاری تعلیم وتربیت کے اعتبار سے آج کل کے جامعات سے ممتاز ومنفرد تھی،اوراس کا اعلیٰ نظام اورزریں کارنامے مثالی تھے۔

اس عظیم مدرسہ کودہلی کے ایک سخی رئیس کی سخاوت اورفی سبیل اللہ جذبۂ خدمت نے ہر مادی ومعنوی ضروریات سے مستغنی کررکھا تھا،اساتذہ وطلبہ کی معیاری رہائش وآسائش اورخوردونوش وغیرہ کی کفالت اسی حاتم وقت سے متعلق تھی۔خاص بات یہ تھی کہ ہر چیز معیاری ہوا کرتی تھی۔زکاۃ وصدقات اور چندے وعطیے وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں تھا، اساتذہ کی تنخواہیں سو،ڈیڑھ سوروپیہ تک پہونچی ہوئی تھیں،جب کہ اس زمانے کے عام مدارس میں تنخواہیں بیس تیس روپے کے قریب ہوا کرتی تھیں۔

طلبہ کوطعام کے علاوہ موسمی پھل جیسے آم،تربوز،خربوز وغیرہ اساتذہ کی نگرانی میں کھلائے جاتے تھے،سال میں ایک دو دفعہ مہتمم صاحب کی گاڑیوں میں طلبہ کو دہلی کے تاریخی وتفریحی مقامات کی سیر کرائی جاتی تھی،راقم کو’’رحمانیہ‘‘ دہلی میں صرف ایک سال پڑھنے کا موقع ملا تھا،اور یہ سال ملک کی آزادی اورتقسیم کے ہنگاموں سے پرامن نہیں تھا، اس لیے کسی ایسے تفریحی پروگرام کی نوبت نہیں آسکی۔

یہ ہے اساتذہ وطلبہ کے ساتھ حسن سلوک کی ہلکی سی جھلک،اس کے مقابل تعلیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتربیت کے اصول وضوابط کی پابندی میں کسی قسم کی تساہلی، کوتاہی یا لچک کی گنجائش نہیں تھی۔ دروس کے مقررہ اوقات میں تاخیر یا تعجیل جرم شمار ہوتی تھی، ہر مدرس کو مدت مقررہ تک نصاب تعلیم مکمل کرنا لازم ہوتا، ورنہ اس کی مدرسی خطرے میں پڑ جاتی۔

ایک مرتبہ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ ان کی مدرسی کے ابتدائی دور میں کتاب ''شافیہ'' کا درس ان سے متعلق تھا، جو تکمیل نصاب سے تشنہ رہ گیا تھا، انھوں نے طلبہ سے کہا کہ مہتمم صاحب (شیخ عطاء الرحمٰن) کے پاس کتاب لے جا کر بتا دو کہ عبیداللہ نے یہیں تک پڑھایا ہے، نصاب مکمل نہیں ہو سکا ہے۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب کسی کوتاہی کی پردہ پوشی قابل مؤاخذہ سمجھی جاتی ہو تو نفس کوتاہی کا کیا انجام ہوتا ہوگا؟

اسی طرح کا معاملہ طلبہ کے ساتھ بھی تھا، ہر طالب کو پنج وقتہ نمازوں میں حاضری ضروری تھی، عصر کے بعد سے مغرب تک کا وقت مدرسہ کے میدان میں طلبہ کے کھیل کود وتفریح کے لیے مقرر تھا، بعد نماز مغرب طعام سے فارغ ہو کر دو گھنٹے تک مطالعہ کتب میں مشغولیت ضروری تھی، اس دوران مدرسہ کا منشی جس کا دفتر مدرسہ کے صدر گیٹ پر ہوا کرتا تھا، خفیہ طور پر غیر محسوس انداز میں طلبہ کی موجودگی اور مشغولیتوں کا جائزہ لیتا رہتا، اگر کوئی غیر حاضر رہتا یا سنیما بینی وغیرہ کا مرتکب ہوتا تو منشی راست مہتمم صاحب کو مطلع کرتا، اور مہتمم صاحب صبح کو تشریف لا کر ایسے طلبہ کو خود سزا دیتے اور ان کا سامان مدرسہ سے باہر پھینکوا کر نکال باہر کرتے۔ اس ذلت سے بچنے کے لیے بعض مجرم طلبہ خود ہی خفیہ طور پر نکل بھاگتے۔
الغرض تعلیم کے ساتھ تربیتی نظام بھی سخت تھا، طلبہ کے کردار واخلاق اور وضع قطع پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی۔ کوئی غیر شرعی حرکت وعمل سزا سے محفوظ نہیں رہتا تھا، یہاں تک کہ داڑھی تراشنے والے بھی بخشے نہیں جاتے، چاہے مدرسہ چھوڑ کر چلے جائیں کوئی پرواہ نہیں۔

مدرسہ رحمانیہ کا نصاب تعلیم ٹیٹھ درس نظامی والا تھا، جسے فنون عقلیہ ونقلیہ کا ملغوبہ

کہا جائے تو بہتر ہوگا۔ عملی دستور یہ تھا کہ ہر فن تدریس کے لیے اسی فن کے ماہر وقادر مدرس مقرر ہوتے، بالخصوص معقولات کی تعلیم کے لیے ماہر فن کا اہلحدیث ہونا بھی ضروری نہیں تھا، ہمارے زمانے میں دو مدرس غیر اہلحدیث تھے۔

تعلیمی معیار کی بلندی میں ایک عظیم کردار سالانہ امتحان تھا، اس کے لیے جلیل الشان عالم مولانا عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ (مشرقی پنجاب) واحد ممتحن ہوا کرتے تھے۔ محترم موصوف علوم نقلیہ وعقلیہ کے جامع وماہر اور سراپا زہد وتقویٰ تھے، ان کا چہرہ رعب وجلال کا مظہر تھا، سالانہ امتحان کی مقررہ تاریخوں سے ان کو مطلع کر دیا جاتا تو نصاب مدرسہ کے مطابق ہر جماعت کی کتابوں کے پرچے تیار کرتے اور ان کو طبع کرا کر مقررہ تاریخ ودن کو اپنے دو بھتیجوں کے ہمراہ مدرسہ میں تشریف لاتے، کسی سے سلام وکلام کے بغیر خاموشی سے اپنی رہائش گاہ لائبریری ہال میں فروکش ہو جاتے، کسی کو یارا نہیں ہوتا کہ ان کے پاس جا کر ملاقات کر سکے۔

امتحان کا سارا عمل اپنے تک محدود رکھتے، البتہ امتحان ہال میں پرچوں کی تقسیم اور نگرانی کی ساری ذمہ داری اپنے ساتھ لائے ہوئے دونوں عزیزوں کے حوالے کر دیتے، جو بوقت امتحان طلبہ کے سروں پر سوار رہتے، اس امتحان کی معیاریت وانفرادیت ایسی تھی جس کا آج کوئی تصور نہیں ہے، مثلاً:

(۱) ہر پرچہ انتہائی مختصر ترین سوالات پر مشتمل ہوتا، جس طرح قبر میں نکیرین کے تین مختصر سوالات ہوا کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر دو سوال نقل کیے جاتے ہیں:

شرح وقایہ ج ۲ کا ایک سوال - ''فاسق ماجن کسے کہتے ہیں؟''

منطق کے پرچہ کا ایک سوال - ''ضرب وقرینہ کسے کہتے ہیں؟''

(۲) تمام پرچے ممتحن موصوف خود جانچتے اور خود ہی حکَم بھی ہوتے۔

(۳) نتائج امتحان سنانے کے لیے ممتحن صاحب امتحان ہال میں تمام اساتذہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وطلبہ کی مجلس قائم کرتے، جس میں مہتمم صاحب انعامات کی رقم لے کر حاضر ہوتے، پھر اسی مجلس میں ممتحن صاحب کی زیر صدارت تقریری مسابقہ کا پروگرام چلتا، جس کے حکم بھی وہی ہوتے، اور پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ کے ناموں کا اعلان فرماتے، اسی کے مطابق مہتمم صاحب انعامات کی رقم دیتے جاتے۔

یہ ہیں مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے تعلیمی، تربیتی اور امتحانی معیاروں کے مختصر ترین احوال وکوائف۔ اسی منفرد معیار کی وجہ سے مدرسہ مذکور کے ساختہ وپرداختہ فضلاء کو یہ مقام حاصل تھا کہ علمی خدمات میں ممتاز اور سربلند رہے، ان کی اہلیت وصلاحیت اور صالحیت مسلمہ حقیقت اور شک وشبہہ سے بالاتر تھی۔ رحمانی ہونا ایسی ڈگری تھی کہ اس کے اوپر کسی ڈگری کا تصور نہیں تھا۔ اس مدرسہ کی مثالی خدمات اور رجال سازی کے اعلیٰ انتظامات پر شہادت کے لیے یہی کافی ہے کہ اس زمانے کے قد آور اکابر علماء مثلاً شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری وغیرہم رحمہم اللہ، اس مدرسہ کی زیارت کے لیے ازخود تشریف لاتے رہے، جب کہ اس مدرسہ نے کبھی کوئی جلسہ کرکے اپنی کارگزاریوں کی نمائش نہیں کی، کیونکہ ”مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید“

افسوس کہ اس فقید المثال درسگاہ نے کل ۲۷/ بہاریں دیکھیں، پھر خزاں کے ایک ہی جھونکے نے چشم زدن میں اسے ویران کردیا، نہ مہتمم ومنتظم رہے، نہ اساتذہ وطلبہ۔ یہ تھا آزادی ہند کا ثمرہ۔ ممکن ہے اس کتاب میں مدرسہ کے المناک انجام اور ناقابل تلافی نقصان پر بھی روشنی ڈالی گئی ہو۔

عزیزم اسعد اعظمی حفظہ اللہ نے اپنی ممکنہ کوششوں سے پرانے اور نئے منتشر اوراق سے معلومات حاصل کرکے یہ تاریخی مجموعہ تیار کیا ہے۔ مدرسہ رحمانیہ کے تعارف وتاریخ کے بارے میں ایسا کوئی مجموعہ یا جامع مقالہ اس سے پہلے ہماری نظر سے نہیں گذرا

ہے۔ امید ہے اس مجموعہ کا مطالعہ مدارس کے نظام تعلیم وتربیت کی اصلاح کا محرک ہوگا، ان شاء اللہ تعالی۔

راقم کو یہ حقیر سطور لکھنے کا باعث یہ ہوا کہ مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ تعالیٰ (جمعیۃ إحیاء التراث الاسلامی، کویت) جو سلفی علماء کے زبردست قدرداں اور مجھ حقیر کے کرم فرما ہیں، ان کی خواہش اور فرمائش ہوئی کہ میں مدرسہ رحمانیہ دہلی کا ایک سالہ طالب علم رہ چکا ہوں، اس لیے مجھ پر بھی حق عائد ہوتا ہے کہ اس مدرسہ کے متعلق کچھ تعارفی کلمات لکھوں، ورنہ اپنی ناتوانی وضعیفی کی حالت یہ ہوچکی ہے کہ قلمی اور لسانی عمل متروک ہوچکا ہے، بس اللہ تعالیٰ کا ذکر وشکر اور رحم وکرم سہارا رہ گیا ہے۔

العبد الضعيف الفقير لرحمة الله القدير

محمد اعظمی

۱۵/ اگست ۲۰۱۳ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی“

(شوال ۱۳۳۹ھ- شعبان ۱۳۶۶ھ = جولائی ۱۹۲۱ء- اگست ۱۹۴۷ء)

مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے

از قلم: صلاح الدین مقبول احمد مدنی

متحدہ ہندوستان میں حاتم جماعت حافظ حمید اللہ رحمہ اللہ (وفات-۱۹۵۰ء) ”کشن گنج-دہلی“) کی مخیرانہ طبیعت نے جماعت اور افرادِ جماعت کی ہر موقع پر دادرسی فرمائی اور ابتدائی مرحلے میں مالی تعاون کے ذریعے سلفیت کی ترویج واشاعت میں ایسا قائدانہ کردار ادا کیا جس کی نظیر بعد کے ادوار میں مال وزر کی فراوانی کے باوجود بہ ظاہر ناپید رہی، ان کا یہ عمل پوری جماعت کے لئے قابلِ رشک تھا، لیکن آج بے حد افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے:

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو　　پھر پسر لائقِ میراثِ پدر کیوں کر ہو

اسی طرح کارِخیر میں سبقت کے جذبے سے شیخ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (وفات-۱۹۲۲ء) نے سلفیانِ برِّ صغیر کی تعلیمی ضرورت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ”مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی“ (قیام ۱۳۳۹ھ=۱۹۲۱ء) کی صورت میں اپنی جیب خاص سے ایسا ادارہ قائم کیا جس کی صرف ستائیس سالہ مختصر مدّتِ کارکردگی میں مدارس کے اندر کوئی دوسری مثال نہیں۔

یہ دونوں باغیرت اور کوہ وقار شخصیتیں اس دور میں اپنے کارہائے نمایاں کے سبب واقعی متفق علیہ حدیث نبوی: ”لا حسد إلا في اثنتين...“ کی مصداق تھیں۔ اللہ تعالی انھیں اجرِ جزیل عطا فرمائے!

● زمانے کے لحاظ سے دہلی جیسے شہر کے اندر پرشکوہ عمارت میں پورے برِّصغیر سے علوم وفنون کے نامور اساتذہ اور چیدہ وچنیدہ ہونہار طلبہ کا یہ مدرسہ ایسا مجمع تھا جس میں داخلہ صلاحیت وقابلیت کا غماز اور اس سے فراغت علم وفضل اور ثقاہت واعتماد کے اعلی مقام پر فائز ہونے کی علامت بن گئی تھی۔

مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسنِ معنی کو　　کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی

اس مدرسہ، اس کے ذمہ داران، اساتذۂ کرام اور فارغین کے بارے میں راقم الحروف کی یہ رائے اس کی کسی خوش اعتقادی کی بنیاد پر نہیں بلکہ برصغیر کے علماء افاضل، ادباء عظام، ماہرینِ تعلیم اور صفِ اول کے سیاستدانوں کی شہادت پر مبنی ہے:

أولئك آبائي فجئني بمثلهم　　إذا جمعتنا يا جرير المجامع

اس ادارے کے اکثر وبیشتر فارغین (یا کم از کم مستفیدین) آسمان علم وفضل کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکے، اور جہاں بھی رہے عالمانہ شان وفاضلانہ روش ان کی شناخت رہی اور اپنے ماحول میں دعوت وتبلیغ اور افتاء وتدریس وغیرہ امور میں امتیازی شان کے حامل اور (يرفعِ الله الذين آمنوامنكم والذين أوتوا العلم درجات) کے مصداق رہے:

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

● بانیان مدارس کی نیک نیتی، اخلاص وللّٰہیت اور تقوی وپرہیزگاری کا اثر ان کے اداروں پر پڑتا ہے۔ (انماالأعمال بالنيات)۔ اس ادارے کے بانی شیخ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (وفات -۱۹۲۲ء)، ان کے جانشین برادر خورد شیخ عطاء الرحمٰن رحمہ اللہ (-۱۹۳۸ء) اور پھر ادارے کی تاریخ کے آخری دن تک ذمہ دار حاجی عبدالوہاب بن شیخ عطاء الرحمٰن رحمہ اللہ کی خدمات کو مدرسہ کے حالات سے باخبر مستند علمائے کرام اور دیگر علوم وفنون کے ماہرین نے بے حد سراہا اور اپنے معاینوں میں انھیں بڑی فراخ دلی سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ اس خانوادے نے بڑی دلچسپی اور ہمت سے اسے قائم کیا اور مکمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ستائیس سال تک اس گلشن علم وفضل کی ایسی باغبانی کی کہ اس کے ''قال الله وقال الرسول'' کی عطر بیزیوں نے فضائے برصغیر کو معطر کر دیا، پھر تقدیر الٰہی کہ تقسیم ہند کے نتیجے میں یہ خانوادہ روح فرسا مظالم اور ہمت شکن حالات کی تاب نہ لا کر سوئے کراچی ہجرت کرنے پر مجبور ہو گیا:

رخصت اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں
آہ ! اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں

● مدرسہ کے کتب خانے کو بحفاظت ''جامعہ ملیہ اسلامیہ'' منتقل کر دیا گیا، (باخبر ذرائع کے مطابق اس کی وہاں کما حقہ قدردانی نہ ہوئی) لیکن مدرسے کی بلڈنگ جو کہ ذاتی ملکیت تھی مالکان کی ہجرت کے بعد قانوناً وہ حکومت کی تحویل میں چلی گئی، کشمیری گیٹ پر مدرسہ کے لئے وقف چند دکانوں کا وقف نامہ اس کو حکومت سے آزاد کرانے میں معاون ضرور ثابت ہوا (کیونکہ موقوف علیہ قانونی طور پر وقف کے حکم میں ہوتا ہے) لیکن دہلی کے سربرآوردہ افرادِ جماعت کی غفلت سے اس پر قبضہ نہ ہو سکا، آج اس میں دہلی اسٹیٹ کے اس وقت کے وزیرِ تعلیم جناب شفیق الرحمٰن قدوائی کے نام پر ''شفیق میموریل انٹر کالج'' قائم ہے، اور یہ عمارت گونمنٹ آف دہلی کی کسٹڈی میں ہے۔

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

ان حقائق کی روشنی میں یہ بحث کہ (اگر مدرسہ ذاتی ملکیت کی بجائے وقف کی جائداد ہوتا تو یہ نوبت نہ پیش آتی) موشگافی سے زیادہ کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حادثہ پر صبر وشکر کی توفیق بخشے!

● یہ کتاب اس عظیم الشان مدرسہ ''دارالحدیث رحمانیہ'' کے اوراقِ پریشاں کا ایک گراں قدر دستاویزی مجموعہ ہے، اس میں مصنفِ فاضل نے مختلف مراجع ومصادر کی مدد سے رحمانیہ کی تاریخ مرتب کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، گویا یہ ''دارالحدیث رحمانیہ'' کے عروج کی حسین وجمیل روداد اور اس کے زوال کی ناقابل فراموش اور دلدوز داستان ہے:

کچھ بلبلوں کو یاد ہیں کچھ قمریوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستاں کے ہیں

کوئی مؤرخ کون سا جگر لے کر اپنے مرکز علم وفن بلکہ جہانِ آرزو کے زوال کی داستان قلم بند کرنے کے لئے تیار ہو گا لیکن قضاء وقدر سے مفر انسان کے بس کی بات نہیں، بقول علامہ اقبالؔ (معمولی تصرف کے ساتھ):

حکومت کا ہے کیا رونا کہ وہ اک عارضی شئ تھی
نہیں دنیا کے قانونِ مسلّم سے کوئی چارہ
مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو ''ملّیہ'' میں، دل ہوتا ہے سیپارہ

● آزادی کے بعد یوں تو پوری ''دہلی'' اسلامی تہذیب وتمدن کا مدفن بن کر رہ گئی لیکن اس مدرسہ کے عروج وزوال کی عبرت آموز داستان نے زخم دل کو مزید ہرا کر دیا، جامعہ سلفیہ، جامعہ محمدیہ، جامعہ ابن تیمیہ، جامعہ امام بخاری اور پورے ملک میں پھیلے ہوئے توحید وسنت کے دیگر مراکز ومدارس غم غلط کرنے کا بہانہ ضرور ہیں، لیکن ''مدرسہ نذیریہ'' اور ''جامعہ ریاض العلوم'' کی اپنی روایتی برقراری اور بعد میں ''جامعہ اسلامیہ سنابل'' اور اس کے ذیلی مدارس کا قیام اور ان کی ہر طرح کامیابی دہلی میں مزید تسلی کا باعث بنے۔ فالحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات:

اپنے صحرا میں بہت آہو ابھی پوشیدہ ہیں
بجلیاں برسے ہوئے بادل میں بھی خوابیدہ ہیں

● اس کتاب کے مؤلّفِ گرامی ڈاکٹر اسعد اعظمی بن مولانا محمد اعظمی -حفظهما الله ورعاهما- (فاضل مدینہ یونیورسٹی) جامعہ سلفیہ بنارس میں تدریس اور استاذ گرامی ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کے بعد ''صوت الأمة'' کی ادارت وغیرہ کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، اپنی ان مصروفیات کے باوجود بحث وتحقیق، تصنیف وتالیف، اردو عربی دونوں زبانوں میں مختلف موضوعات پر مسلسل خامہ فرسائی، دعوتی وعلمی جلسوں، سیمیناروں اور کانفرنسوں میں شرکت اور قابلیت کے ساتھ اپنے موضوع پر منظّم طور پر سیر حاصل بحث ان کی مشغولیات وخصوصیات میں شامل ہیں۔

ان کا شمار اس راقم الحروف کی فہرست کے اندران فضلا میں ہے جن کی قدردانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہمت افزائی کا خیال بہر صورت ضروری ہے کیونکہ گونا گوں محاذوں پر ان جیسے اہل علم سے ایسی امیدیں وابستہ ہیں جن کی تکمیل اپنے علم کے مطابق دوسروں سے بہ آسانی ممکن نہیں۔ اللہ تعالی سلامت رکھے!

دعا ہے کہ اللہ تعالی فاضل مؤلف کی علمی و تحقیقی کاوشوں کو قبولیت عام بخشے اور اپنے مذہب و مسلک اور ملک و ملت کی خدمت کے لئے ہمت فراواں اور توفیقِ مزید سے نوازے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد!

نئی دہلی ۱۴۳۴/۸/۷ھ

صلاح الدین مقبول احمد مدنی

۲۰۱۳/۶/۱۷ء (صدر کور کمیٹی "جمعیت اہل حدیث ہند")

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آغاز کتاب

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی (۱۹۲۱-۱۹۴۷ء) جماعت اہل حدیث کا ایک مشہور، معتبر اور مضبوط ادارہ تھا جو اپنی معیاری تعلیم وتربیت کے لیے آج بھی یاد کیا جاتا ہے، یہ ادارہ اپنی زمین، عمارت اور جملہ اخراجات کے اعتبار سے شخصی تھا، اس کے بانی ومہتمم حضرات نے اس مدرسہ کے قیام سے ایک تاریخ رقم کی تھی، انہوں نے علم دوستی، علماء نوازی اور علم دین کی خدمت کے ایسے نمونے چھوڑے ہیں جو آنے والی نسلوں کے لیے سراپا درس عبرت ہیں۔

اس کتاب میں مدرسہ کا جو تعارف کرایا گیا ہے اور جو معلومات پیش کی گئی ہیں وہ مستند تاریخی حوالوں اور معتبر قلم کاروں کی رہین منت ہیں، ہمارا کام بحث وجستجو، تحقیق وتنقیح، جمع وترتیب اور استنتاج تک محدود ہے۔

چونکہ یہ مدرسہ خالص شخصی تھا اور عوامی چندے کے بجائے بانیان کی جیب خاص سے اس کے سارے اخراجات از اول تا آخر پورے ہوتے رہے اس لیے مدرسہ کی مفصل تاریخ پیش کرنے سے قبل بانیان مدرسہ کا تعارف اور ان کے کچھ احوال کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اندازہ لگایا جاسکے کہ اس عظیم الشان تاریخی ادارے کی کامیابی اور ناموری کے پیچھے اس کے منتظمین کے خلوص اور ایثار وقربانی کا کس قدر حصہ رہا ہے۔

بانیان مدرسہ

دہلی میں مقیم دو پنجابی تاجر برادران شیخ عبدالرحمٰن وشیخ عطاء الرحمٰن نے اپنی ذاتی مشترکہ پونجی سے یہ مدرسہ تعمیر کرایا تھا۔ شیخ عبدالرحمٰن عمر میں بڑے تھے۔ شوال ۱۳۳۹ھ مطابق جولائی ۱۹۲۱ء میں مدرسہ کے اجرا کے دس ماہ بعد شعبان ۱۳۴۰ھ میں جب کہ مدرسہ کا پہلا تعلیمی سال تکمیل کے قریب تھا وفات پا گئے۔ آپ کے بعد مدرسہ کی پوری ذمہ داری آپ کے بھائی شیخ عطاء الرحمٰن کے کندھوں پر آ گئی جسے موصوف نے خوب نبھایا۔

۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۸ء اور یکم ربیع الآخر ۱۳۵۷ھ مطابق یکم جون ۱۹۳۸ء کی درمیانی شب شیخ عطاء الرحمٰن اس دار فانی سے کوچ کر گئے، اور اپنے منجھلے صاحب زادے شیخ عبدالوہاب کو مدرسہ کی تولیت واہتمام سپرد کر گئے۔ جون ۱۹۳۸ء سے ستمبر ۱۹۴۷ء میں مدرسہ بند ہونے تک لگ بھگ دس سال آپ نے مدرسہ کی نظامت اور کفالت کی۔ ملک کی آزادی اور تقسیم کے بعد پیش آنے والے حوادث وفسادات کے بعد یہ پورا خاندان ہجرت کر کے کراچی منتقل ہو گیا۔

مدرسہ کے تعلق سے یہ تین شخصیتیں کلیدی حیثیت کی حامل ہیں۔ ان کے علاوہ شیخ عبدالرحمٰن کے ایک صاحبزادے شیخ عبدالستار کا ذکر بھی آتا ہے کہ انھوں نے اپنے والد کی وفات کے بعد مدرسہ کے انتظام وانصرام میں حصہ لیا اور دلچسپی دکھائی، البتہ جلد ہی آپ بھی وفات پا گئے۔ شیخ عبدالرحمٰن کے ایک دوسرے صاحب زادے شیخ محمد کا تذکرہ بھی مراجع میں ملتا ہے، جن دنوں شیخ عبدالوہاب مدرسہ کا انتظام سنبھالے ہوئے تھے شیخ محمد صاحب کو انھوں نے مدرسہ سے جوڑ رکھا تھا اور کبھی کبھی مدرسہ میں ان کو لے کر آتے تھے۔ مدرسہ کے بعض پروگراموں میں بھی ان کی شرکت وتعاون کا تذکرہ ملتا ہے۔

دارالحدیث رحمانیہ کے منتظمین کی اس اجمالی فہرست کے بعد ان کے تعلق سے میسر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ تفصیلات سطور ذیل میں درج کی جارہی ہیں:

جناب حکیم عبدالکریم قریشی بانیان مدرسہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’(دہلی میں آباد) پنجابی برادری کے ایک نیک نہاد فرد حاجی کرم الٰہی ادھوڑی والے بھی تھے، یہ بیچارے محنت ومشقت سے گذر بسر کرتے تھے، نیک تھے، نیکیوں سے حسن ظن رکھتے تھے، خصوصاً حضرت میاں صاحب (سید نذیر حسین محدث دہلوی) سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔ میں نے دہلی میں پھاٹک حبش خاں میں میاں صاحب کی مسجد کے کئی معمر مصلیوں سے یہ سنا تھا کہ حاجی کرم الٰہی صاحب نے (دہلی میں) ایک چھوٹا موٹا گھر خریدنا چاہا اور پسند کرکے حضرت میاں صاحب سے مشورہ کیا تو حضرت نے دو دفعہ بھی منع کردیا کہ مت لو ابھی اور انتظار کرو، تیسری دفعہ ایک مکان پسند کرکے مشورہ کیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ مکان خرید لو، تمہارے لیے باعث خیر وبرکت ہوگا، چنانچہ انھوں نے وہ مکان خرید لیا، اس کے بعد سے جوان کو عروج شروع ہوا تو کسی کے شان وگمان میں بھی نہیں تھا۔

انہیں حاجی کرم الٰہی کے مرحوم کے دولڑکے تمول وترفہ کے ذروہ اعلیٰ پر پہنچے: شیخ عبدالرحمٰن صاحب آنریری مجسٹریٹ اور شیخ عطاء الرحمٰن صاحب، ان دونوں بھائیوں کی تجارت ایک ہی تھی، سگریٹ اور صابن وغیرہ کی تھوک (ہول سیل) تجارت تھی، صدر بازار میں ایک بڑا سا ہال تھا، دروازوں پر قد آدم سے بھی بڑے بڑے آئینوں کے دوپٹ تھے، ...اندر داخلہ پر دائیں طرف مالک دوکان کی سیٹیں تھیں، اطراف دیواروں سے لگے ہوئے کلرکوں کے بیٹھنے کی کرسیاں ٹیبل لگے ہوئے، ہر وقت ٹائپ رائٹنگ کی کھٹا کھٹ اور ٹیلی فون کی ٹن ٹن گونجا کرتی۔‘‘ (۱)

یہ دونوں بھائی معروف ومشہور تاجر ہونے کے ساتھ دین پسند، علم دوست اور علماء نواز بھی تھے، تحریک جہاد کی مالی مدد میں یہ سرفہرست رہتے تھے، مولانا محمد اسلم سیف فیروز

(۱) پندرہ روزہ مجلّہ اہل حدیث، ہریانہ، شمارہ: ۲۱ رمئی ۱۹۷۹ء۔ ص: ۷

پوری لکھتے ہیں:

’’حاجی عبدالرحمٰن مرحوم بھی جماعت مجاہدین کے ایک عظیم اور نہایت مخلص معاون تھے، تمام رؤسائے دہلی سے حاجی عبدالرحمٰن کا مالی تعاون جماعت مجاہدین کے ساتھ سب سے زیادہ ہوتا تھا۔‘‘ (۱)

مولانا غلام رسول مہر اپنی مشہور کتاب ’’سرگذشت مجاہدین‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’مولانا (عبدالعزیز) رحیم آبادی جب دہلی تشریف لاتے تو شیخ عطاء الرحمٰن کے یہاں پھاٹک حبش خاں میں قیام فرماتے، جمعہ پڑھاتے تو خطبے میں سورہ قٓ اول سے آخر تک پڑھتے اور مختصر سی تقریر فرماتے، پھر وہ اور حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری اور دوسرے علماء ورؤساء اوکھلا میں جمع ہوتے، وہاں بنوٹ کے کرتب دکھائے جاتے جنہیں دیکھ کر بہت خوش ہوتے......‘‘۔ (۲)

آگے ایک جگہ مہر صاحب نے جماعت مجاہدین کی اعانت کرنے والے خاص خاص ۲۳ رلوگوں کے نام ذکر کیے ہیں جن میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبداللہ غازی پوری اور شیخ عطاء الرحمٰن مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ (۳)

ان حضرات کے اہل علم کی قدردانی اور ان پر اعتماد کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ’’ایک مرتبہ شیخ عطاء الرحمٰن جو عمر میں شیخ عبدالرحمٰن سے چھوٹے تھے ان کو شوق پیدا ہوا کہ زمین داری حاصل کی جائے اور زمین دارانہ ٹھاٹ باٹ سے زندگی بسر کی جائے، جب انہوں نے بڑے بھائی شیخ عبدالرحمٰن کے سامنے اس خیال کا اظہار کیا تو وہ اس کے لیے تیار نہ ہوئے، ان کا خیال تھا کہ ہم لوگ شہر کے باسی تجارت کے ماہر ہیں، زمین داری کا انتظام ہم لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے، لیکن شیخ عطاء الرحمٰن مصر رہے کہ زمین داری خریدی جائے، آخر کار شیخ عبدالرحمٰن نے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی سے اس کا تذکرہ کیا، ان کا مقصد یہ تھا کہ مولانا برادر خورد یعنی شیخ عطاء الرحمٰن کو سمجھادیں گے تو وہ اس خیال سے باز

(۱) ہفت روزہ الاعتصام لاہور، شمارہ: ۱۱ ستمبر ۱۹۸۷ء۔ ص: ۱۸

(۲) سرگذشت مجاہدین، ص: ۶۲۶

(۳) ملاحظہ ہو: ص: ۶۳۶-۶۳۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آجائیں گے، لیکن مولانا رحیم آبادی نے مشورہ دیا کہ جب وہ اس کے لیے بضد ہیں تو آپ ان کی یہ خواہش پوری کر دیں، تجربہ خود ان کو راستہ متعین کرنے میں مددگار رہے گا، چنانچہ اس کے بعد شیخ عبدالرحمٰن نے اس مشورے پر یوں عمل کیا کہ نوے (۹۰) لاکھ میں ایک بڑی زمین خرید کر ان کے حوالہ کر دیا، سال ڈیڑھ سال کے بعد ہی شیخ عطاء الرحمٰن کو جب اس پیشہ کے حالات سے سابقہ پڑا تو دل برداشتہ ہو گئے اور توبہ کرنے لگے، بالآخر یہ زمین لاکھوں روپے خسارہ پر فروخت کر کے چھٹکارا حاصل کیا اور اپنے سابقہ کاروبار میں مشغول ہو گئے۔"(۱)

یہ دونوں بھائی مولانا رحیم آبادی کی جوتیاں سیدھی کرنے کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے اور اتنے بڑے صاحب ثروت ہونے کے باوجود آپ کی خدمت میں مشغول رہا کرتے تھے۔(۲)

یہ لوگ مولانا کے اتنے دلدادہ تھے کہ برابر دہلی سے رحیم آباد خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اور تحفہ تحائف کا انبار اپنے ساتھ لاتے رہتے، ایسی عقیدت تھی کہ زمانہ علالت میں تو گویا ڈاک بٹھا دی تھی کہ مولانا رحیم آبادی کے حالات ہر دم ملتے رہیں، اور مرض کے لحاظ سے یہ لوگ سامان وغیرہ بھیجتے رہیں۔(۳)

جب ان دونوں بھائیوں نے کہولت کی حدود سے نکل کر شیخوخت کے مرحلہ میں قدم رکھا تو آپس میں طے کیا کہ اب تک کی تجارت کا حساب کتاب دیکھیں اور اپنے حین حیات ہی وراثت کا فیصلہ کر لیں، ہمارے بعد ہمارے بچوں میں یہ اتفاق و اتحاد جو ہم دونوں بھائیوں میں ہے، وہ رہے نہ رہے، چنانچہ ساری جانچ پڑتال پر یہ معلوم ہوا کہ نقد اور زر و جواہرات کے علاوہ صرف جائیداد ہی اتنی ہے کہ اس کا ماہانہ کرایہ تیس ہزار روپے ہے۔(۴)

(۱) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی: حیات وخدمات، تالیف: محمد فضل الرحمٰن سلفی، ص:۹۴۔
(۲) ایضاً، ص:۹۳۔ (۳) ایضاً، ص:۹۴۔
(۴) مجلہ اہل حدیث، ہریانہ، ۲۱ مئی ۱۹۷۹ء، ص:۷

دونوں حضرات کی مشترکہ پونجی میں سے تقریباً ایک لاکھ روپئے کے صرفہ سے مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ تعمیر کرایا گیا، اور پھر ان کے ذاتی خرچ سے یہ مدرسہ تادم آخر چلتا رہا، مدرسہ میں تعلیم کا آغاز شوال ۱۳۳۹ھ مطابق جولائی ۱۹۲۱ء میں ہوا، دونوں بھائی اس کے انتظام وانصرام پر بھرپور توجہ صرف کرتے تھے۔ پہلے تعلیمی سال کے تکمیل کے وقت حاجی عبدالرحمٰن صاحب انتقال فرما گئے، آپ کے اوپر فالج کا حملہ ہوا اور بتاریخ ۱۷/شعبان ۱۳۴۰ھ مطابق ۸/اپریل ۱۹۲۲ء اس عالم فانی کو خیر باد کہہ گئے، إنا لله وإنا إليه راجعون۔(۱)

مولانا نذیر احمد املوی جو دارالحدیث رحمانیہ کے اولین طلبہ میں سے تھے، پھر اسی مدرسہ کی آخری دم تک مدرس ومنصرم کی حیثیت سے خدمت بھی کی، وہ شیخ عبدالرحمٰن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم نے تو اپنے ہاتھوں لگائے ہوئے اس پودے کی ابھی پہلی پتیاں بھی نہ دیکھی تھیں کہ اللہ کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ہم سب سے رخصت ہو گئے۔ یعنی پہلے سال کا نتیجہ بھی حاجی صاحب نے نہیں دیکھا، بلکہ جب سال بھر کی تعلیم ختم ہو چکی، سالانہ امتحان کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور عنقریب امتحان ہونے والا تھا کہ شعبان ۱۳۴۰ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میں نے حاجی صاحب مرحوم کو بھی دیکھا ہے۔ نہایت خلیق، متواضع، لیکن بارعب انسان تھے۔ حکومت میں آپ کا بڑا رسوخ تھا۔ بڑے بڑے حکام آپ کی عزت کرتے تھے۔ آپ روزانہ شام کو مدرسہ میں آیا کرتے ... جمعہ کے دن شام کو مدرسہ کے اساتذہ کی دعوت کا سلسلہ آپ ہی نے قائم کیا اور الحمدللہ کہ آج تک اپنی پوری شان کے ساتھ جاری ہے۔"(۲)

(۱) اہل حدیث امرتسر: ۲۳/شعبان ۱۳۴۰ھ = ۱۴/اپریل ۱۹۲۲ء، ص:۱۳۔
(۲) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص:۲۳-۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالحدیث رحمانیہ کے فاضل اور اس کے مدرس مولانا عبدالغفار حسن رحمانی بیان کرتے ہیں:

"شیخ عبدالرحمٰن انتہائی سخی اور فیاض ہونے کے ساتھ ساتھ سخت طبیعت کے مالک بھی تھے، جب کوئی لڑکا ان کے سامنے غلط بیانی کرتا یا مدرسہ کے نظام کی خلاف ورزی کرتا تو بہت زیادہ ناراض ہوتے، شیخ عبدالرحمٰن مدرسہ کی بنیاد رکھنے کے بعد صرف ایک سال تک زندہ رہے...

حاجی (عبدالرحمٰن) صاحب مرحوم کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حاجی عبد الستار صاحب نے اپنی توجہ مدرسہ کی جانب مبذول کی اور اس کام میں دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا، لیکن افسوس کہ آپ بھی عالم شباب میں وفات پا گئے، آپ کی والدہ صاحبہ کو اپنے دور حیات میں مدرسہ سے خاص دلچسپی تھی، طلبہ کے آرام وآسائش کے لیے آپ ہی نے برقی روشنی اور بجلی کے پنکھوں کا انتظام کیا۔"(۱)

شیخ عطاء الرحمٰن (۱۸۸۲-۱۹۳۸ء) اپنے بھائی وبھتیجے کے انتقال کے بعد اکیلے اس ادارہ کو پوری دلجمعی اور دلچسپی کے ساتھ چلاتے رہے۔ موصوف علم دوستی، علماء نوازی، اخلاق حسنہ اور زہد وتقوی میں کس بلند مقام پر فائز تھے اس کی جانکاری کے لیے ان کے ان معاصرین کی طرف رجوع کرتے ہیں جنھوں نے آپ کے ساتھ کام کیا یا آپ کو قریب سے دیکھا، سمجھا اور پرکھا۔ اس سلسلے میں چند اکابرین کی تحریریں ملاحظہ ہوں:

معروف عالم دین، خطیب ومؤلف مولانا محمد صاحب جوناگڈھی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

"فیاضی اور سخاوت، کسرنفسی اور مروت آپ کے ذاتی اوصاف تھے، آپ کی سخاوت وفیاضی کسی خاص جماعت یا گروہ تک محدود نہ تھی، بلکہ اس سے ہر دور ونزدیک والا فائدہ اٹھاتا تھا، پانچ سو ہزار لے لیے اور غرباء کے گھروں میں جا کر بانٹ آئے، جاڑوں

(۱) ہفت روزہ الاعتصام، لاہور، ۱۲/اگست ۱۹۹۴ء، ص:۲۰

میں سینکڑوں لحاف اور کمبل غربا کو دیے جاتے تھے، عموما لمبی چوڑی مرغن دعوتیں ہوتی رہتی تھیں، ہر صبح ایک معقول رقم لے کر چلتے تھے اور ہر شام خالی ہاتھ گھر پہنچا کرتے تھے، صرف اہل دہلی ہی نہیں بلکہ بیرونجات کے اصحاب بھی اس فیض کی بارش سے محروم نہ تھے، ہر سال کئی ایک کو حج کے لیے بھیجتے تھے، بہت سی کتابیں للہ فی اللہ تقسیم کرائیں، چھپوائیں، کئی ایک تفسیر محمدی خرید خرید کر لوگوں کو پہنچائیں اور بھی میری تصنیف کردہ کئی ایک کتابیں خود چھپوائیں، بعض معقول تعداد میں خریدکیں، اور غربا میں مفت تبلیغ کی، قرآن شریف برابر فی سبیل اللہ بانٹتے رہتے تھے، کئی ایک غربا اور بیوہ اور مساکین کے مہینے مقرر کر رکھے تھے، سارے شہر میں عزت ووقار کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، ہر طبقہ کے لوگ آپ سے خوش تھے، مروت ولحاظ آپ میں بہت تھا، حق وباطل کی پوری تمیز تھی، مذہبا سخت اہل حدیث تھے، تہجد کی نماز بھی عموما ناغہ نہ ہوتی تھی ...... باوجود کروڑ پتی ہونے کے انتہا درجے کے متواضع تھے، خدا کی ہر راہ میں زر لٹاتے رہتے تھے گویا آپ ابوالمساکین ابوالطلبہ تھے، رحمہ اللہ"۔(۱)

مولانا نذیر احمد رحمانی املوی مدرس ومنصرم دارالحدیث رحمانیہ شیخ عطاء الرحمٰن کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"آپ آج کل کے مالداروں کی طرح عیش پرست اور آرام طلب نہ تھے، گو آپ کے پاس اللہ کی دی ہوئی بے حساب دولت اور سامان تعیش کی فراوانی تھی، لیکن باوجود اس کے آپ پر اللہ کا خوف اور اس کا تقوی غالب تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ رات کے اخیر حصے میں (تقریبا ڈھائی تین بجے) سردی ہو یا گرمی، برسات ہو یا جاڑا، آرام کی نیند چھوڑ کر بستر سے اٹھ کھڑے ہوتے اور اس خیال سے کہ کسی نوکر یا خادم کو اس وقت جگانے سے اس کو تکلیف ہوگی، خود ہی لوٹے میں پانی بھرتے اور اگر ضرورت ہوتی تو خود ہی آگ جلا کر اس

(۱) اخبار محمدی، دہلی، ۱۵/جون ۱۹۳۸ء، ص:۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو گرم بھی کر لیتے اور وضو کے بعد گھر کے ایک گوشے میں مصلی پر کھڑے ہو کر اپنے رب سے راز و نیاز (نماز تہجد) شروع کر دیتے، دیر تک حلاوت ایمان کا یہی لطف حاصل کرتے رہتے، یہاں تک کہ جب صبح صادق قریب ہوتی تو نماز فجر مدرسہ کے علماء اور طلبہ کے ساتھ ادا کرنے کے لیے اکیلے گھر سے نکل پڑتے اور تقریباً ڈیڑھ میل پیدل چل کر مدرسہ پہنچتے، یہاں سب کو عموماً سوتا ہوا پاتے، سب کی چارپائیوں کے پاس جا کر نہایت شفقت و مروت سے ایک ایک کو جگاتے، گرمیوں میں بہت سے لڑکے مدرسہ کی بلند اور وسیع چھت پر سونے کے لئے اپنی چارپائیاں لے آتے اور رات کو دیر تک کتابوں کے مطالعہ اور اسباق کی تکرار میں جاگتے رہتے، اس لیے صبح کو اٹھنے میں ذرا کسل مندی ہو جاتی تو محترم مرحوم کو نیچے اوپر تین تین چکر لگانا پڑتا، بار بار کبھی اس کے پاس جاتے اور کبھی اس کے پاس، لیکن بلندی اخلاق کا یہ عالم تھا کہ اس زحمت کی وجہ سے کبھی طبیعت پر ملال اور تکدر نہیں پیدا ہوا، اس درمیان میں صبح صادق طلوع ہو چکی ہوتی، اس لیے ادھر سے فارغ ہو کر مسجد میں تشریف لے جاتے اور اذان [اور سنت] سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کے مطابق داہنی کروٹ پر لیٹ جاتے، جب اور مصلی بھی اپنی اپنی سنتیں پڑھ چکتے تو فرض کی اقامت ہوتی اور سنت کے مطابق لمبی لمبی قرأت کے ساتھ فرض کی ادائیگی میں شریک رہتے، نماز کے بعد تھوڑی دیر مدرسہ میں بیٹھتے، رات بھر کی خیریت معلوم کرتے اور پھر پیدل ہی گھر واپس تشریف لے جاتے، گیارہ بجے کے قریب پھر اپنی خاص موٹر سے مدرسہ آتے اور اب شام تک یہیں رہتے، ظہر اور عصر کی نماز بھی ہمیشہ جماعت سے مدرسہ ہی میں ادا کرتے...

آپ کے اخلاق اتنے بلند اور وسیع تھے کہ دشمن بھی اس سے مسحور تھے، جس کسی نے ایک مرتبہ بھی آپ سے ملاقات کر لی وہ ہمیشہ کے لیے آپ کا گرویدہ ہو گیا، آپ کی اس بزرگانہ اخلاقی برتری کا نتیجہ تھا کہ آپ ۱۱ر بجے دن سے شام ۴ر بجے تک غریب مسکین طالب علموں میں رہتے، نہایت خوشی اور دلی مسرت کے ساتھ اپنے ایام گزارتے... ہر طالب علم کی خیریت معلوم کرتے رہتے، اگر خدانخواستہ کوئی بیمار ہو جاتا تو خود جا کر اس کی

بیمار پرسی کرتے، ڈاکٹر و حکیم کو ہدایتیں کرتے، بسا اوقات اپنے ہاتھ سے دوا پکا کر اور مل چھان کر لڑکوں کو پلائی ہے۔

مدرسہ میں کھانا تیار ہوتا تھا، اس کی نگرانی رکھتے تھے، کبھی کبھی خود اچانک منگا کر کھا لیا کرتے تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ کیسا پکتا ہے، کبھی کسی کے ساتھ تکبر اور غرور کی باتیں نہیں کیں، علماء اور طلبہ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اپنی عزت سمجھتے، بارہا میں نے دیکھا کہ اگر کبھی ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہو سکے بلکہ کھلانے ہی میں رہ گئے تو کھانے کے بعد روٹی کے ٹکڑوں اور جوٹھے سالن کے برتنوں کو اپنے آگے رکھ لیتے اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ کھانے لگتے، اللہ اللہ کون ہے جو کروڑ پتی ہونے کے باوجود ان اخلاق عالیہ سے مزین ہو''۔(۱)

مولانا نذیر احمد رحمانی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سالانہ امتحان کے بعد شعبان میں جب ہم لوگ گھروں کو جانے لگے ہیں تو مرحوم (شیخ عطاء الرحمٰن) نے ڈبوں میں بند بصرہ یا مدینہ منورہ کی بہترین کھجوریں ہم کو دیں، تاکہ ہم رمضان میں روزہ انھیں تر کھجوروں سے افطار کریں۔'' (۲)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی بیان کرتے ہیں:

''...شیخ عبدالرحمٰن مدرسہ کی بنیاد رکھنے کے بعد صرف ایک سال تک زندہ رہے پھر ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی شیخ عطاء الرحمٰن مدرسہ کے کفیل مقرر ہوئے، یہ بڑی عمر کے انتہائی دین دار اور متشرع انسان تھے، تمام لوگ ان کو بڑی عزت اور قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھتے، حتی کہ ریڑھی اور مزدوری کرنے والے مزدوروں کی بھی کوشش ہوتی کہ ہر صبح شیخ عطاء الرحمٰن کی مزدوری سے اپنے کاروبار کا آغاز کریں، کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس سے ان

(۱) رسالہ محدث، دہلی، نومبر ۱۹۳۸ء ص:۱۷-۲۰ باختصار

(۲) ایضا، ص:۱۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر خیر و برکت کے دروازے کھل جاتے ہیں، پھر سارا دن خوب منافع ہوتا ہے۔

شیخ عطاء الرحمٰن اگرچہ بذات خود عالم دین نہ تھے مگر انہیں علم اور علماء سے گہرا قلبی تعلق تھا، عام طور پر روزانہ اپنے کاروبار کو بچوں کے سپرد کر کے خود مدرسہ رحمانیہ آجاتے اور ان کے ساتھ ایک صاحب شیخ محمد تیناوری بھی ہوتے، یہ مدرسہ کے قریب ہی ایک عالیشان عمارت میں رہائش پذیر تھے، فجر کے وقت جب شیخ عطاء الرحمٰن مدرسہ رحمانیہ آتے تو پچیس کے قریب کمروں میں رہائش پذیر تمام طلبہ کو خود ہر دروازے پر دستک دے کر نماز فجر کے لیے بیدار کرتے اور پھر خود ان کے ساتھ مل کر نماز باجماعت ادا کرتے اور پھر مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ بیٹھتے، بڑے سخی، فیاض اور دریا دل انسان تھے، دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، اخلاق کے بھی بہت اچھے تھے، طلبہ کے ساتھ بہت زیادہ شفقت ومحبت اور الفت کا برتاؤ کرتے تھے، انہیں بھی جھوٹ سے سخت نفرت تھی، اگر کوئی طالب علم کسی موقع پر غلط بیانی سے کام لیتا یا مدرسہ کے نظام کی خلاف ورزی کرتا تو فوراً مدرسہ سے خارج کر دیتے۔ بعض اوقات رحمانیہ کے طلبہ کو پکنک منانے کے لیے نہر کے کنارے لے جاتے اور بذات خود خاص اہتمام کے ساتھ اشیائے خورد و نوش اور پھل مٹھائی کے ذریعہ ان کی تواضع کرتے، طلبہ پکنک منانے میں مصروف ہوتے اور یہ انہیں دیکھ کر خوش ہو رہے ہوتے''۔(۱)

محترم فاروق اعظمی صاحب شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی اور رسالہ محدث دہلی کے حوالے سے شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کے معمولات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم ادارہ کا یہ روز مرہ کا معمول تھا کہ صبح فجر سے قبل روزانہ پھاٹک حبش خاں سے مدرسہ رحمانیہ تک پیدل چل کر آتے اور ہاتھ میں ڈھیر سی ریزگاری لیتے آتے جسے فٹ پاتھ کے غریب غربا اور حاجت مندوں کو رات کے اندھیرے میں تقسیم کر دیتے، بارہا ایسا بھی ہوتا کہ گلی کوچے کے بدنام، اچکے اور جرائم پیشہ

(۱) ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم، نومبر، دسمبر ۱۹۹۸ء، ص:۱۴۔

(جو رات کی تاریکی میں راہ گیروں کو اپنا شکار خاص سمجھ کر اچک لیا کرتے تھے) سے بھی آمنا سامنا ہو جاتا مگر کبھی بھی وہ ان سے تعرض نہ کرتے تھے، بس اتنا کہتے: ''اچھا میاں جی ہیں کیا؟'' اور پھر سر جھکائے ندامت اور شرمندگی سے دوسری طرف نکل جاتے...... صبح آٹھ بجے سے شام ۴؍ بجے تک مدرسہ کے پھاٹک کے پاس چارپائی ڈال کر پڑے رہتے اور ہر طرح کے نظم و نسق اور درس و تدریس کی نگرانی کیا کرتے، کیا مجال تھی کہ کوئی لیٹ آتا یا اساتذہ گھنٹی کے ساتھ اپنے درس میں مشغول نہ ہوتے، یا کوئی لڑکا بلا وجہ ادھر ادھر گھومتا نظر آتا، نگرانی کسی ڈکٹیٹر یا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی نگرانی نہ تھی بلکہ ایسے دل دردمند کا کرشمہ تھا جس کے چشم و ابرو کے اشارے پر مدرسہ کا ذرہ ذرہ حرکت میں آجاتا تھا، یہ موصوف کے اخلاص و ایثار اور للّٰہیت کا ثمرہ تھا کہ ہر شخص سراپا علم و عمل بنا ہوا تھا۔

ادارہ میں طلبہ ملک کے گوشے گوشے سے آتے تھے، ان میں کم سن بھی ہوتے تھے اور باشعور بھی، لیکن وہ یہاں آکر اپنے ماں باپ، بھائی بہن، دوست احباب اور وطن عزیز کی محبت رکھتے تھے اور خود مہتمم صاحب ان سے اس طرح خوش دلی اور نرمی سے پیش آتے تھے کہ لڑکوں کو ان سے ایک باپ کی شفقت، جاں نثار بھائی کی محبت، اور عزیز دوست کی رفاقت کا احساس بیک وقت محسوس ہوتا تھا، طلبہ و اساتذہ کے خورد و نوش اور رہائش کا بہترین انتظام فرماتے تھے، غریب و یتیم اور مسکین طلبہ کے ساتھ خصوصی محبت سے پیش آتے تھے اور ان کو مختلف مراعات بہم پہنچاتے تھے......''۔(۱)

مولانا عبدالقیوم بستوی رحمانیہ میں اپنے دور طالب علمی میں شیخ عطاء الرحمٰن کی وفات کے بعد ان کی یاد میں لکھے ہوئے اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں:

''......خصوصاً مولانا عبدالعزیز صاحب محدث رحیم آبادی کے آپ بے حد معتقد تھے اور ان کی صحبت کا اتنا اثر پڑا کہ آپ محبت الٰہی کے رنگ میں رنگ گئے۔ جیسے وہ ولی اللہ، صاحب ہمت اور سخی تھے ایسے ہی ان کی صحبت کی وجہ سے آپ بھی ایک صاحب ہمت و سخا

(۱) ماہنامہ محدث بنارس، اکتوبر ۱۹۸۴ء، ص:۲۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مخلص دین دار بن گئے۔ مولانا کو بھی آپ سے اتنی محبت اور الفت تھی کہ کئی ایک چیزیں اپنی زندگی میں بطور یادگار آپ کو دے گئے تھے۔ جو انگوٹھی آپ ہمیشہ پہنتے تھے وہ مولانا ہی کی عطا کردہ تھی۔ یہ آپ کے ہاتھ میں اخیر وقت تک رہی۔"

"آپ کا ارادہ موجودہ زمانے کی بے روزگاری دیکھ کر طلبہ کے لیے شعبہ صنعت کھولنے کا تھا۔"

"جس بیماری میں آپ کا انتقال ہوا اس میں آپ نے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ "ان شاء اللہ مدرسہ میں فاضل کا شعبہ قائم کریں گے۔" میں یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ (۱)

شیخ عطاء الرحمٰن کی وفات پر علامہ خلیل عرب یمنی نے اشعار میں تعزیت کی ہے اس کے چند ابیات ملاحظہ ہوں:

عطاء رحمن قد لاقيت مغفرة — من غافر ساتر رب له المنن
وبل رمسك شؤ بوب الجنان وقد — وافاك من ربك الرضوان والعدن
أني بعدت وقد خلفت مدرسة — دينية تتهادى سوحها السنن
أحييت سنة طه بعد موتتها — وأنت ما بقيت من أجرها قمن
فيها من العلماء الغر ترأسها — عزائم الخير والإخلاص والمنن
(۲)

علم وعلماء کا یہ خادم، کتاب وسنت کا شیدائی، حاتم وقت ۳۰ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۸ء ویکم ربیع الآخر ۱۳۵۷ھ مطابق یکم جون ۱۹۳۸ء کی درمیانی شب ساڑھے گیارہ بجے اس دار فانی کو خیر باد کہہ گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جنازہ کی نماز مولانا محمد صاحب جوناگڈھی نے پڑھائی۔ پسماندگان میں تین صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں چھوڑیں، آپ پردادا ہو چکے تھے۔ (۳)

(۱) رسالہ محدث دہلی: اگست ۱۹۳۸ء، ص: ۸-۱۰
(۲) ایضا، ص: ۶-۷
(۳) شیخ عطاء الرحمٰن کی بیماری، وفات اور جنازہ وغیرہ سے متعلق تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: رسالہ محدث دہلی: اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۳۸ء، اخبار محمدی، دہلی، ۱۵ر جون ۱۹۳۸ء ویکم جولائی ۱۹۳۸ء۔

صاحب زادوں کے نام اس طرح ہیں: حافظ فضل الرحمٰن، حاجی عبدالوہاب، شیخ حبیب الرحمٰن۔

حاجی عبدالوہاب نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق مدرسہ کا نظام سنبھالا اور ۱۹۴۷ء میں مدرسہ بند ہونے تک آپ اس کے مہتمم وسرپرست رہے۔ شیخ حبیب الرحمٰن بھائیوں میں چھوٹے تھے۔ آپ کے بارے میں رسالہ محدث میں درج ذیل خبر شائع ہوئی تھی جس سے آپ کے بلند مقام ومرتبہ کا پتہ چلتا ہے:

مبارکباد

عالی جناب محترم شیخ حاجی عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے برادر خورد محترم جناب خاں صاحب شیخ حبیب الرحمٰن صاحب میونسپل کمشنر ایک عرصہ سے آنریری مجسٹریٹی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ مقدمات کے فیصلے آپ جس قابلیت، قانونی نکتہ سنجی اور عدل وانصاف کے ساتھ فرماتے ہیں اس کا چرچا دہلی کی پبلک میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔ لوگ آپ کے اخلاق اور انصاف کے بے حد مداح ہیں۔ آپ کی اسی نیک نامی کو دیکھتے ہوئے حکومت نے آپ کے اس اعزاز کی مدت میں توسیع کرتے ہوئے مزید دو سال کے لیے مجسٹریٹ درجہ دوئم کے اختیارات دے دیے ہیں۔

ہم حکومت کی اس قدردانی کی تعریف کرتے ہیں اور جناب شیخ صاحب موصوف کی خدمت میں مدرسہ کے جملہ اسٹاف ومتعلقین کی طرف سے ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو روز افزوں ترقیاں عطا فرمائے اور ملک وقوم کی بہتر سے بہتر خدمتیں انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ (ایڈیٹر) (۱)

(۱) رسالہ محدث دہلی: اگست ۱۹۴۰ء، ص: ۱۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ عبدالوہاب مدرسہ کے نئے مہتمم

اخبار محمدی لکھتا ہے:

''(شیخ عطاء الرحمٰن کی وفات کے بعد) آپ کے منجھلے صاحب زادے (شیخ عبد الوہاب) تیسرے دن ہی مدرسے میں تشریف لائے ، باوجود پریشان دل اور ملول طبع ہونے کے طلبہ کی اشک سوئی کی، انہیں صبر اور دعا کی رغبت دلائی اور فرما گئے کہ کسی طرح ہراساں نہ ہونا، میرے ابا کو جو تم سب کے محسن تھے جن کی روحانی اولاد تم بھی ہو دعاؤں سے یاد کیا کرو، اور کسی طرح کی فکر نہ کرو، میں ابا جان مرحوم کی طرح ہی تمہیں اپنا بھائی سمجھوں گا وہ تمام آسائشیں جسمانی اور روحانی جو اس مدرسے میں تمہیں میسر تھیں بدستور باقی رہیں گی، کوئی تنگی، ترشی یا کمی نہ ہوگی، میں ان شاء اللہ ہر روز تمہارے پاس آیا جایا کروں گا، تم اپنی ہر ضرورت کو میرے سامنے پیش کر دیا کرنا، ہر شکایت بیان کر دینا، میں آپ کی ضروریات کو پورا کرنے اور شکایت کا ازالہ کرنے کے لیے ہر وقت بفضلہٖ وکرمہ تیار ہوں، مدرسے کے نظام انتظام اور آسائشات میں کوئی فرق نہ ہوگا۔ باپ کی عادت کے مطابق مدرسے میں موسمی پھل بھیجے، نقدی تقسیم کی، ایک طالب علم کی ضرورت پر اسے پچاس روپے کا عطیہ عطا فرمایا، دو تین دن بعد ششماہی امتحان کی تیاری کے لیے فرما گئے، آپ برابر روزانہ عموماً دو مرتبہ مدرسہ میں تشریف لاتے ہیں، وہی سرچشمی اور فیاضی آپ میں بھی موجود ہے جو مرحوم میں تھی''۔(۱)

دارالحدیث رحمانیہ کے فارغ التحصیل حضرت مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی علیہ الرحمۃ اس وقت کی منظرکشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مہتمم دارالحدیث رحمانیہ دہلی کی وفات کے بعد مولانا (نذیر احمد) املوی مرحوم اور

(۱) اخبار محمدی، دہلی، ۱۵/جون ۱۹۳۸ء، ص:۱۱-۱۲

مولانا (شیخ الحدیث) مبارکپوری مدظلہ پر نئی ذمہ داریاں عائد ہوگئیں، موصوف کی وفات کے وقت میں رحمانیہ میں زیر تعلیم تھا، اس حادثۂ فاجعہ کے بعد دارالحدیث میں دو ایک روز تعلیم بند رہی، اس کے بعد شیخ عبدالوہاب اور شیخ حبیب الرحمٰن (پسران جناب شیخ عطاء الرحمٰن مرحوم) رحمانیہ تشریف لائے، صبح آٹھ بجے کا وقت رہا ہوگا، پورے ماحول پر اداسی طاری تھی، طلبہ اور اساتذہ یکساں غم واندوہ کا شکار تھے، ان کے آتے ہی مدرسہ کا گھنٹہ بجا اور رحمانیہ کا ہر متنفس خاموشی کے ساتھ شیخ الحدیث کی درگاہ میں سمٹ آیا، مولانا نے غم واندوہ میں ڈوبی ہوئی ایک اثر انگیز تقریر کی جس میں طلبہ اور اساتذہ سے مرحوم کی شفقت اور محبت کا ذکر تھا، ان سے فرزندوں اور عزیزوں کی طرح مرحوم کے برتاؤ کی یاد تھی، ان کی لغزشوں اور معمولی معمولی غلطیوں پر مرحوم کے عفو ودرگذر کے تذکرے تھے، مرحوم کی نوازش واکرام کے نہ بھلائے جانے والے واقعات کا اعادہ تھا، آپ کی وفات سے ملت اسلامیہ کو جو صدمہ پہنچا تھا، اس کے واضح اشارے تھے اور مرحوم کے حق میں دعاء مغفرت تھی، غرضیکہ مولانا کی اس تقریر نے ہر شخص کو آبدیدہ کر دیا، شیخ عبدالوہاب اور شیخ حبیب الرحمٰن کی آنکھوں میں تیرتے ہوئے آنسوؤں کا منظر اب تک میری نگاہوں میں گھوم رہا ہے۔

مولانا کی تقریر کے بعد شیخ عبدالوہاب نے گلوگیر اور بھرائی ہوئی آواز میں فرمایا:

''اب صبر وشکر کے سوا چارہ نہیں، ہم یہاں اس لیے آئے ہیں کہ کل سے مدرسہ کی تعلیم سابقہ معمول کے ساتھ مطابق شروع کر دی جائے، میں مدرسہ کے لیے اتنا وقت تو نہیں دے سکتا جتنا والد مرحوم دیا کرتے تھے لیکن کوشش کروں گا کہ ہر روز کسی نہ کسی وقت آکر یہاں کے انتظامات کی دیکھ بھال کیا کروں، سابقہ معیار اور انتظام میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہونے دی جائے گی، ان شاء اللہ۔''

اس کے بعد دعاؤں پر اس جلسے کا اختتام ہوا، اور دوسرے دن سے رحمانیہ معمول کے مطابق اپنے کام پر لگ گیا، لیکن شیخ عبدالوہاب اپنی کاروباری مصروفیات سے اتنا وقت نہ نکال سکے کہ ہر روز رحمانیہ تشریف لاتے، تیسرے چوتھے دن تشریف لاتے، اس لیے مدرسہ سے متعلق ساری ذمہ داریاں مولانا (شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی) مبارکپوری مدظلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا املوی مرحوم پر آ پڑیں اور آپ حضرات نے اس بار کو اس طرح اٹھایا کہ دارالحدیث رحمانیہ کے معمول میں کوئی فرق نہ آنے دیا، ﴿وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا﴾(۴)

والد محترم مولانا محمد صاحب اعظمی حفظہ اللہ، جنھوں نے تعلیمی سال ۴۷-۱۹۴۶ء میں دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لیا تھا مدرسہ سے متعلق لیے گئے ایک انٹرویو میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"ہمارے زمانے میں شیخ عبدالوہاب بن شیخ عطاء الرحمٰن دہلوی مہتمم مدرسہ تھے، دہلی کے سرمایہ داروں میں ان کا شمار دوسرے نمبر پر ہوتا تھا، صدر بازار دہلی میں ان کی عالی شان دکان تھی، ان کے والد اس مدرسہ کے بانی اور مہتمم اول تھے اور زیادہ تر مدرسہ کے انتظام اور نگرانی میں اپنے کو وقف کیے رہتے تھے، ان کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ عبد الوہاب نے اہتمام کی ذمہ داری سنبھالی، وہ ایک روز ناغے سے اپنی کار میں آتے اور گیٹ ہی پر مدرسہ کے منشی سے حال دریافت کرکے واپس چلے جایا کرتے، اگر کوئی خاص مسئلہ ہوتا تو اندر تشریف لے جاتے، اور ناظم تعلیمات مولانا نذیر احمد سے تبادلۂ خیال فرماتے۔

مجھے اپنی یک سالہ مدت تعلیم میں ان کو دوبار قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا، پہلی دفعہ عیدالاضحیٰ کے ایک روز قبل تمام طلبہ کو عیدی تقسیم کرتے وقت، دوسری مرتبہ امتحان سالانہ کے نتائج اور تقسیم انعامات کی مجلس میں۔"(۲)

مولانا نذیر احمد رحمانی لکھتے ہیں:

"......اللہ اللہ وہی عبدالوہاب جو دن بھر دکان پر بیٹھ کر سوائے اپنے کاروبار کی دھن میں لگے رہنے کے جانتا بھی نہ تھا کہ مدرسہ کہاں ہے اور طلبہ کدھر ہیں۔ اب دن میں دو، دو مرتبہ آکر مدرسہ کی ڈیوڑھی کی زیارت کرتا ہے۔ پردیسیوں کا حال پوچھتا ہے، ان کی

(۱) اہل حدیث اور سیاست، مقدمہ، ص: ۱۷-۱۸

(۲) ماہنامہ محدث، بنارس، ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۴

ہر طرح کی آسائش کے لیے بے چین رہتا ہے۔ وہی عبدالوہاب جس غریب کو شاید پتہ بھی نہ رہا ہو کہ مدرسہ میں مدرس کتنے ہیں اور کون کون ہیں، اب اس کا یہ حال ہے کہ ان کی ہم نشینی اپنے لیے باعث عزت سمجھتا ہے......" (۱)

تقسیم ہند کے بعد ہونے والے خونریز فرقہ وارانہ فسادات کے وقت شیخ عبد الوہاب اپنے پورے خاندان کے ساتھ کراچی ہجرت کر گئے، اور ادارہ کی عمارت حکومتی تحویل میں آ گئی، جس میں بعد میں ایک اسکول قائم ہوا اور آج بھی اس عمارت میں اسکول چل رہا ہے۔

شیخ عبدالوہاب بن عطاء الرحمٰن کے اخلاق وعادات اور انتظامی صلاحیت سے مزید واقفیت حاصل کرنے کے لیے ذیل کے واقعات اور تفصیلات ملاحظہ ہوں:

☆ مدرسہ کے انیسویں تعلیمی سال (دسمبر ۱۹۳۹ء) کے افتتاح کے موقع پر شیخ عبد الوہاب مہتمم رحمانیہ نے خطبہ افتتاحیہ پیش کیا جس میں حمد وصلاۃ کے بعد ۱۹ رویں تعلیمی سال کے افتتاح کی خوشی کے موقع پر مرحومین (دادا اور والد) کو یاد کیا، پھر اساتذہ کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے مدرسہ کا نظام سنبھالے رکھا، پھر طلبہ کی سہولیات اور اپنی داد ودہش کو جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا، اس موقع پر طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"سنیے! میرے لیے سخت رنج دہ (بات) ہوگی کہ آپ شریعت کے ذرا سا بھی خلاف کام کریں، احکام شرع کی تعمیل میں سستی کریں، مدرسے کے قوانین کا احترام نہ کریں، اساتذہ کی بہ دل عزت نہ کریں، نمازوں میں بلا وجہ شرعی غیر حاضری کریں، آپس میں کوئی نا چاقی یا اختلاف کریں، میں چاہتا ہوں کہ بھائیوں کی طرح متحد و متفق ہوکر رہیں اور طلب علم دین کے سوا کسی چیز کی طرف التفات بھی نہ کریں، آپ کے بڑوں نے جس اعتماد پر آپ کو اس مدرسے میں بھیجا ہے وہ مجھے مجبور کر رہا ہے کہ آپ کی تعلیمی حالت کے ساتھ ہی ساتھ میں آپ کی اخلاقی حالت کی بھی نگرانی رکھوں، اس لیے میں کھلے الفاظ میں

(۱) رسالہ محدث دہلی: اگست ۱۹۳۸ء، ص: ۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کو سناتا ہوں کہ اگر کسی نے کوئی خلاف دین ودیانت حرکت کی تو میں سختی سے باز پرس کروں گا، قصور کے مطابق سزا دینے میں ہرگز غفلت نہ کروں گا، میں ٹھوس تعلیم مع تعمیل پسند کرتا ہوں اور اس کا خلاف میرے لیے حوصلہ شکن ہے، میں اپنے ہاں کے مدرسین سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ جہاں ایک طرف تعلیم میں انہماک فرمائیں، وہاں دوسری جانب طلبہ کی اخلاقی نگرانی سے بھی غفلت نہ برتیں............''۔

اس جلسہ میں مولانا ثناء اللہ صاحب (امرتسری) بھی موجود تھے اور آپ نے بھی خطاب کیا تھا۔(۱)

☆ اگست ۱۹۳۹ء میں مدرسہ کے طلبہ کی انجمن "جمعية الخطابة" کا سالانہ اختتامی جلسہ مولانا محمد صاحب جونا گڈھی کی زیر صدارت منعقد ہوا، اس جلسہ میں طلبہ نے اردو عربی تقریروں کے علاوہ اپنی بنائی ہوئی کچھ نظمیں بھی پیش کیں جن میں شیخ عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ کی تعریف کی گئی تھی، پروگرام کے اخیر میں شیخ عبدالوہاب صاحب نے تقریر کی اور پروگرام سے متعلق خوشی کا اظہار فرمایا، ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ:

''نظم میں جو میری تعریف کی گئی ہے، میں اس سے خوش نہیں، میں یہ کام صرف رضامندی رب کی طلب میں کر رہا ہوں، خدا قبول فرمائے اور مجھے مزید نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے کہ میں اس کی ہر راہ میں اس کی دی ہوئی دولت صرف کروں، یہ خداداد چیز ہے، فی سبیل اللہ کام آئے اسی میں میری خوشی ہے''، پھر فرمایا: ''طلبہ کو مدرسہ کے وقت میں مدرسے میں ہی حاضر رہنا چاہیے، نماز کے لیے جب آپ مسجد میں جائیں خشوع وخضوع، ادب ووقار سے جائیں، مسجد میں آداب مسجد کے خلاف کوئی بات نہ ہونے پائے، اسباق دل لگا کر پڑھیں، اخلاقی باتوں کا پورا لحاظ رکھیں، جو پڑھیں اس کا مجسم عملی نمونہ بن جائیں.....''۔(۲)

(۱) اخبار محمدی دہلی، ۱۵/دسمبر ۱۹۳۸ء، ص:۴

(۲) ایضا: ۱۵/جولائی ۱۹۳۹ء، ص:۲

☆ اپنے پیش رو مہتمم کی طرح شیخ عبدالوہاب بھی وقتاً فوقتاً طلبہ واساتذہ کو اپنی کوٹھی پر بلاتے اور انہیں پر تکلف دعوت کھلاتے، چنانچہ مولانا محمد یوسف صاحب شمس محمدی فیض آبادی شیخ عطاء الرحمٰن کی وفات کے بعد برائے تعزیت دہلی آئے، مدرسہ گئے، بعد میں اخبار محمدی میں ان کا ایک تاثر طبع ہوا جو اس طرح ہے:

''۱۰/جون ۱۹۳۸ء کا جمعہ اس عاجز نے اپنے محترم دوست حضرت میاں صاحب أدخله الله في الجنان وأعلى مقامه في دار الخلد کی مسجد مدرسہ میں پڑھایا، مرحوم کی خواہش رہا کرتی تھی کہ میرے طلبہ کو وعظ ومناظرے کے متعلق اصولی اشارے کر دیا کرو، اپنے اس عالی مرتبت مکرم کی اس خواہش کو ان کی وفات کے بعد بھی میں نے پورا کیا، خطبہ میں طلبہ کو اصول وعظ وطریق خطابت سکھاتے ہوئے تفسیری نکات بھی بیان کیے، آج مرحوم کے دولت خانہ پر طلبہ وعلماء کی پر اکرام دعوت تھی جس میں حضرت مرحوم کے سب صاحبزادے حق میزبانی ادا کرتے ہوئے اخلاق وکرم کا نمونہ پیش کر رہے تھے''۔
(احقر العباد محمد یوسف شمس محمدی فیض آبادی، ۱۲/جون ۱۹۳۸ء)(۱)

مولانا محمد صاحب جونا گڈھی ''جمعہ کی دعوت'' کے عنوان سے اپنے اخبار میں لکھتے ہیں:

''مرحوم (شیخ عطاء الرحمٰن) کی عادت کے مطابق (شیخ عبدالوہاب) میری اور جملہ مدرسین رحمانیہ کی دعوت ہر جمعہ کی شام کو اپنی کوٹھی پر کرتے ہیں، موٹریں آتی ہیں اور مدرسین کرام کو بعزت لے جاتی ہیں اور وہاں خدا کی دی ہوئی ہمہ قسم کی نعمتیں تناول فرما کر واپس پہنچا جاتی ہیں''۔(۲)

ایک دوسرے شمارے میں موصوف ''مدرسہ رحمانیہ کی بقرعید'' کا عنوان لگا کر لکھتے ہیں:

(۱) اخبار محمدی، دہلی، یکم جولائی ۱۹۳۸ء، ص:۶-۷

(۲) ایضا، ص:۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فیاض دل مہتمم (شیخ عبدالوہاب) صاحب نے جملہ طلبہ و مدرسین کو عید کے دن اپنی کوٹھی پر بلوایا، جہاں وہ فروٹ، فواکہ، گوشت روٹی وغیرہ کھاتے رہے اور اس عالی شان کوٹھی اور اس کے باغ میں ٹہلتے اور کھیلتے رہے، پھر نقد انعامات سے سرفراز کیے گئے اور باقی تین دنوں کی چھٹیاں منانے کے لیے ہنسی خوشی واپس آئے، فالحمد للہ۔(۱)

☆ درج ذیل اقتباسات بھی ملاحظہ ہوں:

- "مہتمم صاحب (شیخ عبدالوہاب) نے حاضری کے رجسٹر ملاحظہ کیے، جو طلبہ نماز میں غیر حاضری کرتے ہیں انہیں بہت ڈانٹا اور سمجھایا، دو مرتبہ تو جرمانہ معاف کر دیا، لیکن اب کہہ دیا ہے کہ میں اس بارے میں سختی کروں گا"۔
- "ششماہی امتحان کے نتیجہ سے خوش ہو کر اپنے والد ماجد صاحب مرحوم سے دوگنے سے بھی زیادہ بڑھا چڑھا انعام اول آنے والوں کو دیا، اور بتاریخ ۲۹/ بدھ کے دن انہیں سیر کرانے کے لیے قطب پہنچنے کی بشارت بھی سنادی"۔(۲)
- "مدرسہ رحمانیہ میں چھٹی ہوگئی، جو نادار طلبہ اپنے گھر اپنے خرچ سے نہ جا سکتے تھے، انہیں فیاض دل مہتمم (شیخ عبدالوہاب) صاحب نے پورا خرچ دے کر ان کے ماں باپ سے ملنے کے لیے بھیج دیا ہے"۔(۳)
- "میاں صاحب (شیخ عطاء الرحمٰن) مرحوم و مغفور مہتمم مدرسہ رحمانیہ کی طرف سے ان کے فرزند ارجمند (شیخ عبدالوہاب) مدظلہ نے مولانا حافظ عبداللہ صاحب نومسلم رحیم آبادی کو حج کے لیے نوسو روپے دے کر بھیجا، تقبل اللہ منھم"۔(۴)

رحمهم الله رحمة واسعة، وجزاهم عن الإسلام والمسلمين خير الجزاء۔

(۱) اخبار محمدی دہلی: ۱۵/ فروری ۱۹۳۹ء، ص:۲
(۲) ایضا: یکم جولائی ۱۹۳۸ء، ص:۱۱-۱۲
(۳) ایضا: یکم نومبر ۱۹۳۸ء، ص:۲
(۴) ایضا: ۵/ دسمبر ۱۹۳۸ء، ص:۲

مدرسہ کے قیام کا پس منظر

دارالحدیث رحمانیہ کن حالات میں قائم ہوا، اس کے قیام کے محرکات کیا تھے، اور کون کون لوگ اس کے قیام کی تحریک کے روح رواں تھے، اس تعلق سے جن تحریروں پر ہماری نظر پڑی ان میں بظاہر کچھ اختلاف نظر آتا ہے، مگر اس اختلاف کے دفعیہ کی شکلیں بھی ڈھونڈھی جا سکتی ہیں۔

ایک تحریر اس بات پر دال ہے کہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی علیہ الرحمۃ نے ایک خاص موقع پر شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمٰن کو مدرسہ کی تاسیس کی ترغیب دلائی، اور وہ موقع یہ تھا کہ "ایک مرتبہ مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی دہلی تشریف لے گئے، شیخ عبدالرحمٰن و عطاء الرحمٰن صاحبان کے یہاں قیام تھا، اتفاق سے ان کی بہن کو کچھ ایسی تکلیف تھی کہ لوگوں کو شبہہ ہوا کہ جناتی حرکت ہے، مولانا کے سامنے تذکرہ آیا، آپ نے ایک تعویذ دے دیا، بہن بھلی چنگی ہوگئی، لیکن اس کے بعد ہی شیخ صاحبان کا بھانجا لاپتہ ہوگیا، ایک سیٹھ کا بھانجا تھا، اس کی تلاش پر کافی اخراجات ہوئے لیکن پتہ نہ چل سکا، کچھ دنوں بعد "پاربتی پور" بنگال کے اسٹیشن پر کسی نے پہچانا، شیخ صاحب کو خبر دی گئی، آدمی آیا اور اس لڑکے کو دہلی لے گیا۔

اس بچہ کے مل جانے کی خوشی میں یہ لوگ اپنی دولت سے شکر ادا کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے مشورہ دیا کہ سب سے اچھا شکرانہ یہ ہے کہ ایک مدرسہ کھول دیں، چنانچہ یہ مشورہ ان لوگوں کو بہت پسند آیا، اور عبدالرحمٰن صاحب کے نام کی مناسبت سے مدرسہ رحمانیہ کھول دیا"۔(۱)

(۱) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی: حیات اور خدمات، تالیف: محمد فضل الرحمٰن سلفی ص:۹۳-۹۴
ایضا ماہنامہ محدث بنارس، اگست ۱۹۹۲ء، ص:۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ کو اور کچھ دوسرے حالات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''ان تفصیلات کو پڑھ کر ہمیں حسب ذیل معلومات حاصل ہوئیں:

اول یہ کہ ''مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ'' کو مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کے نیک مشوروں سے قائم کیا گیا، کہاں شیخ عبدالرحمٰن صاحب اور عطاء الرحمٰن صاحب اپنے گمشدہ بھانجے کے مل جانے پر فرحت وشکرانے کے طور پر کھلانے پلانے پر ہزار ہا ہزار روپیہ صرف کرنا چاہتے تھے، لیکن مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کے حقیقی مشورہ کو ان دونوں بھائیوں نے قبول کرلیا، اور اس رقم کو کارآمد اور نفع بخش یادگار یعنی مدرسہ کا بنانا منظور کرلیا، اور پھر مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ عالم وجود میں آگیا، تو دراصل مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی علیہ الرحمۃ کی صحیح یادگار رہے، اور ان ہی کے نیک مشورہ کو ان حضرات نے سرآنکھوں پر رکھ کر مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کا افتتاح وآغاز کیا، وہ حضرات آپ کی باتوں کی قدر و قیمت کو سمجھتے تھے......''۔(۱)

ایک دوسری تحریر جناب محمد فاروق اعظمی (جلگاؤں) کی بھی ملاحظہ ہو جو مذکورہ بالا پس منظر کی بڑی حد تک تائید کرتی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''جب میں نے دارالحدیث رحمانیہ دہلی اور اس کے نامور فضلاء کے بارے میں کچھ مواد فراہم کرنے کی کوشش کی تو مجھے سخت دشواری ہوئی، اس سلسلہ میں میں نے محدث کبیر حضرۃ الشیخ مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی حفظہ اللہ سے اپنے ارادے کا اظہار کیا تو انہوں نے بڑی شفقت اور خندہ پیشانی سے میری رہنمائی فرمائی اور استفادہ کے لیے رسالہ محدث دہلی کی پرانی فائلیں بھی فراہم کردیں، جس کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ ماضی قریب میں جماعت کے دردمندوں کو اس بات کی سخت تشویش تھی کہ اکابر علمائے اہل حدیث ایک ایک کرکے اٹھتے جارہے ہیں، ان کی جگہ لینے والا کوئی نہیں ہے، تعلیم وتعلم کے

(۱) ماہنامہ محدث بنارس، اگست ۱۹۹۲ء، ص:۱۵

سلسلے ٹوٹ رہے ہیں اور ملک کے طول وعرض میں کوئی ایسی مثالی ومعیاری سلفی درسگاہ نہیں جہاں باقاعدہ تعلیم وتربیت کا نظم ہو اور آنے والی نسلوں کو اپنے اسلاف کی نیابت اور عامۃ المسلمین کی قیادت کے لیے تیار کیا جاسکے۔ لہذا حافظ مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی علیہ الرحمۃ نے دہلی کے رئیس کبیر جناب شیخ عبدالرحمٰن کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ شہر دہلی میں ایک ایسی مرکزی درسگاہ کا قیام عمل میں لایا جائے جو اس خلا کو پُر کرسکے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس تجویز کے محرک مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی تھے، اولیت جس کو بھی حاصل ہو، یہ حقیقت ہے کہ اول روز ہی سے یہ دونوں حضرات اس تحریک کے حامی، مؤید اور فعال رکن رہے، اور اپنے تعاون واشتراک سے اس تحریک کو تقویت پہنچاتے رہے''۔ (۱)

جیسا کہ اعظمی صاحب نے صراحت کی ہے یہ معلومات انہوں نے دارالحدیث رحمانیہ دہلی ہی کے ترجمان رسالہ محدث میں شائع شدہ مواد سے اخذ کی ہے۔

ماہنامہ محدث بنارس میں فاروق اعظمی صاحب کا مضمون بعنوان ''دارالحدیث رحمانیہ دہلی مرحوم'' اکتوبر ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا تھا جس کا اقتباس اوپر نقل کیا گیا ہے، محدث بنارس ہی کے حوالے سے یہ مضمون ''الاعتصام'' لاہور کے یکم مارچ ۱۹۸۵ء کے شمارے میں طبع ہوا، اس کے علاوہ الارشاد جدید کراچی میں بھی یہ مضمون شائع ہوا۔ مضمون کی اشاعت کے لگ بھگ تین برس بعد مولانا محمد اسلم سیف فیروز پوری (ماموں کانجن، پاکستان) (متوفی ۱۴۱۷ھ) نے ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور کے ۴ ستمبر اور ۱۱ ستمبر ۱۹۸۷ء کے شماروں میں دو قسطوں میں ''دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے قیام کا پس منظر'' کے عنوان سے اعظمی صاحب کے مضمون پر ایک تعاقب شائع فرمایا جو زیر بحث معاملہ پر گفتگو کے علاوہ کچھ مزید تاریخی حقائق پر بھی مشتمل ہے، اس لیے اسے مکمل طور پر قارئین کے سامنے رکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، مضمون اس طرح ہے:

(۱) ماہنامہ محدث بنارس، اکتوبر ۱۹۸۴ء، ص:۲۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک تعاقب — مولانا محمد اسلم سیف فیروز پوری، ماموں کانجن

دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے قیام کا پس منظر

’’پندرہ روزہ الارشاد جدید کراچی کے جولائی کے تیرہ اور چودہ نمبر شمارہ میں دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے عنوان سے ایک مضمون مولانا محمد فاروق اعظمی جلگاؤں کا شائع ہوا ہے، جس میں موصوف نے دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے قیام کا تاریخی پس منظر بیان فرمایا ہے، موصوف نے یہ لکھا ہے کہ دارالحدیث رحمانیہ کے محرک صاحب حسن البیان حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی تھے یا امام العصر حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی تھے، اس بارے میں راقم کو جو موثق اور مستند معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ قارئین الاعتصام کے پیش خدمت ہیں۔

امیر المجاہدین، ولی کامل حضرت صوفی محمد عبداللہ بانی جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن اس امر کے راوی ہیں اور انہوں نے یہ روایت بارہا متعدد مجالس میں علماء، جامعہ کے اساتذہ، طلبہ اور اپنے عقیدت مندوں میں بیان فرمائی کہ جنگ عظیم اول جو ۱۹۱۴ء سے شروع ہو کر ۱۹۱۹ء میں ختم ہوئی، یہ جنگ کا زمانہ تھا، جنگ عظیم اول اپنے زوروں پر تھی، ایک طرف برطانیہ عظمی اور اس کے یورپین اتحادی تھے، دوسری طرف جرمنی اور خلافت عثمانیہ ان سے برسر پیکار تھی، یہ وہی جنگ ہے جس میں خلافت عثمانیہ کے ماتحت سترہ بلقانی ریاستیں اور یورپ کے مشرقی ممالک یوگوسلاویہ، چیکوسلاویکیہ، البانیہ، رومانیہ، ہنگری وغیرہ ترکوں سے چھین کر آزاد قرار دیے گئے، موجودہ تمام عرب ممالک نجد کے بغیر ترکوں کے ماتحت صوبے تھے، جسے عرب قومیت کے نام پر بیروت کے عرب عیسائی دانشوروں، لبنان کے عیسائی، عرب صحافیوں اور لارنس آف عریبیہ نے عرب شیخ المشائخ کے روپ میں برطانیہ عظمی کی سازش سے عرب مسلمانوں کو خلافت عثمانیہ سے برگشتہ کر کے خود ہتھیا لیا، ایسے عالم میں تحریک مجاہدین یعنی جمعیت عالیہ مجاہدین چمرقند واسمست نے سرتوڑ کوشش کی کہ کسی طرح مسلمانوں کا یہ عالمی مرکز خلافت عثمانیہ شکست وریخت سے بچ سکے، نیز

ہندوستان کو کسی طریق سے فرنگی سامراج کی ڈیڑھ صد سالہ غلامی سے نجات مل سکے، چنانچہ افغانستان میں ایک عارضی آزاد ہند حکومت قائم کی گئی، جس میں اہل حدیث کے جلیل القدر فرزندان گرامی مولانا محمد بشیر لاہوری، مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی، مولانا محمد علی قصوری ایم اے کنٹب پیش پیش تھے......

جمعیت مجاہدین کی یہ کوشش جب کامیاب نہ ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرا پروگرام وضع کیا اور اس میں دارالعلوم دیوبند کے مشائخ کا اشتراک وتعاون چاہا، چنانچہ اس مہم کے لیے جمعیت عالیہ مجاہدین نے حضرت صوفی محمد عبداللہ کو منتخب کیا، صوفی صاحب کی جوانی کی دوپہر اس وقت ڈھلنا شروع ہو گئی تھی، چنانچہ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ میں مرکز مجاہدین کا پیغام لے کر مدرسہ قاسمیہ عرف دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور، یوپی میں پہنچا، پیغام دارالعلوم کے شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری کی خدمت میں پہنچانا تھا، علامہ انور شاہ صاحب اس وقت ترمذی شریف پڑھا رہے تھے، صوفی صاحب نے فرمایا کہ علامہ صاحب موصوف ترمذی کی ایک ایک روایت کا ردفقہ کے دلائل سے بیان کر رہے تھے، مجھ سے نہ رہا گیا، میں نے کہا حضرت آپ ترمذی پڑھا رہے ہیں یا اس کی تردید فرما رہے ہیں۔ علامہ انور شاہ صاحب نے مجھ سے کہا کہ تم ترمذی پڑھے ہوئے ہو، میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا کہ جب تم پڑھے ہوئے نہیں ہو تو تمہیں کیا معلوم کہ پڑھا رہا ہوں یا اس کی تردید کر رہا ہوں، میں نے کہا جو آدمی دینی مسائل کا ادنی شعور بھی رکھتا ہے وہ ایک لمحے میں کتاب کی پڑھائی اور اس کی تردید کا فرق محسوس کر لیتا ہے، اتنی سی بات تھی کہ علامہ صاحب کے حلقہ تلامذہ میں شامل پٹھان طالب علم مکے گھونسے اور چاقو لے کر میری طرف لپکے، لیکن میں نے کہا کہ میں جماعت مجاہدین کا پیغام علامہ صاحب کے نام لے کر آیا ہوں، مجھے اگر تم سے کسی قسم کا گزند پہنچا تو اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار رہو، کیونکہ میں جماعت مجاہدین کا پیغام رساں ہوں، علامہ انور شاہ صاحب نے طلبہ کو سختی سے ڈانٹا اور ان کو مجھ سے دست درازی سے منع فرمایا اور طلبہ کو حکم دیا کہ وہ مجھے مہمان خانہ میں لے جائیں، نیز علامہ صاحب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا کہ سبق سے فراغت کے بعد میں بھی وہاں آجاؤں گا، وہ دونوں لڑکے جن کے سپرد مجھے کیا گیا تھا کہنے لگے حضرت تم بڑے خوش نصیب ہو، اس جسارت سے بال بال بچ گئے ہو ورنہ تم ان پٹھان طالب علموں کی خون آشامی کی نذر ہو جاتے، انھوں نے کہا ہم اہل حدیث ہیں، ستر اسی اہل حدیث طالب علم اور بھی یہاں پڑھتے ہیں، ہم اپنا مسلک چھپ چھپا کر اور اپنے کو حنفی ظاہر کر کے تعلیم حاصل کرتے ہیں، صوفی صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تم فراغت تک اہل حدیث ہی رہتے ہو، انہوں نے کہا کہ ہم میں غالب اکثریت تو حنفی ہو جاتی ہے، البتہ چند وہ طالب جن کا گھریلو ماحول خالص دینی علمی اور مسلکی ہو وہ ثابت قدم رہتے، ورنہ ہم ع: ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' کا سا معاملہ ہو جاتا ہے۔

صوفی صاحب نے فرمایا تم اہل حدیث مدارس میں کیوں داخل نہیں ہو جاتے، انہوں نے جواباً کہا پہلے تو اہل حدیث مدارس ہی کہاں ہیں جہاں ہم داخل ہوں، دو چار جو ہیں وہ بھی چند طلبہ سے زائد داخل نہیں کر سکتے، اگر ہمارا بندوبست ہو جائے تو ہم تمام اہل حدیث طلبہ دارالعلوم دیوبند سے نکل سکتے ہیں۔''

مولانا محمد اسلم فیروز پوری آگے لکھتے ہیں:

''حضرت صوفی صاحب نے فرمایا: میں اُسی وقت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے پاس پہنچا کیونکہ وہ جماعت مجاہدین کے رکن رکین تھے اور صوبہ بہار کا جماعت مجاہدین سے بیشتر مالی تعاون ان کی وجہ سے ہوتا تھا، برصغیر پاک و ہند میں حضرت مولانا محمد ابراہیم آروی پہلے ہندوستانی عالم ہیں جنہوں نے درس نظامی میں اساسی اور انقلابی تبدیلیاں لانے کی ضرورت محسوس کی، چنانچہ مذاکرہ آرہ کے نام سے انہوں نے اس کا آغاز فرمایا، مولانا رحیم آبادی نے مولانا آروی کی وفات کے بعد ان کی روایات کو درخشندہ رکھا، چنانچہ حضرت صوفی صاحب نے حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی سے درد بھرے الفاظ میں شرح وبسط سے اپنی معروضات پیش کیں اور ان سے درخواست کی کہ جلد از جلد اہل حدیث کے دینی

مدارس کا قیام عمل میں لایا جائے، ورنہ اہل حدیث کی نسل نو حنفی ہو جائے گی، چنانچہ حضرت صوفی صاحب کی تحریک سے حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے ریاست دربھنگہ کے ڈاکٹر سید محمد فرید مرحوم کو ریاست دربھنگہ میں دینی مدرسہ قائم کرنے کا حکم دیا، چنانچہ حضرت صوفی صاحب کی تحریک اور حضرت مولانا رحیم آبادی کی تائید سے دارالعلوم احمدیہ سلفیہ، لہریہ سرائے، دربھنگہ کا قیام عمل میں آیا، جو آج بھی بحمد اللہ مشرقی ہند کا ایک عظیم دینی ادارہ ہے۔

ڈاکٹر سید محمد فرید مرحوم کے صاحبزادے ڈاکٹر سید عبدالحفیظ اس کے مہتمم اعلی ہیں، (۱) حضرت مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی مرحوم، حضرت مولانا نذیر احمد رحمانی املوی مرحوم اس مدرسہ میں شیخ الحدیث رہ چکے ہیں، پندرہ روزہ ''الہدیٰ'' دارالعلوم کا علمی اور مسلکی ترجمان ہے، دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ میں حمیدیہ برقی پریس حافظ عبد الحمید (۲) دہلوی نے ذاتی مصاف لگا کر جاری کیا ہے، ڈاکٹر سید محمد فرید مرحوم صوبہ بہار میں ایک ممتاز سیاسی شخصیت کے مالک تھے، جماعت اہل حدیث میں انھیں منفرد مقام حاصل تھا، وہ متعدد مرتبہ صوبہ بہار کی ریاستی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے، یعنی ایم ایل اے ہوئے، لیکن دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ اپنے قلیل وسائل اور محدود ذرائع کی وجہ سے زیادہ طالب علم داخل نہیں کر سکتا تھا، اس وقت اس کا داخلہ ہمیشہ سو طلبہ سے کم رہا، لیکن حضرت صوفی صاحب کی دلی تمنا ابھی تشنۂ تکمیل تھی، چنانچہ حضرت صوفی صاحب مرحوم، مولانا رحیم آبادی کی تائید سے حاجی عبدالرحمٰن مرحوم کے پاس دہلی پہنچے، حاجی عبدالرحمٰن مرحوم بھی جماعت مجاہدین کے ایک عظیم اور نہایت مخلص معاون تھے، تمام رؤسائے دہلی سے حاجی عبدالرحمٰن کا مالی تعاون جماعت مجاہدین کے ساتھ سب سے زیادہ ہوتا تھا، حضرت صوفی صاحب کی حاجی عبدالرحمٰن صاحب سے اچھی خاصی جان پہچان تھی، گویا صوفی صاحب حاجی عبدالرحمٰن

(۱) ڈاکٹر سید عبدالحفیظ صاحب ۱۹۹۹ء میں وفات پا گئے، اب ادارہ کی باگ ڈوران کی اولاد کے ہاتھ میں ہے۔

(۲) صحیح نام حمید اللہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کوئی نئے نہیں تھے، کافی عرصہ سے ان کے ساتھ تعارف چلا آرہا تھا، چنانچہ صوفی صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں اپنی آپ بیتی اور دارالعلوم دیوبند میں اہلحدیث طلبہ کی بے بسی دردبھرے الفاظ میں بیان کی اور اپنی مزید توثیق کے لیے مولانا رحیم آبادی کا زبانی پیغام اور تحریری بیان ان کی خدمت میں پیش کیا، جناب حاجی عبدالرحمٰن مرحوم صوفی صاحب کی اس گفتگو، تحریک اور مولانا رحیم آبادی کی تائید سے بہت متاثر ہوئے اور وعدہ فرمالیا کہ بہت جلد آپ کی اس دینی خواہش کی تکمیل کے لیے ایک عظیم الشان دینی ادارہ قائم کرلیا جائے گا، چنانچہ ۱۹۲۱ء میں حاجی عبدالرحمٰن مرحوم نے زرکثیر صرف کرکے ایک سال میں دارالحدیث رحمانیہ کی عظیم الشان بلڈنگ قائم کردی، یہ ہے دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے قیام کا تاریخی اور حقیقی پس منظر۔'' (۱)

قارئین اگر غور کریں تو واضح ہو جائے گا کہ درحقیقت مولانا فیروز پوری صاحب کے بیان میں اور اس سے پہلے کے دونوں بیانات میں کوئی تضاد یا تعارض نہیں، جس طرح پہلے کی دونوں تحریروں میں مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کو مدرسہ کی تاسیس کا محرک گردانا گیا ہے، اسی طرح فیروز پوری صاحب کی تحریر میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ ایک اچھے اہل حدیث مدرسہ کے قیام کی ضرورت کو لے کر صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی خدمت میں پہنچے تھے جس پر ''مولانا نے ڈاکٹر سید محمد فرید کو ریاست دربھنگہ میں دینی مدرسہ قائم کرنے کا حکم دیا''، ''لیکن صوفی صاحب کی تمنا ابھی تشنۂ تکمیل تھی، چنانچہ آپ مولانا رحیم آبادی کے تائید سے حاجی عبدالرحمٰن مرحوم کے پاس دہلی پہنچے...حاجی عبدالرحمٰن صاحب صوفی صاحب کی اس گفتگو اور تحریک اور مولانا رحیم آبادی کی تائید سے بہت متاثر ہوئے اور وعدہ فرمالیا کہ بہت جلد آپ کی اس دینی خواہش کی تکمیل کے لیے ایک عظیم الشان دینی ادارہ قائم کرلیا جائے گا''۔

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حاجی صاحب کے وعدہ کرنے اور مدرسہ قائم کرنے کے بیچ

(۱) ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ۴/ستمبر ۱۹۸۷ء، ص: ۱۸-۲۰، ایضا: ۱۱/ستمبر ۱۹۸۷ء، ص: ۱۸-۱۹

کے وقفہ میں ان کے بھانجے کے گم ہونے اور ملنے کا وہ حادثہ پیش آیا جس کا ذکر مولانا رحیم آبادی کی سوانح حیات میں آیا ہے، مولانا رحیم آبادی اس وقت دہلی میں موجود تھے اور موقع کو غنیمت جانتے ہوئے دونوں بھائیوں کو مدرسہ قائم کرنے کے پروگرام کو عملی طور پر نافذ کرنے کا مشورہ دیا، اور اس طرح مدرسہ کی تاسیس عمل میں آئی۔

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی جو دارالحدیث رحمانیہ کے فارغ التحصیل اور وہاں کے مدرس رہ چکے ہیں انہوں نے دارالحدیث رحمانیہ کے قیام کا پس منظر ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''دارالحدیث رحمانیہ کی تاسیس کا پس منظر'':

''جب ہندوستان میں آفتاب اسلام ضیا پاشیاں کرتا ہوا جلوہ فگن ہوا تو یہاں بھی علمی چرچے شروع ہوئے، اور ایک ایسی جماعت پیدا ہوئی جس نے لوگوں کو شاہراہ اسلام پر استوار اور گامزن کرنے کے لیے جدوجہد شروع کردی، اس جماعت کی برکت سے قال اللہ اور قال الرسول کی صدا کشور ہندوستان میں گونجنے لگی، مگر اس بابرکت جماعت کے اولو العزم حضرات آہستہ آہستہ اٹھنے شروع ہوئے، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ محمد اسحاق اور مولانا سید نذیر حسین صاحب جیسے برگزیدہ باکمال حضرات علمی چشمے بہاتے ہوئے آخرت کو سدھار گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شیفتگان حدیث گوناگوں مصائب اور بوقلموں نوائب میں گرفتار ہوگئے، نہ ان کے لیے کوئی جامع درس گاہ تھی اور نہ صحیح معنی میں تربیت کا کوئی اہتمام، الحاد کا سیلاب عظیم ہر طرف تلاطم خیزی سے بڑھ رہا تھا، دہریت کی مسموم ہوائیں چہار جانب چل رہی تھیں، طالبان دین کی کوئی وقعت باقی نہ رہی تھی، ضرورت تھی کہ دین اسلام کی صحیح تعلیم اور اعدائے اسلام کے حملوں کو روکنے کے لیے دوسرے فنون معقول اور ادب وغیرہ سے مسلمانوں کو بخوبی آگاہ کرایا جائے، دہلی ہمیشہ سے علم کا گہوارہ بنی رہی، لیکن اس وقت دہلی کی حالت بھی بہت کمزور ہورہی تھی، طلبہ کی رہائش وطعام کا کوئی معقول انتظام نہ تھا، عموماً مسجدوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑے رہتے تھے، معمولی وظیفہ مل جاتا تھا، جس سے اپنے ہاتھ سے روٹی پکا کر سخت تکالیف برداشت کر کے اپنا پیٹ پال لیا کرتے تھے، اہل محلّہ کے گھروں میں روٹی مقرر ہو جاتی تھی، جسے خود جا کر لاتے، اس طرح ان کی خودداری اور حریت جذبات کو سخت ٹھیس لگتی تھی، ہر وقت کس مپرسی، بے بسی و بے کسی کی حالت میں رہتے، ساتھ ہی منقول و معقول کی پڑھائی کا کوئی اعلیٰ انتظام نہ تھا کہ تشنگان علم کی سیرابی ہو سکے، انھیں حالات سے متاثر ہو کر ان نقائص کو دور کرنے کے لیے اور تعلیم اسلام کو عروج پر لانے کے لیے مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ علمائے اہل حدیث یکے بعد دیگرے اٹھتے جا رہے ہیں اور ان کی جگہ لینے والا کوئی نہیں، تعلیم وتعلم کے باقاعدہ سلسلے ٹوٹ رہے ہیں، کوئی جامع درس گاہ موجود نہیں، اس لیے کوئی ایسی درس گاہ قائم کی جائے جس کی وجہ سے گزرنے والوں کی نیابت ہو سکے اور جماعت موحدین قبل از وقت لقمۂ اجل نہ بن جائے، چنانچہ یہ تجویز مولانا نے جناب حاجی شیخ عبدالرحمٰن مرحوم کے سامنے پیش کی، جس کو انھوں نے بسر وچشم قبول کر لیا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کوشاں ہو گئے، کوئی بھی ایسا شخص جس کے دل میں اسلامی تڑپ اور ایمانی جذبہ موجزن ہو، وہ ان حالات وکوائف سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، چنانچہ حاجی صاحب موصوف اس ذہنی خاکہ کو منصۂ شہود پر لانے کے لیے ہمہ تن مصروف ہو گئے، کسی نہ کسی طرح زمین حاصل کی اور اسی وقت تعمیری سلسلہ شروع ہو گیا، چونکہ حاجی صاحب موصوف الصدر اور ان کے محترم برادر شیخ عطاء الرحمٰن صاحب تمام کاروبار میں شریک تھے، اس لیے ان دونوں کے مشترکہ سرمایہ سے دارالحدیث کی خوشنما عمارت ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں تقریباً ایک لاکھ روپے سے بن کر تیار ہو گئی، اس تعمیری سلسلہ میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی دونوں حضرات کو اپنے بہترین مشوروں اور آراء سے مستفیض فرماتے رہے تھے۔‘‘(۱)

اٹھائیسویں اہل حدیث کانفرنس (پاکوڑ) کے انعقاد کے موقع پر شائع ہونے والے

(۱) الاعتصام لاہور، ۱۲/ اگست ۱۹۹۴ء، ص: ۲۰-۲۱

یادگار مجلّہ میں بھی دارالحدیث رحمانیہ کے قیام کا پس منظر کچھ اسی انداز میں بیان کیا گیا ہے، مجلّہ کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

’’برصغیر ہندوپاک میں اس مدرسہ کے قیام سے پہلے بھی اہل حدیث مکتب فکر کے حامل بے شمار مدارس ومکاتب قائم تھے اور اسلام کی نشر واشاعت، کتاب وسنت کی ترویج وترقی، شرک وبدعات کی تردید، تقلید وجمود کی تغلیط اور باطل افکار وخیالات کے قلع قمع کرنے میں اپنی بساط کے مطابق مصروف عمل تھے، لیکن پھر بھی ایک ایسے مثالی دارالحدیث کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی جو تحریک اہل حدیث اور احیائے کتاب وسنت کا حقیقی مرکز اور مثالی گہوارہ ہو، جہاں سے ایسے بے مثال علماء، عدیم النظیر مناظر، جلیل القدر محدث اور قادر الکلام مقرر وخطیب پیدا ہوں جو ملک وملت کی کتاب وسنت کی روشنی میں حقیقی معنوں میں رہنمائی کر سکیں۔

اسی اہم ضرورت کے پیش نظر مجاہد اسلام علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۷ھ) کی ترغیب وایماء پر پرانی دہلی کے مشہور ومعروف تاجر شیخ عبدالرحمٰن (م ۱۹۲۲ء) اور ان کے برادر صغیر شیخ عطاء الرحمٰن (م ۱۹۳۸ء) نے ماہ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء کو باڑا ہندوراو، دہلی میں دارالحدیث کا سنگ بنیاد رکھا۔

دریں اثنا اس مدرسہ کے قیام کی ضرورت کو ایک واقعہ نے مزید تقویت دی...‘‘(۱)

اس کے بعد مولانا محمد اسلم فیروز پوری کے ذکر کردہ واقعہ کو بیان کیا گیا ہے جس کا گزشتہ صفحات میں تذکرہ ہو چکا ہے، اس تحریر میں یہ صراحت موجود ہے کہ مولانا فیروز پوری کا ذکر کردہ واقعہ رحمانیہ دہلی کی تاسیس کا سبب وحید نہیں، بلکہ پہلے سے موجود اسباب اور تقاضوں کو تقویت پہنچانے کا موجب ہوا۔

(۱) یادگار مجلّہ اہل حدیث بموقع پاکوڑ کانفرنس، ۱۴۲۵ھ=۲۰۰۴ء ص: ۲۹۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاسیس رحمانیہ اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی:

سابقہ سطور میں مذکور مختلف تحریروں میں جابجا دارالحدیث رحمانیہ کی تاسیس کے محرک کے طور پر مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کا نام نامی مذکور ہوا ہے، بعض تحریروں میں مولانا میر سیالکوٹی کا تذکرہ آیا ہے اور بعض میں دونوں کا۔ اس تعلق سے بعض تحریریں ملاحظہ ہوں:

۱- رحمانیہ دہلی ہی کے فارغ التحصیل و مدرس مولانا عبدالغفار رحمانی تاسیس کے محرک کے طور پر مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کا تذکرہ کرنے اور مدرسہ کی تعمیر مکمل ہونے کا بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس تعمیری سلسلہ میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی دونوں حضرات (شیخ عبدالرحمٰن و شیخ عطاء الرحمٰن) کو اپنے بہترین مشوروں اور آراء سے مستفیض فرماتے رہے تھے''۔(۱)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی مدرسہ رحمانیہ کی تاسیس سے متعلق کیے جانے والے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ''دارالحدیث رحمانیہ دہلی کی بنیاد ۱۹۲۱ء میں دہلی کے ایک بہت بڑے تاجر شیخ عبدالرحمٰن اور ان کے بھائی شیخ عطاء الرحمٰن نے مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی ترغیب اور توجہ اور محدث شیخ عبدالعزیز رحیم آبادی کے اشارے پر رکھی...''(۲)

اسی انٹرویو میں رحمانیہ میں تشریف لانے والے علماء سے متعلق ایک سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

''.......دیگر (رحمانیہ میں تشریف لانے والے) علماء میں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی بھی تھے، بلکہ یہ یہی تو ہیں جن کی ترغیب پر شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمٰن نے اس مدرسہ کی بنیاد رکھی....''(۳)

(۱) الاعتصام لاہور: ۱۲/اگست ۱۹۹۴ء ص:۲۱
(۲) ماہنامہ صراط مستقیم، برمنگھم: نومبر، دسمبر ۱۹۹۸ء ص:۱۴
(۳) ایضاً: جنوری ۱۹۹۹ء ص:۱۹

۲- مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں کے بیان کے مطابق دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا قیام مولانا رحیم آبادی مرحوم کے ایماء سے عمل میں آیا تھا، لیکن اس مرکز علم وفن کی بنیاد آپ کی حیات مستعار میں نہ پڑ سکی، اس لیے کہ بعض وقائع نگاروں کے بیان کی رو سے آپ کی وفات ۱۳۳۶ھ میں ہوئی اور رحمانیہ کا قیام ۱۳۳۹ھ میں عمل میں آیا۔

بہرکیف اس بیان کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہی کی رہنمائی اس کے قیام کی اصل محرک ہوئی اور آپ ہی کے ارشاد کے مطابق الحاج شیخ عبدالرحمٰن مرحوم نے اسے قائم کیا....''(۱)

۳- مدرسہ رحمانیہ پر لکھے ہوئے مضمون میں جناب فاروق اعظمی صاحب کا یہ بیان سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ:

''.....لہٰذا حافظ مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی (مرحوم) نے دہلی کے رئیس کبیر جناب شیخ عبدالرحمٰن کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ شہر دہلی میں ایک ایسی مرکزی درسگاہ کا قیام عمل میں لایا جائے جو اس خلا کو پر کر سکے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس تجویز کے محرک مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی تھے، اولیت جس کو بھی حاصل ہو یہ حقیقت ہے کہ اول روز ہی سے یہ دونوں حضرات اس تحریک کے حامی، مؤید اور فعال رکن رہے اور اپنے تعاون واشتراک سے اس تحریک کو تقویت پہنچاتے رہے''۔ (۲)

۴- جناب حکیم عبدالکریم قریشی فرماتے ہیں:

'' ان نیک دل بھائیوں (شیخ عبدالرحمٰن و شیخ عطاء الرحمٰن) نے تجارت علحدہ کرنے سے قبل بمشورہ حضرت مولانا میر سیالکوٹی ایک دینی مدرسہ کی تعمیر کا پختہ ارادہ کر کے نقد میں سے ۲/ لاکھ روپے بطور مصارف تعمیر علحدہ کر لیے۔''

اس کے بعد مدرسہ کی افتتاحی تقریب میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خطاب کا یہ

(۱) مقدمہ اہل حدیث اور سیاست، ص:۱۱
(۲) ماہنامہ محدث بنارس: اکتوبر ۱۹۸۴ء ص:۲۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ بھی موصوف نے نقل کیا ہے:

''اس کے بعد دہلی والوں سے خطاب فرمایا کہ اس عظیم الشان تعلیم گاہ کے بنانے اور سنوارنے میں اگرچہ آپ نے ہمت وقربانی کا ثبوت دیا ہے لیکن ہم پنجابیوں نے بھی ایک بہت بڑے ایثار سے کام لیا ہے کہ مولانا سیالکوٹی کو جو اہل حدیثان پنجاب کی علمی دنیا میں بمنزلہ روح مانے جاتے ہیں اس مدرسہ کی خدمت کے لیے پنجاب سے دہلی کو روانہ کردیا ہے....''(۱)

۵- یادگار مجلّہ اہل حدیث کے مرتب نے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی تحریک و ترغیب پر دارالحدیث رحمانیہ قائم کرنے کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

''مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) بھی ان دنوں ''دارالحدیث'' نام کا ایک مدرسہ چلا رہے تھے، انہوں نے جب یہ بشارت سنی تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، اور اپنے یہاں کا مدرسہ ''دارالحدیث'' اس کا نام مع کتب خانہ، اساتذہ وطلبہ دہلی کی اس نئی عمارت میں منتقل کردیا، چونکہ دونوں بھائیوں کے اسماء میں آخری لفظ ''رحمان'' ہے، اسی مناسبت سے اس ''دارالحدیث'' کا نام ''دارالحدیث رحمانیہ'' پڑا۔''(۲)

۶- مدرسہ دارالحدیث سیالکوٹ کے دہلی منتقل ہو کر دارالحدیث رحمانیہ میں ضم ہوجانے کا واقعہ مولانا عصمت اللہ رحمانی مئوی اپنی خودنوشت سوانح حیات میں تفصیل سے اس طرح بیان کرتے ہیں:

''پھر مولوی ماجد علی جونپوری کی شہرت سے متاثر ہو کر منطق کے شوق میں ریاست میڈھو ضلع علی گڈھ گیا، اور مدرسہ یوسفیہ میں داخلہ لیا، مدرسہ مذکورہ میں طلبہ کی زبانی معلوم ہوا کہ مولوی ماجد علی سے کہیں زیادہ قابل ان کے ایک شاگرد مولانا محمد عرفان صاحب ہزاروی ہیں، اس لیے بجائے مولوی ماجد علی کے محمد عرفان صاحب کے پاس میں نے حمداللہ

(۱) مجلّہ اہل حدیث ہریانہ: ۲۱ مئی ۱۹۷۹ء ص: ۷-۹

(۲) یادگار مجلّہ اہل حدیث، ص: ۳۰۰

اور میبذی شروع کی۔ درحقیقت مولانا موصوف منطق اور فلسفہ میں بہت ہی قابل تھے اور اپنے استاد مولوی ماجد علی سے بہت آگے تھے۔

مدرسہ مذکور میں چند مہینہ گذارنے کے بعد کچھ مسلکی تعصب رکھنے والے طلبہ کی جھوٹی شکایت پر بلا تحقیق ہمیں مدرسہ سے نکل جانے کا حکم ملا اور ہم لوگ وہاں سے وطن واپس آگئے اور مدرسہ اسلامیہ (فیض عام) شعبان تک حضرت استاذی مولانا احمد صاحب رحمہ اللہ سے پڑھتے رہے، اسی عرصہ میں ہم نے مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو بذریعہ خط تمام حالات سے مطلع کیا اور یہ بھی لکھا کہ ہم لوگ بغرض تعلیم آں جناب کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں، ہمارے خط کا جواب مولانا موصوف نے فوراً دیا کہ تم لوگ فوراً آجاؤ، ہم لوگوں نے جواب دیا کہ رمضان المبارک کے بعد شوال المکرّم میں ہم لوگ ان شاءاللہ حاضر ہوں گے۔

رمضان المبارک کے بعد شوال ۱۳۳۷ھ میں ہم لوگ سیالکوٹ پہنچ گئے، ہم لوگ عشاء کے وقت مدرسہ دارالحدیث پہنچے، وہاں مولانا محمد اسماعیل صاحب گجرانوالہ پہلے ہی سے حضرت مولانا سیالکوٹی کے زیر تعلیم تھے۔

جب مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ کو ہماری آمد کی اطلاع ملی تو فوراً مدرسہ میں تشریف لائے اور ہم لوگوں کو بہت ہی محبت اور پیار کے ساتھ خوش آمدید کہا اور دوسرے روز ہم لوگوں کے اسباق کا انتظام فرمایا اور ہم لوگ دو سال تک انتہائی آزادی کے ساتھ حضرت مولانا اور ان کے ماتحت مدرسین سے اپنے دامن کو گوہر مراد سے پر کرتے اور علمی پیاس بجھاتے رہے، ان دو سالوں میں ہم نے حضرت العلامۃ سیالکوٹی رحمہ اللہ سے حدیث میں ترمذی، نسائی، ابوداؤد، تفسیر میں بیضاوی، جلالین، مناظرہ میں رشیدیہ، ادب میں سبعہ معلقہ، مقامات حریری، دیوان حماسہ، متنبّی اور اصول تفسیر میں الفوز الکبیر، اصول فقہ میں توضیح تلویح، ہندسہ میں اقلیدس اور دیگر فنون کی کتابیں پڑھیں...''(۱)

(۱) ماہنامہ آثار مئو، مئی ۱۹۸۳ء ص: ۴۰-۴۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موصوف نے اپنی تعلیم کے بارے میں اسی قدر بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے، البتہ ان کے ایک سوانح نگار نے مدرسہ دارالحدیث سیالکوٹ میں ان کی تعلیم کی مذکورہ بالا تفاصیل بیان کرنے کے بعد اپنے مضمون میں یہ سرخی لگائی ہے: ''مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا قیام اور مدرسہ دارالحدیث سیالکوٹ کی دہلی میں منتقلی'' اس کے بعد رحمانیہ کے قیام کا پس منظر بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

''....اور بالآخر آپس میں طے کر کے ان بزرگان (مولانا ابو محمد ابراہیم آروی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا ثناء اللہ امرتسری) نے شیخ عبدالرحمٰن و شیخ عطاء الرحمٰن (الاخوین) رئیس دہلی کو ایک دینی مدرسہ کے قیام پر زور دیا۔ ان دونوں بھائیوں نے ۱۹۲۱ء-۱۳۳۹ھ میں باڑہ ہندو راؤ دہلی میں ایک عالی شان درسگاہ بنام ''دارالحدیث رحمانیہ'' قائم کیا اور ادنی سے لے کر آٹھویں جماعت تک درس نظامیہ کی تعلیم کا بندوبست کیا اور مدرسہ کے سارے اخراجات کی ذمہ داری تنہا اپنے سر لیا اور مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی سے اس مدرسہ کے انتظام و انصرام کے لیے مستقل طور پر دہلی میں قیام کی درخواست کی۔ جماعتی مفاد کے پیش نظر مولانا نے یہ درخواست منظور کر لی اور رسال کے اختتام پر جب طلبہ گھر جانے لگے تو مولانا موصوف نے فرمایا کہ ''مدرسہ اب بجائے سیالکوٹ کے دہلی منتقل ہو جائے گا اور آپ سب حضرات شوال میں دہلی پہنچیں۔''

آپ کے حکم کے مطابق شوال ۱۳۳۹ھ کو طلبہ اور اساتذہ دہلی پہنچ گئے اور مولانا سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی سے دہلی میں موجود تھے۔ ان ہی طلبہ میں مولانا حکیم عصمت اللہ صاحب مئوی رحمانی بھی موجود تھے۔ چونکہ دارالحدیث ہند کا ایک مرکزی ادارہ تھا، اس لیے اس کا اعلان ہوتے ہی طلبہ کی ایک کثیر مقدار وہاں پہنچ گئی اور موجودہ اساتذہ ان طلبہ کے لیے ناکافی ہو گئے، اس وجہ سے مدرسین کی تلاش شروع ہو گئی، چونکہ مولانا عصمت اللہ صاحب اور ان کے ہم درس اونچی جماعت میں تھے اس لیے مولانا سیالکوٹی نے ان سے اسباق شروع کرا دیا اور خالی اوقات میں دوسری جماعتوں کی بعض کتابیں بھی پڑھانے لگے

جس کے باعث مولانا دن بھر تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ چند مہینوں کے بعد آپ کی طبیعت اچاٹ ہو گئی اور ہمیشہ کے لیے دہلی سے اپنے وطن چلے آئے، اپنے شاگردوں کو خاص طور پر مولانا عصمت اللہ اور ان کے ساتھیوں کو حکم دے گئے کہ یہیں اپنی تعلیم مکمل کرنا۔ ان حضرات نے مولانا کے حکم کی تعمیل کی اور اپنی تعلیم دارالحدیث رحمانیہ ہی میں مکمل کی، اس حیثیت سے آپ دارالحدیث رحمانیہ کے سابقون الاولون میں سے ہیں، آپ کا سن فراغت ۱۳۴۱ھ ہے۔'' (۱)

۷-والد محترم مولانا محمد صاحب اعظمی ہمارے دادا مولانا عبدالعلی علیہ الرحمۃ پر لکھتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں:

''........پھر وطن واپس آ کر مدرسہ فیض عام میں مولانا عبدالرحمٰن سابق مدرس فیض عام، حکیم مولانا عصمت اللہ رحمانی، اور حکیم مولانا محمد سلیمان رحمانی وغیرہ کے ساتھ شریک درس ہوئے۔ یہاں سے متوسطات پڑھ کر ان ساتھیوں کا قافلہ ۱۳۳۷ھ میں سیالکوٹ (پنجاب) پہنچا اور حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی مرحوم کے مدرسے دارالحدیث میں داخل ہوا۔ مولانا مرحوم سیالکوٹی سے اس قافلے کے اکتساب فیض کا سلسلہ دو سال تک جاری رہا، اسی زمانے میں دہلی کے ایک مخیّر شیخ میاں عطاء الرحمٰن رحمہ اللہ نے صرف اپنے حساب پر باڑہ ہندو راؤ دہلی میں مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کی عالی شان بلڈنگ کی تعمیر کا کام جاری کیا تھا جو ۱۳۳۹ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچا اور اسی سال شیخ مرحوم کی دعوت پر مولانا سیالکوٹی مرحوم تدریسی خدمات انجام دینے دہلی منتقل ہو گئے۔ صد افسوس جماعت اہل حدیث کا یہ عظیم ادارہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے فساد کی نذر ہو گیا اور اسی وقت سے جامعہ ملیہ کی تحویل میں شفیق میموریل ہائی اسکول میں تبدیل ہو گیا۔'' (۲)

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مدرسہ کی حیات ہی میں مزید کچھ دوسرے لوگوں کی طرف

---

(۱) مجلّہ آثار جدید مئو: ستمبر ۲۰۰۴ء ص: ۲۳-۲۴

(۲) ماہنامہ محدث بنارس: جنوری ۲۰۰۸ء، ص: ۱۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ کی تاسیس کی تحریک کی نسبت کی جانے لگی تھی جو خلاف واقعہ تھی، اسی وجہ سے ذمہ داران ادارہ کو باقاعدہ اس تعلق سے وضاحت شائع کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ملاحظہ ہو اخبار محمدی دہلی میں شائع درج ذیل تحریر:

"مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کی بنا:

اکثر دوستوں کو بعض مولوی صاحبان سے شکایت ہے کہ وہ ہر بھلے کام کی نسبت خواہ مخواہ اپنی طرف کر بیٹھتے ہیں کہ فلاں کام کا بانی میں ہوں، فلاں تحریک کا محرک میں ہوں، فلاں مفید اسکیم کا مجوز میں ہوں، حالانکہ بعد از تلاش وہ اس آیت کے مصداق اترتے ہیں: ﴿يُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا﴾ چاہتے ہیں کہ ان افعال پر ان کی تعریفوں کے گیت گائے جائیں جو انہوں نے کیے ہی نہ ہوں۔

مدرسہ رحمانیہ دہلی جو (اخبار) محمدی کے ناظرین سے کسی تعارف کا محتاج نہیں جس کے علوم کے چشمے ہندوستان بھر کو سیراب کر رہے ہیں اس کی نسبت بعض مولویوں کی زبانی سنا ان کی تحریریں اخباروں میں پڑھیں کہ اس کی بنا بھی میرے چشم وابرو کے اشاروں کی ممنون ہے، میری نوک زباں نے اہل حدیثوں کو یہ نعمت عطا فرما رکھی ہے لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ بھی "مفت احسان داشتن" کا مضمون ہے۔ ہم نے موجودہ مہتمم صاحب مدظلہ وغیرہ سے دریافت کیا تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ جماعت اہل حدیث کے سچے محسن اور بہی خواہ جن کی زبان و بیان میں قدرت نے سچی تاثیر رکھی تھی یعنی حضرت مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے عظیم الشان مدرسہ کی خواہش ظاہر کی تھی، ان کے فرمان کا یہ نتیجہ ہے، اس کی رغبت دلانے والے اس کی تحریک کرنے والے خدا غریق رحمت کرے مولانا مرحوم تھے نہ کہ کوئی اور۔ ہمارا جی نہیں چاہتا تھا کہ اس حقیقت کا بھی اظہار کریں لیکن اس وجہ سے کہ ہمارے پیرومرشد حضرت مولانا رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو جماعت دعائے خیر میں یاد کرے میں نے یہ تحریر چھپوا دی ہے......" (التفات الرحمٰن)(۱)

(۱) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵/جون ۱۹۳۳ء ص:۲

ان تمام نقول و بیانات کو سامنے رکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ مدرسہ کی تاسیس میں دیگر اسباب ومحرکات کے ساتھ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی ترغیب وتحریض کا بھی دخل تھا، البتہ مولانا کی زندگی میں مدرسہ قائم نہ ہو سکا بلکہ آپ کی وفات کے دو تین سال بعد اس کے قیام کی نوبت آئی۔

جب مدرسہ کی تاسیس عمل میں آئی تو اس وقت جماعت کے بڑے علماء میں مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی، مولانا محمد صاحب جونا گڈھی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہ رحمہم اللہ موجود تھے، ظاہر بات ہے ایک دینی ادارہ کو ایک تجربہ کار ماہر تعلیم عالم دین کی سرپرستی کی ضرورت تھی، اس تعلق سے ذمہ داران کی نظر انتخاب مولانا سیالکوٹی پر پڑی، گویا مولانا رحیم آبادی کے سانحہ ارتحال سے جو خلا پیدا ہوا تھا اسے مولانا سیالکوٹی پُر کرنے کے مکلّف بنائے گئے، مولانا نے تاسیس کے ایام میں یہ ذمہ داری بطریق احسن نبھائی۔

اس طرح مدرسہ کے تعلق سے مولانا میر سیالکوٹی کے رول کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، البتہ مولانا رحیم آبادی کی کوششوں کو نظر انداز کر کے اصل محرک کے طور پر مولانا سیالکوٹی کو پیش کرنا قرین انصاف نہیں۔ واللہ اعلم

مدرسہ کی تعمیر

پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ بانیان مدرسہ شیخ عبدالرحمٰن وشیخ عطاء الرحمٰن صاحبان نے آپسی اتفاق سے اپنی تجارت علیحدہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ آگے چل کر کسی بھی طرح کے ناپسندیدہ اختلاف سے محفوظ رہا جا سکے۔ ان نیک دل بھائیوں نے تجارت علحدہ کرنے سے قبل ایک دینی مدرسہ کی تعمیر کا پختہ ارادہ کر کے نقد میں سے دو لاکھ روپئے بطور مصارف تعمیر علحدہ کر لیے، اس کے علاوہ مدرسہ کے اخراجات، تنخواہ اساتذہ، مطبخ کے اخراجات اور دوسرے مصارف کے لیے ایک ہزار روپئے آمدنی کی جائیداد الگ کر لی، بعدہ حصہ رسدی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم کر کے علحدہ ہو گئے۔ (۱)

یہ حضرات دہلی کے رؤسا اور شرفا میں سے تھے اور حکام بالا تک رسائی اور اثر رسوخ کافی گہرا تھا، لہذا مدرسہ اور مسجد کے لیے گورنمنٹ سے مفت زمین حاصل کر لی۔ دونوں بھائیوں کے مشترکہ سرمایہ سے دارالحدیث کی خوشنما عمارت تقریباً ایک لاکھ کے کثیر سرمایہ سے بن کر تیار ہوگئی۔(۲)

دارالحدیث رحمانیہ کو دونوں بھائیوں شیخ عبدالرحمٰن و شیخ عطاء الرحمٰن نے قائم کیا، اور جیسا کہ یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بڑے بھائی شیخ عبدالرحمٰن کا مدرسہ کی تاسیس و افتتاح کے ایک سال کے بعد ہی انتقال ہو گیا تھا، اس تعلق سے محترم فاروق اعظمی لکھتے ہیں:

”افسوس کہ اس ادارے نے اپنی زندگی کا ایک سال بھی پورا نہیں کیا تھا کہ حاجی شیخ عبدالرحمٰن صاحب اس ادارہ کا سارا بوجھ اپنے لڑکے حاجی عبدالستار اور اپنے بھائی شیخ عطاء الرحمٰن کے سر ڈال کر راہی ملک (بقا) ہو گئے، مزید افسوس کہ حاجی عبدالستار صاحب بھی عین عالم شباب میں رحلت کر گئے، اور ساری ذمہ داری شیخ عطاء الرحمٰن صاحب پر آ گئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بانی مدرسہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کی ساری توانائیں، صلاحیتیں، وسائل حتی کہ ان کی عمر عزیز اسی کار خیر کی منتظر تھی، ادھر مدرسہ کا قیام عمل میں آیا، ادھر آپ نے دعوت اجل کو لبیک کہا، اللھم اغفرلہ وارحمہ۔“ (۳)

تعمیر کے وقت کے احساسات:

جب مدرسہ کی تعمیر شروع ہوگئی تو لوگوں میں انبساط و مسرت کی لہر دوڑ گئی اور اچھے تعلیمی مستقبل کا تصور کر کے لوگ شاداں و فرحاں نظر آنے لگے، اس وقت لوگوں کے احساسات کے بارے میں اس مدرسہ میں داخلہ کے امیدوار حکیم عبدالکریم قریشی (میسور) لکھتے ہیں:

(۱) مجلہ اہل حدیث ہریانہ: ۲۱ مئی ۱۹۷۹ء، ص: ۷-۸ (۲) ماہنامہ محدث بنارس۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء، ص: ۲۰
(۳) ایضاً۔ ص: ۲۰-۲۱

”........ مدرسہ کی تعمیر اتنی ہوگئی تھی کہ بنیاد کے اوپر کہیں دو اور کہیں تین فٹ کی دیواریں اٹھ گئی تھیں، اکثر طلبہ اہل حدیث اس مقام کا طواف کیا کرتے تھے اور یہ تمنا کرتے تھے کہ ان شاء اللہ ہم بھی اس مدرسہ میں داخلہ لے کر یہیں تعلیم حاصل کریں گے .... جیسے جیسے مدرسہ کی عمارت کی دیواریں بلند سے بلند تر ہوتی جارہی تھیں دو قسم کی جماعتوں میں دو قسم کے احساسات بھی پختہ تر ہوتے جارہے تھے:

۱- طلبہ کی برادری: ان میں یہ احساس اور شوق مرور ایام کے ساتھ ساتھ مضبوط اور گہرا ہوتا جارہا تھا کہ اب جماعت اہل حدیث کا بھی ایک ایسا مدرسہ وجود میں آنے والا ہے جس کو باقاعدہ و باوقار دینی درسگاہ کہا جاسکتا ہے، جہاں تعلیم کا بہتر سے بہتر انتظام ہوگا۔ جماعت کے مشہور و معروف علماء کی خدمات تعلیم و تدریس کے لیے حاصل کی جائیں گی اور جہاں کے تعلیمی ماحول سے ایک علم و فن کا متلاشی بیش از بیش استفادہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ اہل حدیث کے مدارس کا ہر طالب علم متمنی تھا کہ اس کا داخلہ بھی اس مدرسہ میں ہو جائے۔

۲- چونکہ دہلی کی پنجابی برادری ہی کے ایک خاندان نے اتنی دریا دلی اور سیر چشمی سے یکہ و تنہا اتنے بڑے مدرسہ کی تعمیر و تاسیس کا بیڑا اٹھایا ہے اور اب تک اشارۃً و کنایۃً بھی چندے کی اپیل نہیں کی گئی، آئندہ جب عمارت کی تکمیل کے بعد اساتذہ کی تنخواہوں اور طلبہ کے قیام و طعام کا مسئلہ سامنے آئے گا تو ضرور چندے کا سوال پیدا ہوگا، کیونکہ فرد واحد کے بس کی یہ بات نہیں ہے کہ انفرادی اور شخصی طور پر تمام مصارف کے لیے ایک ہی شخصیت ذمہ دار ہو جائے۔

لہذا ہر اہل حدیث پنجابی تاجر اپنے دل کی گہرائیوں میں یہ تمنا اور آرزو رکھتا تھا کہ جب چندے کا سوال اٹھے گا تو میں ماہانہ اتنا دوں گا، وہ اتنا دے گا،.... لیکن مدرسہ کے افتتاحی اجلاس میں جب یہ اعلان کیا گیا کہ مدرسہ کے جملہ مصارف شیخ صاحب ہی کے جیب خاص سے پورے کیے جائیں گے، کسی قسم کی امداد یا چندے کی اپیل فی الحال نہیں کی جائے گی... بس اس اعلان کے ساتھ ہی پنجابی برادری کے افراد کے چمکتے دمکتے چہرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبوسا قمطریرا نظر آنے لگے، وہ پنجابی حضرات جو اس کار خیر میں للہ فی اللہ بیش از بیش حصہ لینے کے متمنی تھے بے آس و نراس ہوگئے....." (۱)

مدرسہ کی عمارت:

مولانا محمد صاحب جونا گڈھی (م ۱۹۴۱ء) مدرسہ کی عمارت کا تعارف کراتے ہوئے اپنے پندرہ روزہ رسالہ "اخبار محمدی" میں لکھتے ہیں:

"مدرسہ کا رقبہ آٹھ نو سو گز ہے، ایک وسیع اور شاندار بلڈنگ ہے، جس میں طلبہ کی رہائش کے لیے (۳۵) کشادہ اور ہوادار کمرے ہیں، درس و تدریس کے لیے ان سے وسیع تر آٹھ کمرے اور ہیں جن میں برقی روشنی اور بجلی کے پنکھوں کا انتظام ہے، مدرسہ کے جنوبی حصہ میں ایک بڑا ہال (دار التذکیر) ہے، جس میں سالانہ امتحان اور دیگر خاص جلسے منعقد کیے جاتے ہیں۔ ایک باورچی خانہ بھی علحدہ ہے۔ عمارت کے بالائی حصہ میں ایک شاندار کتب خانہ کی عمارت ہے جس میں عربی اردو کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں، مدرسہ کے مغربی جانب ایک کشادہ شاندار مسجد ہے، مدرسہ اور مسجد کے درمیان طلبہ کی ورزش کے لیے ایک سبزہ زار بنا ہوا ہے، جس کے چاروں طرف پختہ دیوار ہے۔ مدرسہ کا صحن مختلف قسم کے مفید پھول و پھل کے درختوں اور پودوں سے آراستہ و پیراستہ رہتا ہے جو ایک دلفریب باغیچہ سے کم نہیں ہے۔ مدرسہ کا فوٹو بھی "محدث" کے سالنامہ میں چھپ چکا ہے، اس کی تعمیر پر ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہوگا۔ ایک ہزار روپیہ کے لگ بھگ ماہانہ خرچ ہے"۔ (۲)

اس ابتدائی مکمل تعمیر کے بعد بھی حسب ضرورت مدرسہ میں تعمیری اضافے ہوتے رہتے تھے اس تعلق سے اخبار محمدی میں شائع ایک خبر ملاحظہ ہو:

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کی تعمیر میں اضافہ:

(۱) مجلّہ اہل حدیث ہریانہ: ۲۱ رمئی ۱۹۷۹ء، ص: ۸-۹

(۲) اخبار محمدی: ۱۵ رجولائی ۱۹۳۸ء ص: ۱۰، یادگار مجلّہ اہل حدیث۔ ص: ۳۰۱

"..........غسل خانے مدرسے کی مسجد میں تھے جو مسجد مدرسے میں ہی ہے اور بہت بڑی مسجد ہے لیکن چونکہ اہل محلّہ اور مسجد کے نمازی بھی ان ہی غسل خانوں کو استعمال کرتے تھے، اس لیے فیاض دل مہتمم صاحب نے مدرسے کے کنویں پر ٹنکی بنوا کر اس میں بجلی کی مشین لگوادی ہے جس سے چوبیس گھنٹے بافراط پانی آتا رہے، غسل خانے مدرسے ہی میں بنوا دیے گئے اور تقریبا چھ سات سو روپئے اس پر خرچ کیا گیا......" منیجر۔ (۱)

افتتاح اور تعلیم سے متعلق اعلانات:

تعمیر کی تکمیل کے بعد مدرسہ کے افتتاح اور اس میں داخلہ سے متعلق مجلّہ اہل حدیث امرتسر میں جو اعلانات شائع ہوئے ان میں سے بعض کو مختصرا پیش کیا جارہا ہے:

۱- **مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ صدر دہلی جاری ہوگیا:**

مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی اطلاع دیتے ہیں کہ مدرسہ سیالکوٹ کے طلبہ بہت جلد مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ واقعہ صدر بازار دہلی میں پہنچ جائیں خصوصا ملا فیروز دین سابق طالب علم سیالکوٹ جہاں کہیں بھی ہو وہاں کے احباب اسے سیدھا دہلی روانہ کردیں، انشاء اللہ ۲۷ رشوال سنہ حال مطابق ۴ رجولائی سنہ حال کو پڑھائی شروع ہوجائے گی اور ۱۱ رجولائی کو جلسہ افتتاحیہ ہوگا۔ (مفصل اعلان آئندہ) (۲)

۲- **مدرسہ دارالحدیث سیالکوٹ دہلی میں:**

اس سرخی کے تحت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی طرف سے ان کے سیالکوٹ مدرسہ کا مع مدرسین وطلبہ وکتب دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں منتقلی کا تفصیلی اعلان ہے، اس کے بعد مولانا سیالکوٹی لکھتے ہیں:

"مدرسہ اور مسجد کا اہتمام اندرونی حاجی صاحب نے خاکسار کے سپرد کیا ہے اور انتظام بیرونی کے لیے چند مقتدر اصحاب کی مجلس قائم ہوئی ہے۔" اس کے بعد تین اعلان

(۱) اخبار محمدی، دہلی: یکم اگست ۱۹۳۵ء

(۲) اہل حدیث امرتسر ۳۱ رجون ۱۹۲۱ء۔ ۲۴ رشوال ۱۳۳۹ھ۔ ص: ۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) داخلہ سے متعلق (۲) ضرورت مدرس (۳) دارالحدیث سیالکوٹ کے معاونین اپنی اعانت جاری رکھیں، افتتاحی اجلاس ۱۸؍جولائی کو ہوگا۔ المشتہر خاکسار محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ناظم وصدر مدرس''۔ (۱)

۳- مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا افتتاحی جلسہ:

''۱۸؍جولائی کو مدرسہ مذکور کا جلسہ بمکان مدرسہ ہوا، جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب بانی مدرسہ نے تحریک کی کہ مولانا ثناء اللہ صاحب اس جلسہ کے صدر ہوں، حاجی عبدالغفار صاحب وغیرہ نے تائید کی، خاکسار ابراہیم نے اور جناب حافظ عبدالوہاب صاحب دہلوی، مولوی محمد صاحب دہلوی، اور مولوی عبداللطیف صاحب مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی وغیرہ نے فضیلت علم میں تقریریں کیں۔ سب سے آخر صدر صاحب نے تقریر فرمائی، جس میں آج کل کے طلبہ دینی اور ان کے مربیوں اور مدارس کے بانیوں اور معاونوں کو مہاجرین اور انصار کے گروہ سے تشبیہ دے کر بتایا کہ جس طرح ابتدائے اسلام میں مہاجر اور انصار تھے اسی طرح آج کل یہ دو گروہ طلبہ اور اغنیاء ہیں، خدا ان سے دینی خدمت لیتا ہے، تقریر کے بعد صدر صاحب نے افتتاح مدرسہ کا اعلان فرما دیا، آپ کے بعد حافظ محمد صدیق صاحب دہلوی نے مدرسہ کی ابتدائی تحریکات کا ذکر کرکے حسب دستور صدر صاحب کا شکریہ ادا کیا، اب مدرسہ میں تعلیم شروع ہے، سردست دو مدرس ہیں۔ (خاکسار ابراہیم سیالکوٹی)'' (۲)

مدرسہ کے افتتاحی پروگرام کا آنکھوں دیکھا حال:

اس افتتاحی مجلس میں شریک مولانا حکیم عبدالکریم قریشی اس پروگرام کی بابت لکھتے ہیں:

''ہزاروں تمناؤں اور آرزوؤں کے جھرمٹ میں اللہ اللہ کرکے آخر وہ یوم مبارک و

(۱) اہل حدیث امرتسر: ۸؍جولائی ۱۹۲۱ء ص: ۱۳

(۲) ایضا: ۲۹؍جولائی ۱۹۲۱ء ص: ۱۳

مسعود، جس کا بڑی بے چینی کے ساتھ انتظار کیا جارہا تھا آن پہنچا، یعنی اس آب و گل اور حجر و حدید کے مجموعہ کو ایک مخصوص اسم سے موسوم کرکے رحمت خداوندی کا مہبط و ملائکہ سماوی کے نزول وشہود کا مرکز بنانا تھا۔ اشتہارات شاہراہوں، مساجد و مدارس اسلامیہ کے نوٹس بورڈوں پر چسپاں ہوگئے، دن اور تاریخ تو اس وقت افسوس ہے کہ مستحضر نہیں ہے (☆) لیکن وقت ومقام اور شرکاء وحضار محفل کے نورانی چہرے ابھی تک میرے پردۂ تخیل پر اس طرح مرتسم ہیں کہ گویا کل ہی کی بات ہے اور تازہ منظر ہے کہ 'لم يعف رسمها'۔

صبح کا وقت یہی کوئی دس ساڑھے دس بجے کا آوان ہوگا کہ مدرسہ کی جانب جو بڑا سا ہال تھا اس میں دریوں اور چاندنیوں کا فرش بچھا ہوا تھا، مدعوین جوق در جوق چلے آرہے تھے، اس ہال کے اندر جنوب مشرق گوشہ میں جو پختہ اسٹیج بنا ہوا تھا وہاں حضرت مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مع چند علماء کے رونق افروز تھے، حضرت مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ ادھر ادھر انتظامات وہدایات دینے میں مصروف تھے۔ دہلی کے متمول ومرفہ الحال مسلمانوں میں سے خصوصا پنجابی طبقہ موجود تھا اور منتظمین انتظامات میں مشغول ومنہمک تھے، یہ مال دار مذہب پرست طبقہ ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں مصروف تھا۔ ہر شخص کے چہرے پر مسرت وبہجت، شادمانی وشادکامی کے آثار ہویدا تھے، ہر طرف خوشی وخرمی کا ماحول تھا کہ ایک قاری نے اپنی قراءت سے جلسہ کی ابتداء کا اعلان کردیا، تلاوت کے بعد حضرت مولانا امرتسری کو مسند صدارت پیش کی گئی، مولانا محمد صاحب جونا گڈھی، مولانا مولوی احمد اللہ صاحب پرتاب گڑھی اور مولانا عبداللہ صاحب روپڑی وغیرہ نے موقع ومحل کی مناسبت سے بالکل مختصر تقریریں کیں، ان تقریروں میں صرف حضرت امرتسری کی تقریر طویل تھی۔

حمد وصلاۃ کے بعد صدر صاحب نے ان تحریکات و وجوہات کا تذکرہ فرمایا جو اس عظیم درسگاہ کے وجود میں آنے کا باعث بنی تھیں، خاص طور پر شیخ عطاء الرحمٰن صاحب بانی مدرسہ کو اس مبارک ومسعود اقدام پر مبارکباد دی کہ انہوں نے یکہ وتنہا اتنے عظیم بوجھ کو اللہ

(☆) ۱۸؍جولائی ۱۹۲۱ء = ۱۱؍ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ کو افتتاحی جلسہ ہوا تھا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی اللہ اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اور دعا دی کہ اللہ تعالیٰ اس ایثار کو قبول کرے۔

اس کے بعد دہلی والوں سے خطاب فرمایا کہ اس عظیم الشان تعلیم گاہ کے بنانے اور سنوارنے میں اگرچہ آپ نے ہمت وقربانی کا ثبوت دیا ہے لیکن ہم پنجابیوں نے بھی ایک بہت بڑے ایثار سے کام لیا ہے کہ مولانا سیالکوٹی کو جو اہل حدیثان پنجاب کی علمی دنیا میں بمنزلہ روح مانے جاتے ہیں اس مدرسہ کی خدمت کے لیے پنجاب سے دہلی روانہ کردیا ہے، یعنی اس دینی درسگاہ کی تاسیس وتعمیر میں آپ نے اگر آب وگل صرف کیا ہے تو پنجاب نے اپنی روح ودل پیش کردیا ہے، مجھے امید ہے کہ مولانا سیالکوٹی کی موجودگی اور سرپرستی میں یہ مدرسہ کامیابی وکامرانی کے اعلیٰ ترین مدارج طے کرے گا اور یہ مدرسہ ان شاء اللہ بہت جلد عملی حیثیت سے آسمان عزت وشہرت پر اختر تاباں بن کر ضیابار وضوفشاں ہوگا۔

مجھے شیخ عطاء الرحمٰن نے یہ اعلان کرنے کی بھی ہدایت کی ہے کہ مدرسہ چونکہ ابھی ابتدائی حالت میں ہے داخلہ بھی بہت محدود ومختصر ہوا ہے اس لیے مدرسہ کے جملہ مصارف شیخ صاحب ہی کے جیب خاص سے پورے کیے جائیں گے، کسی قسم کی امداد یا چندے کی اپیل فی الحال نہیں کی جائے گی، ہاں آئندہ جب مدرسہ کے مصارف بہت بڑھ جائیں گے ان شاء اللہ اس وقت امداد یا چندے کی اپیل کی جائے گی۔" (۱)

(۱) مجلّہ اہل حدیث ہریانہ: ۲۱ مئی ۱۹۷۹ء ص: ۸-۹

مدرسہ کے قواعد وضوابط

سطور ذیل میں مدرسہ کا دستور العمل پیش کیا جارہا ہے جو مدرسہ سے شائع ہونے والے ماہنامہ رسالہ "محدث" کے ضمیمہ کے طور پر ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا تھا۔ اسی ضمیمہ میں مدرسہ کا نصاب تعلیم بھی مندرج ہے، اس ضمیمہ کا سرورق اس طرح ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نصاب تعلیم

و

قواعد

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

منظور کردہ

جناب ناظم مدرسہ

میاں صاحب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب

صدر بازار دہلی

☆☆☆

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب آگے مدرسہ سے متعلق قواعد وضوابط ملاحظہ فرمائیں:

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

یہ مدرسہ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں میرے برادر بزرگ جناب حاجی شیخ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم ومغفور اور میری ناچیز کوششوں سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتبلیغ کی غرض سے قائم کیا گیا اور الحمدللہ برابر اپنے اغراض ومقاصد کو ملحوظ رکھتے ہوئے سرگرمی سے انھیں انجام دیتا رہا ہے۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم اس ناچیز خدمت کو قبول فرمائے اور اسے برسرِ ترقی رکھے آمین! اغراض ومقاصد مندرجہ ذیل ہیں:

مقاصد: اس مدرسہ میں علم حدیث کی تعلیم ہوگی حتی کہ طلبہ کو مع اصول وفروع کل فنون حدیث وقرآن میں اس قدر کافی استعداد پیدا ہو جائے کہ دقتِ نظر اور مہارت تامہ کے حصول میں کافی مدد مل سکے، اس لیے دیگر فنون بھی تعلیم میں شامل کر دیے گئے تاکہ ان سے مدد مل سکے اور فارغ التحصیل طلبہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا اجرا کر سکیں۔

تعلیم اور درجات

(۱) جملہ علوم وفنون مندرجہ نصاب کی تعلیم نو جماعت پر کی گئی ہے۔ (۲) ایک سال میں ہر جماعت اپنے نصاب کی جو فنون مختلفہ پر مشتمل ہے تکمیل کرے گی۔

امتحانات حسب ذیل ہوں گے:

(۱) اول امتحان سہ ماہی دو دن میں ختم ہو جائے گا، مدرسین دارالحدیث پرچہ ہائے سوالات بنا کر مقررہ دن میں طلبہ کو دیں گے اور وقت مقررہ کے ختم ہونے پر ہر مدرس اپنے متعلقہ پرچہ ہائے جوابات لے کر تین دن کے اندر نمبر دے کر داخل دفتر مدرسہ کریں گے۔ اس کے بعد ہی نتیجہ سنا کر تنبیہ وتشویق سے طلبہ کو تعلیم ومحنت پر آمادہ کر دیا جائے گا۔ (۲) امتحان ششماہی تین دن میں لیا جائے گا اور حسب بالا کارروائی عمل میں آئے گی۔ (۳) امتحان سالانہ میں ہر درجہ کے سوالات دہلی یا بیرون جات سے مشہور علماء کے تیار کردہ آئیں گے اور سوالات مذکور ناظم یا قائم مقام ناظم کے پاس محفوظ رہیں گے، ناظم

یا نائب ناظم بروز امتحان دارالحدیث میں خود آ کر پرچہ ہائے سوالات اپنے سامنے طلبہ کو تقسیم کراویں گے، نگرانی کے لیے دیگر اصحاب جو دارالحدیث سے ملازمت کا تعلق نہ رکھتے ہوں گے مقرر کیے جاویں گے اور وقت مقررہ پر طلبہ سے پرچہ ہائے جوابات لے کر ممتحنین کے پاس بھیج دیے جاویں گے۔ یا ممتحن بذاتِ خود مدرسہ میں آ کر پرچوں کا معائنہ کرے اور نتیجہ سے مطلع کرے، عموماً ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ ممتحن صاحب مع اپنے عملہ کے تشریف لاتے ہیں، خود پرچے تقسیم کرتے ہیں، اپنی نگرانی میں لکھواتے ہیں اور نمبر دیتے ہیں، پھر عام جلسے میں نتیجہ امتحان سنا دیتے ہیں۔ (۱)

انعامات مدرسہ

طلبہ کی حوصلہ افزائی اور ترغیب وتشویق کے لیے مدرسہ کی طرف سے مختلف قسم کے گراں قدر انعامات مقرر ہیں جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) سالانہ امتحان کے موقعہ پر جماعت میں اوّل آنے والے کو پانچ سے دس روپئے تک حسب درجات انعام دیے جاتے ہیں (۲) قرآن وحدیث میں اول آنے والے کو دس سے پندرہ اور بیس روپئے تک انعام میں دیے جاتے ہیں تاکہ طلبہ قرآن وحدیث میں سعی بلیغ سے کام لیں (۳) عمدہ اردو یا عربی تقریر کرنے والے کو پانچ سے دس روپئے تک دیے جاتے ہیں (۴) جو سال بھر تک جماعت نماز میں باقاعدہ شرکت کرتا رہے اس کو پانچ سے دس روپئے تک دیے جاتے ہیں (۵) وہ طالب علم جو خوشخطی اور مضمون نویسی میں مہارت رکھتا ہو اس کو پانچ سے دس روپئے تک دیے جاتے ہیں (۶) وہ طالب علم جو تمام مدرسہ میں زیادہ نمبر حاصل کرتا ہے اس کو تیس سے چالیس روپے تک مع دیگر تحفہ کے انعام میں دیے جاتے ہیں (۷) انتہائی جماعت میں کامیاب ہونے والے طلبہ کو مدرسہ کی سند اور چوغہ اور عمامہ دیا جاتا ہے اور اعلیٰ نمبر حاصل کرنے والے کو بیس سے تیس روپئے تک انعام میں دیے جاتے ہیں، نقد انعامات اس لیے رکھے گئے ہیں کہ طلبہ کو مالی سہولت وآسانی

(۱) مدرسہ کے خاص ممتحن مشہور عالم دین مولانا حافظ عبداللہ روپڑی تھے۔ آپ کا مفصل تذکرہ آگے آئے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو(۸) حسب ضرورت ناظم ان انعامات کی مقدار میں کمی بیشی بھی کرسکتا ہے۔

انعامات حفظ حدیث

جو طالب علم پوری بلوغ المرام یاد کرکے زبانی سنادے اس کو سو روپے انعام میں دیے جائیں گے اور جو طالب علم پوری مشکوۃ حفظ کرکے سنادے اس کو مبلغ پانچ سو روپے انعام میں دیے جائیں گے، اس سے پہلے مدرسہ کی جمع کردہ چالیس حدیثوں کا مجموعہ سنانے والوں کو خواہ وہ مدرسے کے ہوں یا بیرون مدرسہ کے انعامات دیے گئے ہیں۔ اسی طرح امسال بھی مدرسے کی طرف سے ایک سو احادیث کا مجموعہ طبع کرایا گیا ہے اسے یاد کرکے حفظاً مع ترجمہ سالانہ جلسے کے موقعہ پر سنانے والوں کو نقد انعام دیا جائے گا، انشاء اللہ۔

مدرسین اوران کے فرائض

(۱) دارالحدیث کا مدرس وہ عالم ہوگا جو اعتقاد اور عمل میں اہل حدیث ہو یا کم از کم اس کو بنظر استحسان دیکھتا ہو۔ (۲) ہر ایک مدرس کا فرض ہوگا کہ وہ اپنی زیر تدریس کتابیں پوری تیاری اور مطالعہ کے ساتھ پڑھائے اور طلبہ کے مطالعہ کا اندازہ کرتے ہوئے اس کو مطالعہ اور محنت پر مجبور کرے۔ (۳) مدرسین کا فرض ہوگا کہ وہ تعلیم کے ساتھ تربیت طلبہ کو مدنظر رکھیں، نیز تمام فرائض وسنن نبوی پر طلبہ کو عمل کرانے کی کوشش کریں۔ (۴) ہر ایک مدرس کا فرض ہوگا کہ وہ رجسٹر حاضری پر جو مدرسہ میں موجود ہوگا اپنے نام کے مقابل اپنی حاضری مع وقت کے درج کرے۔ (۵) ہر ایک مدرس کا فرض ہوگا کہ وہ درس کے وقت اپنی جائے معینہ پر موجود رہے۔ (۶) کسی مدرس کا کوئی گھنٹہ اپنے درس کے اوقات معینہ سے خالی ہو تو اس کو اپنی درسگاہ سے اس گھنٹہ میں غیر حاضر ہونا جائز نہیں، اگر ناظم کوئی کام درس یا تحریر کا سپرد کریں تو اس کو انجام دینا ہوگا۔ (۷) تمام مدرسین پر لازم ہوگا کہ علاوہ تعلیم کے دیگر نگرانی جو دارالحدیث یا طلبہ کے متعلق منجانب ناظم ان کو تفویض ہو اس کی تعمیل کریں۔ (۸) ناظم مدرسہ طالب علم کو امتحان داخلہ کے لیے جس مدرس کے سپرد کردے اس

کا فرض ہوگا کہ طالب العلم کی لیاقت کا اندازہ کرکے جماعت کی تعین کی رپورٹ ناظم کو کرے۔ (۹) ہر مدرس کا فرض ہوگا کہ جدید طلبہ کے داخلہ کے ایک ماہ بعد اس کی لیاقت کا اندازہ کرتے ہوئے ناظم کو رپورٹ کرے کہ وہ جس جماعت میں داخل ہے اس کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔ (۱۰) بوقت ضرورت ہر ایک مدرس کو رخصت کی تحریری اجازت ناظم سے لینی ہوگی۔ (۱۱) روزانہ جو رجسٹر حاضری ودیگر کارہائے متعلقہ دارالحدیث مہیّا کیے جائیں گے ان کی خانہ پری ہر ایک مدرس پر جس کے وہ سپرد کیے گئے ہوں کرنا لازمی ہوگا۔

داخلہ وفرائض طلبہ

(۱) جو طالب العلم مدرسہ میں داخل ہونا چاہے اس پر لازم ہوگا کہ مدرسہ کا فارم داخلہ (جو چھپا ہے اور دفتر مدرسہ سے درخواست پر بلا قیمت مل سکتا ہے) حاصل کرکے قانون ۲ کے مطابق خانہ پری کرکے فارم کو ناظم مدرسہ کے پاس برائے منظوری پیش کرے۔ (۲) منظوری حاصل کرنے کے بعد اس کی سند ساتھ لائے، ناظم سند دیکھ کر بعد امتحان داخلہ جس جماعت کے لائق ہوگا اس میں داخل کرے گا۔ (۳) فارم داخلہ میں حسب ذیل ضروری باتیں ہوں گی: پورا پتہ، نام مع ولدیت، صحیح عمر، مذہب، پیشہ، موجودہ سرپرست کا نام مع پتہ، مستطیع یا غیر مستطیع، سابقہ تعلیم کی تعیین، کسی معتبر آدمی کی تصدیق، جماعت کی تعیین۔ (۴) ہر طالب العلم کا فرض ہوگا کہ بہ موافق میثاق درخواست فارم داخلہ مدرسہ کے نصاب ہشت سالہ کو پورا کرے۔ (۵) پانچویں جماعت سے نیچے کے طالب علم کے لیے مدرسہ کے علاوہ کسی دوسرے امتحان کی تیاری ممنوع ہوگی، اوپر کی جماعت کے طالب العلم کے لیے لازم ہوگا کہ دوسرے امتحان کی تیاری کی اجازت ناظم مدرسہ سے حاصل کرے، ناظم اس کی لیاقت کو دیکھتے ہوئے اس کو اجازت دے دے گا۔ (۶) جماعت پنجم سے لے کر ہشتم تک کے طلبہ کو اوقات مدرسہ میں عام گفتگو عربی میں کرنا لازمی ہوگا، ہاں حل شبہات کے لیے استاد سے اردو میں گفتگو کرسکتا ہے۔ (۷) مدرسہ کی جانب سے ایک انجمن ہوگی جس میں ہر طالب العلم کا شریک ہونا لازمی ہوگا۔ (۸) عصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد سے مغرب تک طلبہ کو چاہیے کہ اپنی صحت کا لحاظ رکھتے ہوئے کھیل میں شریک ہوں اور جو طالب العلم کھیل میں شریک ہونا نہ چاہتے ہوں وہ کسی قسم کی ورزش کریں، مدرسے نے ایک لائق استاد کو مقرر کیا ہے جو اس وقت مدرسے کے وسیع اور بڑے کمرے میں بنوٹ کی صحیح تعلیم دیتے ہیں اور اس کی پوری مشق اور ورزش کراتے ہیں۔(۹) ہر طالب العلم کا فرض ہے کہ اپنی زیر درس تمام کتابوں کا لازمی طور پر مطالعہ کرے، اس کی خلاف ورزی کی صورت میں کافی تنبیہ ہوگی۔(۱۰) ہر طالب العلم کا فرض ہوگا کہ اپنے تمام اسباق ونماز پنج گانہ میں باجماعت ہمیشہ حاضر رہے، غیر حاضری کی صورت میں مناسب تنبیہ کا ناظم کو اختیار رہوگا۔(۱۱) اگر کوئی طالب علم قواعد مدرسہ میں سے کسی قاعدہ کی خلاف ورزی کرے گا تو پہلی اور دوسری مرتبہ سخت تنبیہ ہوگی، اس کے بعد خلاف ورزی کرنے والے کو ناظم جو سزا تجویز کرے اس کی تعمیل ضروری ہوگی، سزا کی نوعیت اخراج بھی ہوسکتی ہے۔(۱۲) طلبہ کو اپنی صحت کا خیال کرتے ہوئے قیام گاہ ودیگر اشیاء مثلاً بستر ولباس کی پوری صفائی رکھنی لازمی ہوگی (۱۳) ہر ایک طالب العلم جو مدرسہ میں داخل ہو اس کو لازم ہوگا کہ جملہ قواعد مدرسہ کی پابندی کرے۔ (۱۴) جملہ احکامات مدرسین ومہتمم کی تعمیل اس پر لازم ہوگی۔(۱۵) ہر ایک طالب العلم پر لازم ہوگا کہ درس کے وقت درسگاہ میں حاضر رہے۔ (۱۶) جملہ طلبہ پر لازم ہوگا کہ وہ احترام وآداب اساتذہ کو ہر وقت ملحوظ رکھیں۔(۱۷) مطالب کتاب زیر درس میں شکوک حل کرنے کا اساتذہ سے طلبہ کو حق ہوگا، لیکن گفتگو میں احترام وآداب کا لحاظ رکھنا ہوگا۔(۱۸) طلبائے مدرسہ کو حقہ یا سگریٹ پینا یا کسی دوسری مکروہ چیز کا استعمال کرنا سخت جرم ہے، اگر منع کرنے پر بھی باز نہ آئے تو پوری تنبیہ کے مستحق ہوں گے اور ممکن ہے کہ مدرسہ سے خارج کردیے جائیں۔(۱۹) اگر کوئی طالب العلم شرع کے خلاف اپنی وضع رکھے تو اساتذہ پر لازم ہے کہ اس کو تنبیہ کریں، بصورت عدم تعمیل ناظم صاحب کو رپورٹ کردیں تاکہ وہ مناسب کارروائی کریں۔(۲۰) کسی طالب العلم مقیم مدرسہ کو احاطہ مدرسہ سے بلا اجازت ناظم باہر جانے کا

اختیار نہ ہوگا، اس سے عصر کے بعد سے مغرب تک کا وقت مستثنیٰ ہے، لیکن اس کو بھی ناظم صاحب کسی خاص طالب العلم یا جملہ طلبہ کے لیے مصلحت وقت کا لحاظ کرکے منسوخ کراسکتے ہیں۔(۲۱) کسی طالب العلم کو بلا اجازت ناظم دارالاقامۃ میں کسی غیر شخص کو ٹھہرانے کا حق نہ ہوگا۔(۲۲) قیام طلبہ کے لیے جو جگہ تجویز کی جائے گی اس کو اسی جگہ قیام کرنا ہوگا، اس غرض کے لیے مدرسہ میں بکثرت آرام دہ کمرے موجود ہیں۔(۲۳) ہر ایک رخصت حاصل کرنے کے لیے تحریری درخواست ناظم کو دینی ہوگی اور بعد منظوری اس پر عمل درآمد ہوسکے گا۔(۲۴) جو طالب العلم بلا عذر معقول شریک امتحان سالانہ نہ ہوگا اس کا نام مدرسہ سے خارج کردیا جائے گا۔(۲۵) مدرسہ کے کسی طالب العلم کو جب تک وہ اس مدرسہ میں داخل ہے کوئی کتاب دوسری جگہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے کہ مدرسہ میں کل کتابوں کی پڑھائی کا بہترین انتظام موجود ہے، نیز مدرسہ میں کسی سے ایسی کتابیں پڑھنے کی ممانعت ہے جو اس کی جماعت میں نہیں ہیں، ہاں وہ کتابیں پڑھ سکتا ہے جو نصاب مدرسہ میں نہیں ہیں لیکن اس کی کتاب کی معاون ہیں۔

قواعد عمومی

(۱) جملہ مدرسین وملازمین کو ناظم کے احکام کی تعمیل واجب ہوگی۔(۲) تمام متعلقین مدرسہ کو لازم ہوگا کہ ہر ایک اپنے متعلقہ قواعد مدرسہ کی پابندی کرے۔(۳) چونکہ مدرسہ کو سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے وہ شخص جو مدرسہ سے تعلق رکھتا ہے عام ازیں کہ طالب العلم ہو یا ملازم سیاسیات میں اس کو عملی حصہ لینے کی اجازت نہ ہوگی۔(۴) مدرسہ کا ایک ڈاکٹر ہوگا جو مدرسہ کے تمام متعلقین کی بیماریوں کا علاج کرے گا اور اس علاج کے جملہ اخراجات کا ذمہ دار مدرسہ ہوگا، بشرطیکہ مریض مدرسہ کے ڈاکٹر کے زیر علاج رہے، عموماً یہ ڈاکٹر صاحب روزانہ مدرسے میں آیا کرتے ہیں۔(۵) طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام بذمہ ناظم ہوگا یا جس کو وہ اپنی طرف سے تجویز کرے لیکن بذات خود ناظم ہفتہ وار مطبخ کا معائنہ کرے گا۔(۶) مدرسہ اس بات کی کوشش کرے گا کہ طلبہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے کبھی کبھی مختلف موضوع پر مفید لکچروں کا انتظام کرے۔(۷) مدرسہ کی طرف سے طلبہ کی علمی وادبی حیثیت بڑھانے کی غرض سے عربی واردو رسائل واخبارات کا انتظام رہے گا۔(۸) متعلقین مدرسہ کو دارالحدیث کی لائبریری سے کتب غیر درسی لائبریری کے قواعد کے مطابق لینے کا حق ہوگا۔(۹) مدرسہ کی جانب سے ایک انجمن ہوگی جس میں طلبہ کو اعلیٰ پیمانے پر تقریر وتحریر ومناظرہ کی مشق کرائی جاوے گی ،عام اجلاسوں کے علاوہ اس انجمن کا ہر تین ماہ پر ایک خصوصی اجلاس ہوا کرے گا جس میں مدرسہ کے علاوہ مقامی علما وسربرآوردہ اصحاب بھی شریک ہوں گے،عام اجلاسوں کا صدر ایک مدرس ہوا کرے گا اور خصوصی اجلاسوں کا صدر مقامی اہل علم میں سے کسی معزز شخص کو مقرر کیا جائے گا،ان خصوصی اجلاسوں میں مختلف مضامین تقریری وتحریری عربی واردو نظم ونثر وغیرہ ہوں گے جن کا انتخاب مدرسہ کرے گا،صدر کے فیصلہ سے جو طالب علم تقریر وتحریر میں اول رہے گا اس کو مناسب انعام دیا جائے گا،خصوصی اجلاس میں پہلی جماعت سے پانچویں تک کے طلبہ کی اردو میں تقریریں اور تحریریں ہوں گی اور چھٹی جماعت سے لے کر آٹھویں تک کے طلبہ کی تحریریں اور تقریریں عربی میں ہوں گی،عمومی اجلاس میں چوتھی کے اوپر کے طلبہ بھی عربی تقریر وتحریر کی مشق کریں گے۔(۱۰) دس منٹ پہلے تیاری کی گھنٹی ہوگی اور اس کے بعد دوسری گھنٹی ہوگی جس کے ساتھ طلبہ واساتذہ کی حاضری لازم ہوگی،دوسری گھنٹی کے ساتھ جو شخص حاضر نہ ہوگا خواہ وہ استاد ہو یا طالب علم وہ غیر حاضر شمار کیا جائے گا،کسی عذر معقول کی درخواست گھنٹی سے پہلے ہونی چاہیے۔(۱۱) مدرسہ کا جو ڈاکٹر ہوگا اس کا فرض ہوگا کہ ہفتہ وار دارالاقامۃ کا معائنہ کرے اور صحت کے متعلق ضروری ہدایات اپنی رپورٹ میں ناظم کے پاس پیش کرے۔(۱۳) کمروں اور بستروں کی صفائی مدرسین کے زیر نگرانی ہوگی یا جس کو ناظم سپرد کرے۔(۱۴) ناظم مدرسہ کو اختیار کلی ہوگا کہ وہ حسب ضرورت جس قانون کی تبدیلی چاہے کرے اور اس پر مدرسین وطلبہ کو کاربند کردے۔

فرائض ناظم

(۱) ناظم کا فرض ہوگا کہ تمام متعلقین مدرسہ کو قواعد مدرسہ کے احترام پر قائم رکھے ،نیز تمام انتظامات کے متعلق بوقت ضرورت ہدایات جاری کردے اور اپنی طرف سے ایسے شخص کو مقرر کرے جو صفائی مدرسہ کی پوری نگرانی کرے۔(۲) ناظم مدرسہ کبھی کبھی بذات خود مطبخ ،درس گاہوں اور دارالاقامۃ کا معائنہ کرے گا اور جملہ انتظامات کی جو ملازمین مدرسہ کے سپرد کیے گئے ہیں دیکھ بھال کرے گا۔(۳) امور انتظامیہ میں جو شکایت پیدا ہوگی اس کا ازالہ ناظم کا فرض ہوگا،آج کل دن کا اکثر وبیشتر حصہ ناظم صاحب مدرسے میں ہی گذارتے ہیں تاکہ مدرسہ کی جزئی اور کلی امور کی پوری اصلاح بروقت ہوتی رہے۔

تعطیلات مدرسہ

علاوہ یوم جمعہ حسب ذیل ہوں گی: امتحان سہ ماہی کی ایک یوم،امتحان ششماہی کی دو یوم،امتحان سالانہ کی ڈیڑھ ماہ،عیدالاضحیٰ کی پانچ یوم،رخصت علالت ایک ماہ نصف تنخواہ پر۔

نوٹ: تعطیل کلاں کی تنخواہ کا مستحق وہی مدرس ہوگا جس نے پورے ایک سال دارالحدیث میں ملازمت کی ہے۔(۲) تعطیلات مقررہ کے علاوہ کسی ملازم مدرسہ کو کوئی رخصت نہیں ملے گی،اگر رخصت لے تو ایام رخصت کی تنخواہ وضع ہوگی۔(۳) میعاد رخصت ختم ہونے کے بعد بلا حصول رخصت ثانیہ دیگر ایام غیر حاضری میں شمار ہوں گے جن کی دوچند تنخواہ وضع ہوگی۔(۴) ایام رخصت کے درمیان اگر کوئی یوم یا ایام تعطیل آجائیں گے تو اختتام رخصت تک کل ایام رخصت میں شمار ہوں گے۔(۵) اگر ایام رخصت کے بعد کوئی تعطیل واقع ہو تو مزید رخصت بعد اختتام ایام تعطیل کے لیے حاضری لازم ہے،صرف تحریر کافی نہ ہوگی۔

اطلاع: مدرسہ کے متعلق جملہ خط وکتابت کا پتہ یہ ہے:

ناظم صاحب مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ صدر بازار دہلی

تمام شد۔ الراقم منشی مدرسہ ھٰذا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ کا نصاب تعلیم

کسی بھی ادارہ یا تعلیم کی کامیابی میں اہم رول ادا کرنے والے عناصر میں ایک اہم عنصر نصاب تعلیم ہوتا ہے، یہ نصاب اگر دقت نظر اور دوراندیشی سے مرتب کیا گیا ہوگا تو اس کے خاطر خواہ فوائد سامنے آئیں گے، دار الحدیث رحمانیہ کا نصاب اپنے وقت کے اعتبار سے بہت ہی منصوبہ بند، بہترین اور افراط وتفریط سے پاک نصاب تھا۔

محترم فاروق اعظمی صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبید اللہ رحمانی علیہ الرحمۃ سے ایک بار دریافت کیا کہ مدرسہ کا تعلیمی معیار اتنا بلند کیوں تھا اور وہاں سے ہر ذرہ آفتاب بن کر کیوں نکلتا تھا، حضرت شیخ نے کئی اسباب کا ذکر کیا جن میں سب سے پہلے نصاب تعلیم کا تذکرہ تھا کہ ”وہاں کا نصاب نہایت عمدہ تھا، ہر طرح کے افراط وتفریط سے حتی الامکان احتراز کیا گیا تھا، نہ کتب ادب کی فراوانی، نہ کتب منطق وفلسفہ کی بھرمار، بلکہ ہر فن کے لیے حسب ضرورت مفید کتابیں منتخب کی گئی تھیں، مدرسہ کا نصاب سترہ فنون: نحو، صرف، منطق، ادب، حدیث، فقہ، فرائض، اصول فقہ، مناظرہ، اصول حدیث، ہندسہ، عقائد، تفسیر، فلسفہ، عروض، بلاغت - ؟ پر مشتمل تھا، حدیث کی طرف خاص توجہ دی جاتی تھی، دوسری جماعت سے آٹھویں جماعت تک ہر درجہ میں حدیث کی ایک یا دو کتابیں شامل نصاب ہوتی تھیں، جماعت پنجم سے لے کر ہشتم تک کے طلبہ کو اوقات مدرسہ میں عام گفتگو عربی میں کرنا لازمی ہوتا تھا“۔(۱)

مولانا عبد الغفار حسن رحمانی علیہ الرحمۃ ”خصوصیات مدرسہ ہذا“ کے عنوان سے رقمطراز ہیں:

”۱- نصاب تعلیم میں حتی الامکان افراط وتفریط سے احتراز کیا گیا ہے، نہ کتب ادب

(۱) ماہنامہ محدث بنارس: اکتوبر ۱۹۸۴ء، ص: ۲۴

کی فراوانی ہے اور نہ ہی کتب منطق وفلسفہ کی بہت زیادہ بھرمار، بلکہ ہر فن کے لیے حسب ضرورت مفید کتب منتخب کی گئی ہیں، مدرسہ کا نصاب سترہ فنون: نحو، صرف، منطق، ادب، حدیث، فقہ، فرائض، اصول فقہ، مناظرہ، اصول حدیث، ہندسہ، عقائد، تفسیر، فلسفہ، عروض اور بلاغت پر مشتمل ہے۔

۲- ترجمہ قرآن کے ساتھ خاص اعتناء کیا گیا ہے، چنانچہ ابتدائی جماعتوں میں قرآن مجید کے مختلف پارے، ادب اور تربیتی حیثیت سے رکھے گئے ہیں تاکہ طلبہ میں شروع ہی سے قرآن مجید سے گہری دلچسپی اور اس پر عمل کرنے کا ذوق پیدا ہوجائے۔

۳- ابتدائی جماعتوں میں طلبہ کو اردو مضمون نگاری کی مشق کرانے کے لیے انشاء کو لازمی قرار دیا گیا ہے، تیسری جماعت سے ترجمتین اور چوتھی سے آٹھویں تک جواب مضمون بزبان عربی ضروری قرار دیا گیا ہے، تاکہ طلبہ اردو جریدہ نگاری اور عربی مضمون نویسی اور زبان دانی میں کافی مہارت پیدا کرسکیں، اس سے اس خامی کو دور کرنا مقصود ہے جو آج کل ہمارے اکثر علماء میں موجود ہے۔

۴- نام چونکہ دار الحدیث رحمانیہ ہے، اس لیے حدیث کی طرف خاص توجہ کی گئی ہے، دوسری جماعت سے آٹھویں جماعت تک ہر ایک درجہ میں ایک یا دو کتب احادیث داخل کی گئی ہیں اور سند دینے کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ طالب علم حدیث میں معتدبہ کامیابی حاصل کرے۔

۵- طلبہ کی آسانی اور سہولت کے لیے ہر جماعت میں صرف چھ یا سات کتابیں رکھی گئی ہیں جن کا امتحان دینا ضروری ہے، ہاں اگر طالب علم اپنے اندر زیادہ استعداد رکھتا ہے تو کتب اختیاری کا امتحان بھی دے سکتا ہے جیسا کہ قواعد مدرسہ میں اس کی تشریح موجود ہے، جو طالب علم صرف حدیث کے شائقین ہیں ان کے لیے جماعت دورہ بھی رکھی گئی ہے جس کی تکمیل ایک سال میں کروادی جاتی ہے، یعنی جو طلبہ دوسرے مدارس سے فارغ ہوکر آتے ہیں ان کے لیے دورہ حدیث کا اہتمام کیا گیا ہے، میرے آخری تعلیمی سال میں حسب ذیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نامور طلبہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں میرے ہم سبق تھے:

۱-مولانا عبدالحکیم قصوری، برادر نسبتی مولانا حکیم عبداللہ مرحوم (جہانیاں والے) مولانا قصوری صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ ہوکر آئے تھے، عربی ادب کا بہت اچھا ذوق تھا۔

۲-مولانا ابو النعمان انیس الرحمٰن صاحب بنگالی، فاضل درس نظامی دار العلوم دیوبند۔

۳-مولانا عبدالواحد صاحب فاضل علوم اسلامیہ جامعہ دارالسلام عمر آباد"۔ (۱)

مولانا عبدالغفار حسن نے اپنے اسی مضمون میں ایک جگہ اپنے ایک استاد مولانا محمد داود راغب شاہ جہاں پوری جو رحمانیہ ہی کے فارغ تھے ان کے بارے میں لکھا ہے:

"......بہت ہی ذہین اور قابل طلبہ میں شمار ہوتے تھے، رحمانیہ سے فارغ ہوکر وہیں کے مدرس ہوگئے، تقریباً ایک سال انہوں نے پڑھایا، ان کی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے رحمانیہ کا پورا نصاب چار سال میں ختم کردیا، یعنی ہر سال دو کلاسوں کا امتحان دیا کرتے تھے ......"۔(۲)

دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا مکمل نصاب مدرسہ سے شائع ہونے والے رسالہ محدث کے اسی ضمیمہ میں شائع ہوا تھا جس میں مدرسہ کے قواعد وضوابط شائع ہوئے تھے جنہیں سابقہ صفحات میں نقل کیا جاچکا ہے۔ سطور ذیل میں پہلے یہ پورا نصاب درج کیا جارہا ہے پھر اس سے متعلق کچھ تاثرات وتبصرے بھی نقل کیے جائیں گے۔

(۱) الاعتصام لاہور: ۱۹/اگست ۱۹۹۴ء ص: ۱۴-۱۵

(۲) ایضاً: ۴/نومبر ۱۹۹۴ء ص: ۱۹

جماعت	کتب	کتاب	ماہ	کتاب	ماہ
جماعت ادنی	کتب ضروری	۱-فارسی		۲-میزان ومنشعب ...	۴
		۳-پنج گنج مع زبدہ	۵	۴-نحو میر	۶
		۵-باکورۃ الادب	۶	۶-املا نویسی	۹
	کتب اختیاری	۱-ہمارے رسول		۲-خلاصہ تاریخ	

جماعت	کتب	کتاب	ماہ	کتاب	ماہ
جماعت اولی	کتب ضروری	۱-شرح مائۃ عامل	۶	۲-ہدایۃ النحو	۴
		۳-علم الصیغہ تا باب چہارم (خارج)	۶	۴-کبری	۳
		۵-ترجمہ قرآن مجید دو پارہ (۲۹-۳۰)	۴	۶-مجانی الادب تا ص ۸۸	۹
		۷-انشاء متعلقہ اخلاق بزبان اردو	۹		
	کتب اختیاری	۱-آئینہ کتاب نما		۲-جغرافیہ ہندوستان ۳ - اورنگ زیب عالمگیرؒ پر ایک نظر	

جماعت	کتب	کتاب	ماہ	کتاب	ماہ
جماعت ثانیہ	کتب ضروری	۱-فصول اکبری	۹	۲-کافیہ	۴
		۳-ترجمہ قرآن مجید ۵ پارے (از ۲۴ تا ۲۸)	۶	۴-بلوغ المرام	۹
		۵-مرقاۃ	۵		
		۶-دروس التاریخ حصہ اول ودوم	۶		
		۷-انشاء متعلقہ اقتصادیات بزبان اردو	۹		
	کتب اختیاری	۱-سیرت امین		۲-الفاروق ۳-جغرافیہ ایشیا	

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت	کتب	کتاب	ماہ	کتاب	ماہ
جماعت ثالثہ	کتب ضروری	۱-ترجمہ قرآن مجید آٹھ پارے (از ۱۶ تا ۲۳)	۸		
		۲-مشکوۃ جلد اول	۹		
		۳-شرح وقایہ جلد اول	۹		
		۴-شرح جامی تا مرفوعات ختم	۵		
		۵-شرح تہذیب	۹	۶-رشیدیہ	۳
		۷-دروس التاریخ حصہ سوم	۳	۸-ترجمتین وجواب مضمون	
		متعلقہ مذہب بزبان اردو	۹		
	کتب اختیاری	۱-فوز الاصغر ۲-تاریخ فلسفۂ اسلام ۳-تہذیب الاخلاق ۴-عقیدہ احمد بن حنبل			

جماعت	کتب	کتاب	ماہ	کتاب	ماہ
جماعت رابعہ	کتب ضروری	۱-مشکوۃ جلد ثانی	۹		
		۲-شرح وقایہ جلد ثانی تا کتاب العتق	۸		
		۳-قطبی تصدیقات (مختلطات خارج)	۶	۴-تلخیص المفتاح	۹
		۵-نور الانوار تا بحث حقیقہ ومجاز	۹	۶-نقطۃ الدائرۃ	۳
		۷-اقلیدس نصف اول از مقالہ اولی	۳		
		۸-سبعہ معلقہ (۴ معلقے اول)	۳	۹-ترجمتین وجواب	
		مضمون متعلقہ اخلاق بزبان عربی	۹		
	کتب اختیاری	۱-مفتاح السنۃ ۲-اعجاز القرآن ۳-نہایۃ الایجاز			

جماعت	کتب	کتاب	ماہ	کتاب	ماہ
جماعت خامسہ	کتب ضروری	۱-تفسیر جلالین نصف اول	۹	۲-ترمذی	۹
		۳-مختصر المعانی فن اول	۶	۴-دیوان متنبی تا قافیہ اول	۶
		۵-سراجی	۶		
		۶-ہدیہ سعیدیہ تا فصل فی المعادن (از فصل فی المزاج تا فصل فی کائنات الجو خارج)	۷	۷-قطبی تصورات	۳
		۸-شرح عقائد تا بحث عذاب قبر	۴	۹-شرح نخبہ	۴
		۱۰-ترجمتین وجواب مضمون متعلقہ اقتصادیات بزبان عربی			۹
	کتب اختیاری	۱-الفوز الکبیر وتاریخ علم الشرائع ۲-بدایۃ المجتہد ۳-حجۃ اللہ البالغۃ			

جماعت	کتب	کتاب	ماہ	کتاب	ماہ
جماعت سادسہ	کتب ضروری	۱-ابوداود	۹	۲-نسائی	۹
		۳-صدرا تا بحث مکان	۸	۴-سلم العلوم	۹
		۵-مقامات حریری، ۱۵ مقامے اول	۵	۶-تصریح	۴
		۷-تاریخ خضری حصہ اول	۶	۸-ترجمتین وجواب مضمون	
		متعلقہ تصوف بزبان عربی	۹		
	کتب اختیاری	۱-رسالہ حمیدیہ ۲-مقاصد الفلاسفہ ۳-معیار العلم			

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت سابعہ	کتب ضروری	ماہ ... ماہ ۱-بخاری شریف جلد اول...... ۹ ۲-مسلم شریف کامل...... ۹ ۳-تفسیر بیضاوی پارہ اول...... ۷ ۴-موطأ امام مالک...... ۹ ۵-حمد اللہ تا بحث شرطیات...... ۷ ۶-مسلم الثبوت............ ۴ ۷-شرح چغمینی تا بحث قسی...... ۳ ۸ - ترجمتین وجواب مضمون متعلقہ ادب عربی بزبان عربی ۹
	کتب اختیاری	۱-تاریخ اسلام ۲-نقد الشعر ۳-البیان والتبیین

جماعت ثامنہ	کتب ضروری	ماہ ... ماہ ۱-بخاری شریف جلد ثانی ...... ۹ ۲-ہدایہ جلد ثالث تا کتاب الوکالۃ ۸ ۳-توضیح تلویح تا بحث حقیقیہ ومجاز (داخل)........................۸ ۴-قاضی تا بحث موضوع...... ۶ ۵-میرزاہد امور عامہ ۹ ۶-اشارات........................ ۹ ۷-دیوان حماسہ (باب الحماسہ والادب)........................ ۴ ۸-ترجمتین وجواب مضمون متعلقہ مذہب بزبان عربی ۹
	کتب اختیاری	۱-تہافت الفلاسفۃ ۲-مقدمہ فتح الباری ۳-شرح مقاصد ۴-زادالمعاد

ایقاظ

نوٹ: ان تمام قواعد ونصاب میں بموقعہ ضرورت ہر قسم کی تبدیلی کا ناظم مدرسہ کو

اختیار ہے۔

(۱) ہر متعلم کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی جماعت کے کتب اختیاری میں سے کسی ایک کتاب یا دو کتاب کا (دو سے زائد نہیں) امتحان پرائیویٹ طور پر مطالعہ کرکے دے سکتا ہے۔ (اُ) کتب اختیاری سے حاصل کردہ نمبر اس کے مجموعی نمبروں میں بطور امداد شامل کیے جائیں گے۔ (ب) کتب اختیاری کے نمبر اس صورت میں مجموعہ نمبروں میں شمار نہیں کیے جاویں گے کہ جب وہ کتب ضروری میں سے دو کتابوں میں پے درپے ۱۵/۱۵ نمبر سے کم حاصل کرے۔

(۲) وہ طلبہ جو جماعت اولی میں داخل نہیں ہوسکتے اور تحریر وفارسی میں اتنی قابلیت رکھتے ہیں جس سے ابتدائی کتب صرف نحو بخوبی سمجھ سکیں ان کے لیے ابتدائی کتب صرف ونحو کی تعلیم کا بہ نام جماعت ادنی مدرسہ میں انتظام ہوگا جس کا نصاب صرف ایک سال میں ختم کرلینے کے بعد (بشرط کامیابی) جماعت اولیٰ میں داخل کرلیے جائیں گے۔

نوٹ: چونکہ جماعت ادنیٰ اور اولیٰ میں عموماً نوعمر بچے ہوتے ہیں اس لیے بڑی عمر کے لوگوں کو ان دونوں جماعتوں میں داخل کرنے سے احتیاط اولیٰ سمجھی جاتی ہے۔'' (۱)

دارالحدیث رحمانیہ کے نصاب میں شامل لازمی کتابوں کو فنون پر ترتیب دیا جائے تو درج ذیل فہرست بنتی ہے:

☆ تفسیر واصول تفسیر: ترجمہ قرآن، تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی
☆ حدیث: بلوغ المرام، مشکاۃ المصابیح، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابوداود، موطا مالک، بخاری، مسلم
☆ اصول حدیث: شرح نخبۃ الفکر
☆ عقائد: شرح عقائد نسفیہ، (شرح مواقف)
☆ فقہ: قدوری، شرح وقایہ، ہدایہ اخیرین

(۱) ضمیمہ رسالہ محدث دہلی: رمضان ۱۳۵۵ھ=۱۹۳۶ء، ص: ۲-۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ اصول فقہ: نورالانوار، توضیح تلویح، مسلم الثبوت

☆ نحو: نحو میر، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی، شرح مائۃ عامل

☆ صرف : میزان منشعب ، پنج گنج مع زبدہ، علم الصیغۃ ، شافیہ، فصول اکبری (کبری)

☆ ادب وانشاء: باکورۃ الادب، مجانی الادب، دیوان حماسہ، مقامات حریری، سبعہ معلقہ، دیوان متنبّی، انشاء، ترجمتین

☆ منطق: شرح تہذیب، قطبی، شمس بازغہ، حمداللہ، قاضی مبارک، شرح مطالع، میر زاہد، مرقاۃ، سلم العلوم

☆ فلسفہ: ہدایۃ الحکمۃ، شمس بازغہ، ہدیہ سعیدیہ، شرح اشارات، صدرا

☆ مناظرہ: رشیدیہ

☆ ہندسہ: محیط الدائرۃ، (نقطۃ الدائرۃ، اقلیدس)

☆ تاریخ: دروس التاریخ ج۱،۲،۳۔ تاریخ خضری ج۱ (مقدمہ ابن خلدون، تاریخ الخلفاء)

☆ فرائض: سراجی

☆ عروض:

☆ بلاغت: تلخیص المفتاح، مختصر المعانی

☆ ہیئت: تصریح، شرح چغمینی

☆ (فارسی ، املا نویسی)

اوراختیاری کتابوں کے نام اس طرح ہیں:

☆ ہمارے رسول، خلاصہ تاریخ، آئینہ کتاب نما، جغرافیہ ہندوستان، اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر، سیرت امین، الفاروق، جغرافیہ ایشیا، فوز الاصغر، تاریخ فلسفۂ اسلام، تہذیب الاخلاق، عقیدہ احمد بن حنبل، مفتاح السنۃ، اعجاز القرآن، نہایۃ الایجاز، الفوز الکبیر

وتاریخ علم الشرائع، بدایۃ المجتہد، حجۃ اللہ البالغۃ، رسالہ حمیدیہ، مقاصد الفلاسفہ، معیار العلم، تاریخ اسلام، نقد الشعر، البیان والتبیین، تہافت الفلاسفۃ، مقدمہ فتح الباری، شرح مقاصد، زادالمعاد۔

کسی بھی تعلیمی ادارے کا نصاب اس ادارہ کے اہداف ومقاصد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے، دارالحدیث رحمانیہ کے ذمہ داران کے سامنے کیا اہداف تھے اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا عبدالغفار حسن رحمانی لکھتے ہیں:

''معزز قارئین! اب آپ کو ایک گونہ مدرسہ کے قیام کے اغراض سے اجمالی واقفیت ہوگئی ہوگی، لیکن ایک مرتبہ پھر آپ کو واضح الفاظ میں وہ بتانا چاہتا ہوں، کیونکہ کسی چیز کا حسن وقبح، نفع ونقصان اس کے اغراض ہی سے ظاہر ہوا کرتا ہے، پس معلوم ہونا چاہیے کہ اس مدرسہ کا اولین مقصد یہ ہے کہ طالبان علم دین کو قلب کے سکون وراحت اور طالب علمانہ زندگی کی ضروریات کا بہترین طریقہ پر انتظام کرتے ہوئے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی صحیح تعلیم اور محققانہ درس دیا جائے، اوران کو اعتقاداً اور عملاً تعلیمات نبویہ کا حقیقی پیرو بنا کر سنت اور اہل سنت کا سچا خادم بنایا جائے، اور وہ علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ فنون عقلیہ پر بھی حاوی وقادر ہوں، جیسے ہمارے اسلاف تھے، خود عامل حدیث بن کر دنیا کو عمل بالحدیث کی دعوت دیں''۔(۱)

دارالحدیث رحمانیہ کے ایک دوسرے معروف مدرس مولانا نذیر احمد رحمانی املوی لکھتے ہیں:

''ہمارے یہاں ترجمہ قرآن مجید ودیگر ہر قسم کی دینی وفنی کتابوں کے ساتھ ہر جماعت میں ایک گھنٹہ تحریری مشق کا بھی لازمی طور پر رکھا گیا ہے، چنانچہ اس پر باقاعدہ عمل ہو رہا ہے، ادنی جماعت سے لے کر دوسری جماعت تک اردو زبان میں املا وانشاء کی مشق کرائی جاتی ہے، اور تیسری جماعت میں ترجمتین اور اردو زبان میں خاص عنوان کے

(۱) الاعتصام لاہور: ۱۹/اگست ۱۹۹۴ء ص:۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماتحت مضمون نگاری کرنی پڑتی ہے، پھر چوتھی جماعت سے لے کر آٹھویں تک ترجمتین (یعنی کبھی اردو عبارت کی عربی بنانا اور کبھی عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ کرنا) اور اپنی اپنی جماعتوں سے متعلق عنوانات پر صرف عربی زبان میں مضامین لکھنے پڑتے ہیں، یہ چیز مدرسہ کے قواعد اور طلبہ کے فرائض میں داخل کر دی گئی ہے کہ جماعت پنجم سے لے کر ہشتم تک کے طلبہ کو کم از کم اوقات مدرسہ میں عام گفتگو عربی میں کرنا لازمی ہوگا''۔(۱)

واضح رہے کہ ذمہ داران ادارہ نے صرف نصاب کو جامع اور موثر ہی بنانے تک اپنی کوشش محدود نہ رکھی تھی بلکہ اس کی تنفیذ وتکمیل کو بھی یقینی بناتے تھے۔ مجلّہ اہل حدیث امرتسر کے ایک شمارے میں مدرسہ کے ششماہی امتحان کی خبر کے آخر میں کہا گیا ہے کہ:

''جماعت سابعہ وثامنہ کا امتحان ششماہی اس وجہ سے ملتوی کر دیا گیا کہ ان کا ششماہی نصاب بہ موانع چند پورا نہ ہو سکا اور دو ہفتہ کی تعلیم کی کمی رہ گئی تھی، لہذا ان طلبہ کو کتابوں کے پورا کرنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ دو ہفتہ میں انہوں نے اپنی کتابیں پوری کر لیں، اب ان طلبہ کا امتحان سالانہ امتحان کے ساتھ ہوگا...''۔(۲)

نصاب پر ایک نظر:

مدرسہ کے نصاب تعلیم پر مندرجہ بالا تاثرات نقل کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس نصاب کا ایک سرسری جائزہ بھی لے لیا جائے تاکہ اس کے محاسن ونقائص دونوں سامنے آئیں، نیز بعض غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو سکے۔

سب سے پہلے مدرسہ رحمانیہ ہی کے فاضل ومدرس مولانا عبدالغفار حسن رحمانی کا اس نصاب پر ایک اور تبصرہ نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو اس کی بعض خامیوں کے بیان کو بھی متضمن ہے۔ ''نصاب تعلیم کی خصوصیات'' کے عنوان سے مدرسہ کے نصاب پر گفتگو فرماتے ہوئے مولانا لکھتے ہیں:

(۱): رسالہ محدث دہلی، جنوری ۱۹۴۰ء، ص:۴-۵

(۲) اہل حدیث امرتسر: ۱۹/دسمبر ۱۹۲۴ء، ص:۹

''مدرسہ رحمانیہ میں ایک طرف حدیث کا خصوصی اہتمام تھا تو دوسری طرف معقولات کو بھی مناسب جگہ دی گئی تھی۔

ترجمتین سے آغاز ہوتا اور پانچویں سال میں جلالین اور بیضاوی (سورہ بقرہ) کا درس ہو جاتا۔ پہلے چار سال میں سارے قرآن کا ترجمہ مع مختصر تفسیر کے نظر نواز ہو جاتا، لیکن سارے قرآن کی مفصل تفسیر کا نہ ہونا کھٹکتا تھا۔

عربی ادب میں حماسہ، متنبّی اور سبعہ معلقات پر زور رہا۔ میرے خیال میں مقامات حریری نہ صرف عربی ذوق کو خراب کرتی ہے، بلکہ بھیک مانگنے کی بھی ستائش کرتی ہے۔ اسی طرح نفحة الیمن میں ایسے واقعات بیان کیے گئے ہیں جو اخلاقیات کے منافی ہیں۔

تاریخ اسلام بہت مختصر، جغرافیہ سرے سے ندارد، اخلاقی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا.....''(۱)

مولانا موصوف کے اس تبصرہ میں بڑا اجمال اور غموض ہے، بالخصوص ابتدائی سطروں میں۔ چنانچہ آپ کا یہ فرمانا کہ ''پانچویں سال میں جلالین اور بیضاوی کا درس ہو جاتا'' امر واقع کے خلاف ہے۔ کیونکہ جو نصاب ہمارے سامنے ہے اس میں تفسیر جلالین جماعت خامسہ میں ہے اور تفسیر بیضاوی جماعت سابعہ میں ہے۔

اسی طرح آپ کا یہ بیان کہ ''پہلے چار سال میں سارے قرآن کا ترجمہ مع مختصر تفسیر کے نظر نواز ہو جاتا'' نصابی تفصیل سے میل نہیں کھاتا۔ کیونکہ نصاب میں ترجمہ قرآن مجید سے متعلق جو کچھ مرقوم ہے وہ اس طرح ہے:

-جماعت اولیٰ:	پارہ ۲۹-۳۰	۲/ پارے
-جماعت ثانیہ:	پارہ ۲۴ تا ۲۸	۵/ پارے
-جماعت ثالثہ:	پارہ ۱۶ تا ۲۳	۸/ پارے
		کل ۱۵/ پارے

(۱) مولانا عبدالغفار حسن: حیات وخدمات، ص:۷۳-۷۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت رابعہ ترجمہ وتفسیر سے خالی ہے۔ایسے ہی جماعت سادسہ وجماعت ثامنہ بھی۔

البتہ قرآن کے آخر کے پندرہ پارے کا ترجمہ ومختصر تفسیر اور شروع کے پندرہ پارے کا درس تفسیر جلالین سے پورے قرآن کا احاطہ ضرور کرتا ہے، پھر تفسیر بیضاوی سے پہلے پارے کو داخل درس کر کے تفصیلی تفسیر کا ایک نمونہ پیش کر دیا گیا ہے۔اس جگہ بھی مولانا کے بیان کے مطابق تفسیر بیضاوی سے سورہ بقرہ کی تفسیر داخل درس ہے جب کہ نصاب میں پارہ اول ہی مندرج ہے۔

رحمانی صاحب کا جغرافیہ سے متعلق استدراک بھی محل نظر معلوم ہو رہا ہے، کیوں کہ نصاب میں اختیاری کتب میں جغرافیہ کی دو کتابیں دیکھنے کو مل رہی ہیں: (۱) جغرافیہ ہندوستان (۲) جغرافیہ ایشیا۔

نصاب میں ایک چیز جو زیادہ کھٹک رہی ہے وہ یہ کہ پورے نصاب میں اصول حدیث کی صرف ایک کتاب شرح نخبہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔اس سے اس فن کے ساتھ ناانصافی کا احساس ہو رہا ہے۔

منطق وفلسفہ کی کتابیں تعداد میں زیادہ نظر آ رہی ہیں۔اس تعلق سے یہ واضح رہے کہ اس دور میں جس درس نظامی کا چلن تھا اس میں ان دونوں فنون پر کافی زور دیا جاتا تھا اور ان سے متعلق کتابوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی جو اس نصاب میں نظر آ رہی ہے۔

تقریر وتحریر کی مشق

دارالحدیث رحمانیہ میں دیگر مدارس عربیہ کی طرح طلبہ کی ایک انجمن تھی جس کا نام ''جمعیۃ الخطابۃ'' تھا، ابتداءً مدرسہ میں تین انجمنیں الگ الگ ناموں سے الگ الگ زبان کے طلبہ کے لیے تھیں: (۱) تہذیب الکلام، اردو خطابت کے لیے، (۲) اصلاح اللسان: بنگالی زبان والوں کے لیے، (۳) تہذیب البیان: پنجابی زبان والوں کے لیے۔بعد میں (۱۹۳۱ء کے آس پاس) علاقائی ولسانی تعصب سے بچنے کے لیے صرف ایک انجمن ''تہذیب الکلام'' باقی رکھی گئی، اسی کا نام بعد میں بدل کر ''جمعیۃ الخطابۃ'' مقرر ہوا۔ مولانا عبدالغفار حسن رحمانی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے وقت میں کم عمر طلبہ کے لیے تہذیب الاخلاق (یا تہذیب الاطفال) کے نام سے الگ انجمن بھی بنائی تھی۔

دار الحدیث رحمانیہ کی طرف سے شائع ہونے والے رسالہ محدث کے ایک شمارے میں جمعیۃ الخطابۃ کا تعارف کراتے ہوئے مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی لکھتے ہیں:

''اس مدرسہ کے طلبہ کو کتابی لیاقت واستعداد کے ساتھ عملی میدان میں کام کرنے کے لائق بھی بنایا جاتا ہے۔چنانچہ اس مقصد کے لیے مدرسہ میں ایک انجمن ''جمعیۃ الخطابۃ'' کے نام سے قائم ہے۔ہر جمعرات کو دوپہر سے مدرسہ میں تعلیم بند ہو جاتی ہے اور بجائے اس کے لڑکے تقریروں اور مناظرے کی مشق کرتے ہیں۔اساتذہ اس کے نگراں ہوتے ہیں۔پانچ روز پہلے ایک پروگرام شائع کر دیا جاتا ہے، جس میں عربی اور اردو عنوانات مقرر کر دیے جاتے ہیں اور پھر ہر طالب علم اپنے محولہ مضمون پر تیار ہو کر آتا ہے۔کبھی کبھی برجستہ عنوانات پر بھی تقریریں کرائی جاتی ہیں۔ان ہفتہ واری اجلاسوں میں جو بہترین تقریر کرتا ہے اس کو مدرسہ کی طرف سے نہایت حوصلہ افزا انعامات دیے جاتے ہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوصاً عربی زبان کا زیادہ لحاظ کیا جاتا ہے...'' (۱)

واضح رہے کہ اس انجمن کے عہدے داران کا انتخاب طلبہ مدرسہ خود کرتے تھے۔مولانا نذیر احمد صاحب فرماتے ہیں:

''اس انجمن کے صدر اساتذہ ہوتے ہیں لیکن دوسرے عہدے دار مثلاً ناظم ومنصرم وغیرہ خود طلبہ میں سے ہوتے ہیں جن کو وہ خود ووٹ کے ذریعہ منتخب کرتے ہیں۔ باقاعدہ الیکشن (انتخابی مقابلہ) ہوتا ہے، اس میں جس کے ووٹ زیادہ آتے ہیں وہی منتخب ہوتا ہے...'' (۲)

تعلیمی مراحل کے اعتبار سے انجمن ''جمعیۃ الخطابۃ'' کو دو شعبوں میں تقسیم کیا گیا تھا ،پہلے شعبہ میں جماعت اولیٰ سے رابعہ تک کے طلبہ اردو میں تقریری مشق کرتے تھے، دوسرا شعبہ خامسہ سے ثامنہ (فراغت) تک کے طلبہ کے لیے تھا جس میں صرف عربی زبان میں تقریر ہوتی تھی۔مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق انجمن کا اجلاس ہر ماہ ایک بار اردو میں اور ایک بار عربی میں منعقد ہوتا۔مولانا ۱۹۳۳ء میں فراغت حاصل کر چکے تھے، غالباً بعد میں یہ اجلاس ہفتہ واری ہونے لگا، کیونکہ ایک سوال کے جواب میں والد محترم مولانا محمد صاحب اعظمی حفظہ اللہ (جو ۴۷-۱۹۴۶ء میں وہاں متعلم تھے) نے ہفتہ وار اجلاس ہی کا ذکر کیا ہے۔

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی فرماتے ہیں کہ: ''ہمیں عربی زبان کا بڑا شوق تھا، طلبہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ہماری باری بڑی مشکل سے آتی تھی ،ہم چار ساتھیوں نے مل کر'' جمعیۃ اللغۃ العربیۃ'' کے نام سے ایک تنظیم بنائی ،طلبہ اور اساتذہ جمعہ کی نماز کے بعد سیر کو نکل جاتے تو ہم مسجد میں اپنا اجلاس کرتے ،ایک صدر بن جاتا اور دوسرا سکریٹری، تیسرا مقرر ہوتا اور چوتھا سامع ہو جاتا، ان مشقوں نے بعد میں بہت فائدہ دیا''۔(۳)

(۱) رسالہ محدث، دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء۔ص: ۲۵۔۲۶ (۲) رسالہ محدث دہلی: جنوری ۱۹۴۰ء ،ص:۵

(۳) مولانا عبدالغفار حسن: حیات وخدمات، ص:۴۳۱-۴۳۲

ایک دوسری تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحکیم قصوری اس خصوصی جمعیت کے صدر، مولانا عبدالغفار سکریٹری، بنگال کے لقمان اور انیس الرحمٰن اور عمر آباد کے عبدالواحد مدراسی مقرر اور سامع ہوتے تھے ،ایک مرتبہ اسی پرائیویٹ مشق کے دوران عربی زبان میں ایک مناظرہ ہوا تو اچھا خاصا مجمع اکٹھا ہو گیا۔(۱)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی فرماتے ہیں کہ''عربی کی یہ مشق مدینہ منورہ کی تدریس کے وقت خوب کام آئی،

(عربی بول چال کی مشق وممارست کا ایک اور انداز ذکر کرتے ہوئے مزید فرمایا)

درس حدیث کے دوران ہر طالب علم کی خواہش ہوتی کہ وہ حدیث کی تلاوت کرے، چنانچہ باری مقرر کی گئی۔ ہفتہ کے دن قراءت میرے سپرد تھی اور باقی چھ ساتھی دوسرے دنوں میں۔ہم نے آپس میں عربی زبان میں گفتگو کرنے کا التزام رکھا تھا اور اگر کوئی اردو میں بات کر لیتا تو حدیث پڑھنے کی اس کی باری جاتی رہتی۔''(۲)

''انجمن کی ایک لائبریری بھی تھی ،سکریٹری انجمن ہفتہ وار اجلاس کا لائحہ عمل اس طرح تیار کرتا تھا کہ ہر مقرر کے عنوان تقریر کے ساتھ اس کے مصدر (کتاب یا رسالہ) کی نشاندہی بھی ہوتی تھی، ہر ہفتہ وار اجلاس میں اول اور دوم پوزیشن والے کو دو اور ایک روپیہ انعام مقرر تھا۔

کبھی بعض مناسبات سے انجمن کا خصوصی اجلاس بھی ہوتا تھا، مثلاً عیدالاضحیٰ اور عاشوراء، وغیرہ۔سالانہ اختتامی انجمن امتحان سالانہ سے پہلے ہونے کے بجائے نتائج امتحان سنائے جانے کے بعد ممتحن کی زیر صدارت ہوا کرتی تھی، اور وہی پوزیشن حاصل کرنے والے مقرر کا فیصلہ کرتے تھے۔(۳)

(۱،۲) مولانا عبدالغفار حسن: حیات وخدمات، ص:۶۸

(۳) ماہنامہ محدث، بنارس: ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۸، ص:۶۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریری فن میں طلبہ کی تمرین وتربیت کے لیے مدرسین کے علاوہ بعض دوسرے نامور علما وخطبا کی بھی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ ''شیخ عطاء الرحمٰن نے مولانا محمد صاحب جوناگڈھی علیہ الرحمۃ سے (جن کا مکان اس وقت دہلی میں رحمانیہ کے قریب ہی تھا) درخواست کی کہ وہ طلبہ رحمانیہ کو خطابت کا سلیقہ سکھانے کے لیے کچھ وقت دیا کریں، چنانچہ وہ جمعرات کو ایک گھنٹہ کے لیے مدرسہ رحمانیہ کی مسجد میں تشریف لاتے اور اسلوب خطابت سکھانے کے لیے اہم عنوانات پر تقریر فرماتے''۔(۱)

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا انجمن کا سالانہ اجلاس مدرسہ کے سالانہ اجلاس کے ساتھ ہوتا تھا جس میں طلبہ کی دستار بندی ہوتی اور اسناد تقسیم کی جاتیں، اس موقع پر طلبہ کے مابین اردو عربی میں مسابقاتی تقریریں ہوتیں اور انھیں انعام سے نوازا جاتا، اس موقع پر دہلی اور قرب وجوار کے بڑے بڑے علماء اور عمائدین مدعو ہوا کرتے تھے، جن میں ڈاکٹر ذاکر حسین (سابق صدر جمہوریہ ہند) خواجہ عبدالحی فاروقی (جامعہ ملیہ اسلامیہ) مولانا عبدالعزیز میمن (علی گڈھ) مولانا محمد اسلم جیراج پوری (انکار حدیث کے ارتکاب سے قبل) مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا محمد صاحب جوناگڈھی، وغیرہ شامل ہیں، ان میں بعض علماء کی تقریریں بھی ہوتی تھیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ کی انجمن کی طرف سے سالانہ اجلاس کے لیے شائع ہونے والے ایک اشتہار کی عبارت یہاں نقل کردی جائے۔ یہ اشتہار ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء کا ہے: (۲)

(۱) مولانا عبدالغفار حسن............ص: ۹۹-۱۰۰

(۲) ایضاً ص: ۵۶۲

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ میں انجمن تہذیب الکلام کا

شاندار سالانہ جلسہ

مدرسہ مذکورہ کے طلبہ کی اس انجمن کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۳؍رجب ۵۱ھ بعد نماز عشاء ساڑھے آٹھ بجے منعقد ہوگا۔ جس میں مدرسہ مذکورہ کے قابل طلبہ کی دلپذیر مؤثر تقریروں کے علاوہ فاضلِ اجل عالم باعمل مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اور علامہ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب اور مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی نیز دیگر علمائے کرام بصیرت افروز روح پرور تقاریر فرمائیں گے۔

امید ہے کہ اہل دل حضرات وقت مقررہ پر مدرسہ مذکورہ واقع باڑہ ہندوراؤ میں تشریف لے آئیں گے اور شرکت جلسہ سے اپنی آنکھوں کو پر نور اور اپنے دل کو مسرور کریں گے۔

عبدالغفار حسن رحمانی ناظم انجمن تہذیب الکلام

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی

مدرسہ کا معائنہ کرنے والی شخصیتیں طلبہ کی تقریری ودعوتی صلاحیتوں کا کھل کر اعتراف کرتی تھیں اور انھیں دل سے دعائیں دیتی تھیں، مولانا عبدالقادر قصوری ۱۷؍محرم ۱۳۴۴ھ کو رحمانیہ میں تشریف لائے، آپ نے اپنے تاثرات میں لکھا کہ:

''.... طلبہ نے میرے سامنے تقاریر کیں اور ادیان غیر اسلامی کے مقابلے میں دین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی صداقت کو عقلاً ونقلاً ثابت کیا، یقیناً طلبہ میں ملکۂ تحریر وتقریر وتبلیغ کی مدد کرنے کی سعی نہایت قابل تحسین تھی۔''(۱)

شیخ عبدالعزیز میمنی نے ۶/رجب ۱۳۵۱ھ = ۱۹۳۲ء کو جب پہلی بار مدرسہ کا دورہ کیا تو خطبۂ استقبالیہ کے جواب میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میں نے مدرسہ رحمانیہ جب سے قائم ہوا ہے اس کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا لیکن مصروفیات کی وجہ سے اس کی زیارت نہ کرسکا، اور آج اپنے مخلص دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد کے بلانے پر یہاں حاضر ہوا ہوں، یہاں کے اساتذہ اور طلبہ کی محفل میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، ان کی اردو، عربی، پنجابی، اور بنگالی زبانوں میں في البديهه تقریریں سننے کا موقع ملا ہے، آج مجھے بے اختیار ابو الطيب المتنبی کا ایک شعر یاد آ گیا ہے:

تجمع فيه كل لسن وامة   فما تفهم الحداث إلا التراجم

ان میں ہر زبان اور ہر قوم کے لوگ جمع ہیں، مترجمین کے بغیر ان کی گفتگو نہیں سمجھی جاسکتی.........''۔(۲)

اخبار محمدی میں شائع درج ذیل دو خبریں بھی دار الحدیث کے طلبہ کی تقریری صلاحیتوں کا پتہ دیتی ہیں:

(۱)''مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کا جلسہ:

بتاریخ ۳/ ماہ رواں (اگست ۱۹۳۹ء) کو مدرسہ کی جمعیۃ الخطابہ کے سال رواں کے ختم پر حسب معمول ایک نہایت شاندار جلسہ زیر صدارت خطیب ہند حضرت مولانا مولوی محمد صاحب مدرس مدرسہ محمدیہ ایڈیٹر اخبار ہذا منعقد ہوا، صبح سے شام تک یہ جلسہ ہوتا رہا۔ شہری لوگ اور علمائے کرام نے بھی اس میں شرکت فرمائی۔ طلبائے مدرسہ کی اردو عربی

(۱) مولانا عبدالغفار حسن......ص:۹۳

(۲) مجلّہ صراط مستقیم، برمنگھم: جنوری ۱۹۹۹ء ص:۲۰

تقریریں ہوئیں، ان طلبہ کی بنائی ہوئی نظمیں سنائی گئیں۔ ہر ایک تقریر اپنے اپنے عنوان پر نہایت مدلل اور شگفتہ تھی۔ اس لیے جناب صدر صاحب نے ہر ایک کو اچھے نمبر دیے اور اس بنا پر تمام مقررین کو فیاض دل ناظم صاحب نے نقد انعام واکرام سے سرفراز فرمایا۔ حضرت المکرّم مولانا عبداللہ الشریف کی مصنف تاریخ حیدر آباد دوہند بھی اس تقریب میں شامل تھے آپ نے اپنے جذبات کا اور اپنی خوشی ومسرت کا نہایت اہم الفاظ میں اظہار فرمایا۔ خصوصا طلبہ کی عربی تقریروں پر بہت ہی مسرور ہوئے۔'' (۱)

(۲)''مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کا دسواں سالانہ جلسہ:

۱۵-۱۶/شعبان کو یہ جلسہ ہوا جس میں مولانا حافظ عبداللہ صاحب امرتسری، مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری، مولانا ابوالقاسم صاحب بنارسی، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی، مولانا محمد صاحب دہلوی، ایڈیٹر اخبار ہذا، مولانا احمد اللہ صاحب مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی، مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری، شمس الدین صاحب سابق پنڈت اور مدرسہ کے فاضل طلبہ وغیرہ کی تقریریں ہوئیں.....۱۶/شعبان اتوار کو بعد از عصر نتیجہ امتحان سنایا گیا...مدرسہ کی مطبوعہ رپورٹ جناب حاجی عبدالستار صاحب خلف الرشید جناب خاں صاحب شیخ حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے پڑھ کر سنائی اور تقسیم کی گئی...''(۲)

مناظرہ کی مشق:

تقریری مشق کے علاوہ طلبہ مناظرہ کی تربیت بھی مدرسہ میں حاصل کرتے تھے، اور پورے شوق اور دلچسپی سے اس میں حصہ لیتے تھے، بعض مناظروں کی روداد مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کی زبانی سنیں:

''اس وقت تقریری مقابلے بھی ہوتے تھے، اور مناظرے بھی، ایک مرتبہ تناسخ پر مناظرہ ہوا تو ہمارے مخالف گروپ والوں نے انکار کر دیا کہ آپ ہمیں مسلمان ہی رہنے

(۱) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵/اگست ۱۹۳۹ء ص:۱۵

(۲) ایضاً: ۱۵/جنوری ۱۹۳۲ء ص:۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیں اور ہم کو اس کے مخالف نہ بنائیں، اسی طرح مناظرہ ہوا تو میں نے عیسائیوں کی طرف سے بولنا تھا، عیسائیوں کو جب پتہ چلا کہ یہ ہماری طرف سے بولیں گے تو انہوں نے ہمیں اپنے کتب خانوں سے خود کتابیں لا کر دیں، میرے ساتھ مولانا عبدالعزیز مدراس والے تھے جب کہ میرے مقابلہ میں مولانا حاکم علی کراچی والے تھے، میں نے اپنے مخالف گروپ کو شروع میں کہا کہ سونا کو سونا ثابت کرنا مشکل نہیں ہے، اصل چیز تو تانبے کو سونا ثابت کرنا ہے۔ اسلام تو سچا دین ہے، اس کو ثابت کرنا مشکل نہیں ہے، اصل بات عیسائیت کو ثابت کرنا ہے جو کہ مشکل کام ہے۔'' (۱)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ایک دوسرا مناظرہ تناسخ کے موضوع پر تھا جس میں میں نے آریہ سماجیوں کے موقف کا دفاع کیا۔ میرے مقابل میرے ایک ساتھی عبدالغفور مدراسی تھے جو ناراض ہو کر مجھے میدان میں اکیلا چھوڑ گئے۔

ایک موضوع بابت ذبیح تھا۔ میں نے ثابت کیا کہ وہ اسحٰق علیہ السلام تھے، حیاتِ مسیح کے موضوع پر مولانا عبدالسلام بستوی نے مناظرے میں حصہ لیا۔ ایک دفعہ مولانا محمد سورتی کی صدارت میں ''الأئمة من قريش'' کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ اسلم جیراج پوری ثالث تھے، انہوں نے فیصلہ دیا کہ موضوع کی مخالفت میں بولنے والوں کے دلائل زیادہ قوی ہیں، یعنی امامت کے لیے قریشی کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ بات جب مولانا عبدالوہاب ملتانی تک پہنچی تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ: ''جاء الحق وزهق الباطل'' ہمارا دعویٰ رحمانیہ میں ثابت ہو گیا۔ دوسرے موضوعات جو مجھے یاد ہیں، مسئلہ خلق قرآن اور حجیت حدیث پر تھے، مناظرہ کی صدارت کوئی استاذ کیا کرتے تھے، مولانا

(۱) مولانا عبدالغفار حسن............، ص: ۴۳۲

عبیداللہ مبارکپوری یا مولانا نذیر احمد، اگر استاذ موجود نہ ہوتے تو اونچی جماعت کے طلبہ میں سے کسی کو صدر بنا دیا جاتا۔

میں چھٹے سال میں تھا جب کلکتہ کی جمعیت تبلیغ نے تین طلبہ کو تقریر کے لیے مدعو کیا، میرے ساتھ عبدالرؤف جھنڈانگری اور عبداللطیف پنجابی بھی تھے، میری تقریر ''حقوق نسواں'' کے بارے میں تھی''۔ (۱)

(۱) مولانا عبدالغفار حسن......ص: ۷۶

www.KitaboSunnat.com

امتحانات

ادارہ میں دیگر انتظامات کی طرح امتحانات کا معاملہ بھی بڑا منظم اور چست تھا، چاہے وہ داخلہ امتحان ہو یا پڑھائی گئی کتابوں کے عام امتحانات ہوں ہر ایک میں احتیاط، امانت داری اور سختی برتی جاتی تھی۔ اس تعلق سے پہلے داخلہ امتحان کی تفصیلات درج کی جارہی ہیں اس کے بعد عام امتحانات کے بارے میں گفتگو ہوگی۔

داخلہ امتحان:

دیگر تعلیمی اداروں کی طرح رحمانیہ میں داخلہ کے خواہش مند طلبہ کا بھی امتحان ہوا کرتا تھا۔ امتحان سے قبل طالب علم کو مدرسہ کی جانب سے مہیا کیا جانے والا فارم پر کرنا ہوتا تھا جیسا کہ مدرسہ کے اصول وقواعد میں ذکر ہو چکا ہے۔(۱)

داخلہ امتحان تقریری ہوتا تھا اور مدرسہ کے نصاب میں شامل کتابوں سے امیدوار طلبہ سے مطلوبہ جماعت کے اعتبار سے سوالات کیے جاتے تھے۔ مشرقی یوپی کے طلبہ کو یہ سہولت حاصل تھی کہ شوال میں نیا تعلیمی سال شروع ہونے سے قبل (اواخر شعبان، رمضان، اوائل شوال میں) مولانا نذیر احمد صاحب املوی کے گھر پر داخلہ امتحان دے کر اپنا نتیجہ معلوم کر سکتے تھے۔ چنانچہ مولانا نوشہروی مولانا نذیر احمد املوی کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

''......اسی وجہ سے تو جناب میاں عطاء الرحمٰن صاحب (ممدوح الصدر) کو آپ پر یہاں تک اعتماد ہے کہ اعظم گڈھ ونواحی کے طالب علم اگر زمانہ تعطیلات سالانہ میں آپ سے داخلہ کا سرٹیفکٹ حاصل کرلیں تو کافی ہے۔''(۲)

رحمانیہ کے داخلہ امتحان سے گزرنے والے دو بزرگوں کے احوال وتاثرات ملاحظہ ہوں:

مولانا عبدالرؤف رحمانی علیہ الرحمۃ کے ایک تذکرہ نگار لکھتے ہیں:

(۱) دیکھیے، ص: (۷۵)
(۲) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۴۱۲

''مولانا عبدالرحمٰن بہاری نے جو رحمانیہ میں استاد تھے، مقامات حریری، نورالانوار، شرح وقایہ، ترمذی، سبع معلقہ وغیرہ میں ہمارے مولانا (عبدالرؤف صاحب) کا داخلہ امتحان لیا۔ یہ چھٹی جماعت کی کتابیں تھیں، امتحان ہو چکا تو ممتحن صاحب نے خوش ہو کر پوچھا: داخلہ کس جماعت میں چاہتے ہو؟ کہا ساتویں میں، ارشاد ہوا ساتویں اور آٹھویں دونوں تمہارے لیے برابر ہیں.....بہر حال اپنے حسب منشا مولانا ساتویں ہی میں داخل ہوگئے۔'' (۱)

والد محترم مولانا محمد صاحب اعظمی حفظہ اللہ سے کیا گیا ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

''سوال: (دارالحدیث) رحمانیہ میں داخلہ امتحان کے کیا اصول وضوابط تھے؟ آپ کا داخلہ کب اور کس طرح ہوا؟

جواب: مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں کوئی فارم داخلہ نہیں ہوتا تھا، (۲) طلبہ کا داخلہ شفوی امتحان کے ذریعہ ہوا کرتا تھا، اور اسی امتحان میں دیگر کوائف بھی معلوم کیے جاتے تھے۔ مشرقی اتر پردیش کے امیدوار طلبہ کے لیے یہ سہولت تھی کہ رمضان المبارک کی تعطیل میں ''املومبارکپور'' (اعظم گڈھ) جا کر مولانا نذیر احمد املوی (ناظم تعلیمات رحمانیہ) کی خدمت میں امتحان داخلہ دیتے اور نتیجہ سے آگاہ ہو جایا کرتے۔ میرا داخلہ ۱۹۴۶ء میں ہوا تھا، عید کی چھٹی میں مولانا املوی کے مکان پر میرا امتحان ہوا، اور فیصلہ ہوا کہ جماعت رابعہ میں داخلہ میرے لیے مفید ہوگا۔''(۳)

ایک اور سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں:

''امتحان داخلہ سخت ہوتا تھا، اس میں کسی سفارش یا رعایت کی گنجائش نہیں ہوتی تھی،

(۱) ماہنامہ السراج جھنڈا نگر: خطیب الاسلام نمبر، ص: ۵۲۳
(۲) مدرسہ کے قواعد وضوابط میں فارم داخلہ کا بیان ہو چکا ہے۔ غالباً والد صاحب موصوف کو مولانا املوی رحمۃ اللہ علیہ کے دولت خانہ پر داخلہ امتحان دینے کی وجہ سے فارم نہ پر کرنا پڑا اور اس کا علم نہ ہوسکا۔
(۳) ماہنامہ محدث بنارس: ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۸ء ص: ۶۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے زیادہ امتحانات سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ میں مثالی سختی رہتی تھی، اس لیے وہی طلبہ تعلیمی سلسلہ جاری رکھ پاتے جو محنتی اور علمی پختگی کے شوقین ہوتے تھے۔'' (۱)

واضح رہے کہ صرف داخلہ امتحان میں کامیابی مدرسہ میں طالب علم کے مستقبل کی ضمانت نہ ہوتی تھی، کیوں کہ مدرسہ کے اصول وقواعد میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ''ہر مدرس کا فرض ہوگا کہ جدید طلبہ کے داخلہ کے ایک ماہ بعد اس کی لیاقت کا اندازہ کرتے ہوئے ناظم کو رپورٹ کرے کہ وہ جس جماعت میں داخل ہے اس کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔''

دیگر امتحانات:

رحمانیہ میں سال میں تین امتحان ہوا کرتے تھے: سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ، سہ ماہی اور ششماہی مدرسہ میں پڑھانے والے مدرسین کتابیں بدل کر خود لیتے تھے۔ مگر سالانہ امتحان خاص اہتمام سے ہوتا۔ اس امتحان کے سلسلے میں مدرسہ کا یہ ضابطہ طے تھا کہ مدرسین مدرسہ نہ تو اس کے سوالات تیار کریں گے اور نہ ہی امتحان کی نگرانی اور امتحانی کاپیوں کی جانچ کریں گے۔ بلکہ ان تمام کاموں کے لیے کسی ایسے فرد یا افراد کی خدمت لی جائے گی جس کا مدرسہ سے تعلق نہ ہو، تا کہ امتحان کی شفافیت برقرار رہے۔

اس نظام کے اثرات اساتذہ کی تدریس پر اور طلبہ کی پڑھائی اور تیاری پر لازماً پڑتے ہیں جیسا کہ اہل تجربہ سے مخفی نہ ہوگا۔

سہ ماہی اور شش ماہی امتحان مدرسہ کے اساتذہ لیتے تھے، البتہ کتابوں کا اساتذہ کے درمیان تبادلہ ہوتا تھا یعنی ایک مدرس کی پڑھائی ہوئی کتاب کا پرچہ دوسرا مدرس بناتا تھا۔

ہر امتحان سے قبل طلبہ کو ایک ہفتہ تیاری کا موقع دیا جاتا تھا۔ روزانہ تین امتحان ہوتے تھے اس طرح تین یوم میں امتحان مکمل ہوجاتے۔ سارے امتحانات تحریری ہوتے تھے۔ عموماً سہ ماہی کے بعد ایک دن اور شش ماہی کے بعد دو دن مدرسہ میں تعطیل رہتی، ہر

(۱) ماہنامہ محدث بنارس: ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۸ء ص:۶۶

مرتبہ اپنی جماعت میں اول آنے والوں کو دو-دو روپے انعام دیے جاتے، کبھی کبھی اس میں اضافہ بھی کر دیا جاتا تھا۔

سہ ماہی اور ششماہی امتحانات کی جھلکیوں پر مشتمل درج ذیل رپورٹیں ملاحظہ ہوں:

''سہ ماہی امتحان'' کے عنوان سے محدث دہلی کے ایک شمارے میں درج ذیل خبر مندرج ہے:

''ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ مطابق فروری ۱۹۳۸ء کے آخری ہفتہ میں طلبہ کو سہ ماہی امتحان کی تیاری کے لیے ایک ہفتہ کی مہلت دے کر ۲/محرم ۱۳۵۷ھ مطابق ۵/مارچ ۱۹۳۸ء یوم شنبہ (ہفتہ) سے باقاعدہ تحریری امتحان شروع ہوا۔ روزانہ تقریباً تین پرچے ہوکر ۴/محرم مطابق ۷/مارچ یوم دوشنبہ کو ختم ہوگیا۔ ۵/محرم مطابق ۸/مارچ کو مدرسہ میں تعطیل رہی۔ مدرسہ کے تمام طلبہ ومدرسین اپنی جسمانی راحت اور دماغی فرحت کے لیے اسی دن دہلی کے تاریخی باغ ''روشن آرا'' میں چلے گئے، جہاں آزادی کے ساتھ مختلف تفریحی کھیلوں میں لڑکے مشغول رہے۔ تقریباً گیارہ بجے کھانا کھایا جو خاص اہتمام سے اس موقع کے لیے تیار کرایا گیا تھا۔ کھانے کے بعد مہتمم صاحب مرحوم نے (جو خود بھی ایسے موقع پر غریب اور بے وطن طالب علموں کی عزت افزائی کے لیے نہایت گرمجوشی اور محبت وشفقت کے ساتھ ہمیشہ شرکت کیا کرتے تھے) امتحان میں اپنی اپنی جماعتوں میں صرف اول آنے والوں ہی کو ان کے نتیجوں سے آگاہ کر دیا۔ اور باقی لڑکوں کے نتائج مخفی رکھے گئے کیونکہ بعض ان میں ایسے بھی تھے جو بدقسمتی سے ناکام ہوگئے تھے، اس لیے رحم دل مہتمم صاحب نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس خوشی کے موقع پر ان کی دل شکنی کا کوئی سبب پیدا ہوجائے۔

نتیجہ مجموعی حیثیت سے بحمد اللہ بہت اچھا رہا۔ جماعت میں اول آنے والوں کو دو دو روپے نقد انعام دیے گئے، جن کی مجموعی تعداد اٹھارہ روپے ہے۔'' (۱)

محدث کے ایک دوسرے شمارے میں ''شش ماہی امتحان'' کی بعض تفصیلات

(۱) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء ص:۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوں مذکور ہیں:

"....٦/ ربیع الآخر ۵۷ھ سے ۱۲/ تک امتحان کی تیاری کے لیے مدرسہ میں تعطیل رہی، اور ۱۳/ سے باقاعدہ تحریری امتحان شروع ہوا۔ تین روز امتحان ہوتا رہا اور پھر ۱۶/ اور ۱۷/ کو طلبہ نے آرام کیا، اور ۱۸/ کو عالی جناب مہتمم صاحب نے خود ہی سب کو نتیجہ سنا دیا...

آپ نے ایک حوصلہ افزا جدت یہ بھی کی کہ اب کی مرتبہ آٹھویں جماعت میں اول آنے والوں کو اور جماعتوں کے اعتبار سے انعام میں ممتاز رکھا۔ چنانچہ سب کو پانچ پانچ روپے دیے اور اس کو دس مرحمت فرمائے۔ اس طرح پورے پچاس روپے اس شش ماہی امتحان کے موقع پر انعامات میں تقسیم ہوگئے۔ فجزاه الله أحسن الجزاء ، ويوفقه لما يحبه ويرضاه۔ "(۱)

رسالہ محدث کے جنوری ۱۹۴۷ء کے شمارے میں "سہ ماہی امتحان" کی سرخی سے یہ خبر شائع ہوئی ہے:

"ہم آپ کو تعلیمی سال کے شروع میں یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ اس سال سے دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا ۲۷ واں سال شروع ہو رہا ہے، الحمدللہ کہ سال کی ایک منزل ختم ہوگئی، یعنی ۵/ محرم ۱۳۶۶ھ بروز ہفتہ سے اس کا سہ ماہی امتحان شروع ہو کر ۷/ کو بخیر و خوبی ختم ہوگیا، اس امتحان کے پرچے خود اساتذہ ہی تیار کرتے ہیں، اور انہیں کی نگرانی میں اس امتحان کی ساری کارروائی انجام پذیر ہوتی ہے، امتحان کے بعد ۸/ محرم کو اس امتحان کی تعطیل رہی اور ۹، ۱۰/ کو عاشورے کی، جس میں طلبہ و مدرسین روزے سے رہے، اسی اثناء میں نتیجہ بھی مرتب ہوگیا جو طلبہ کو سنایا گیا، نتیجہ مجموعی حیثیت سے بفضلہ تعالیٰ حوصلہ افزا ہے، جماعت میں اول آنے والے ہر طالب علم کو جناب مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے دو دو روپے نقد انعام دیے گئے، فبارك الله فيه وأحسن إليه۔ (مدیر)"۔(۲)

(۱) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص: ۳۴-۳۵ (۲) ایضا: جنوری ۱۹۴۷ء، ص: ۱۱

رسالہ محدث ہی کے اپریل ۱۹۴۷ء کے شمارے میں "ششماہی امتحان" کی سرخی کے تحت درج ذیل خبر ہے:

"دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا ششماہی امتحان بھی بحمد اللہ خیر و خوبی کے ساتھ ختم ہوگیا، حسب دستور طلبہ کو امتحان کی تیاری کے لیے ایک ہفتہ کا موقع دیا گیا، اور پھر از یکم تا ۳/ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ امتحان ہوتا رہا، امتحان کے بعد دو روز مدرسہ میں تعطیل رہی، نتیجہ بحمد اللہ اچھا ہے، جماعت میں اول آنے والے ہر طالب علم کو مہتمم صاحب کی طرف سے دو دو روپے نقد بطور انعام دیے گئے۔ (منیجر)"۔(۱)

امتحان کی شفافیت اور معتبریت برقرار رکھنے کے لیے خوش قسمتی سے مدرسہ کو حسب طلب مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑی کی شکل میں ایک باصلاحیت، اصول پسند اور سخت گیر ممتحن کی خدمات حاصل ہوگئی تھیں۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی مولانا حافظ عبداللہ روپڑی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"۱۹۱۷ء (۲) میں دہلی میں مدرسہ رحمانیہ جاری ہوا، اس کے ارباب اہتمام نے حافظ (عبداللہ روپڑی) صاحب کو دہلی آنے اور مدرسے میں خدمت تدریس انجام دینے پر اصرار کیا، مگر حافظ صاحب وہاں جانے پر آمادہ نہیں ہوئے، اس لیے کہ روپڑ اور اس کے قرب و جوار کے لوگ ان سے اتنے متاثر تھے کہ کسی قیمت پر انہیں روپڑ سے نقل مکانی نہیں کرنے دیتے تھے، خود حافظ صاحب بھی ان لوگوں کے مخلصانہ جذبات کی قدر کرتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ کسی شکل میں ان کی دل شکنی ہو، مدرسہ رحمانیہ میں وہ مستقل طور سے جانے پر تیار نہ ہوئے تو انتظامیہ نے ان سے مدرسے کے سالانہ ممتحن مقرر ہونے کی درخواست کی، یہ درخواست حافظ صاحب نے منظور فرمائی اور ۱۹۱۷ء (۲) سے ۱۹۴۷ء تک تیس سال مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ کا سالانہ امتحان لیتے رہے، اس اثنا میں انھوں نے

(۱) رسالہ محدث دہلی: اپریل ۱۹۴۷ء جمادی الاولی ۱۳۶۶ھ، ص: ۲۳

(۲) یہ سہو ہے، دار الحدیث رحمانیہ ۱۹۲۱ء = ۱۳۳۹ھ میں جاری ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہزاروں طلبہ کو اپنے دست مبارک سے اسناد فراغت عطا فرمائیں۔"(۱)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی مدرسہ کے امتحان کا پورا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

"شیخ (مہتمم) صاحب اپنی نگرانی میں امتحان کا انتظام کرواتے۔ دوران امتحان طلبہ کی نگرانی کے لیے حافظ عبدالقادر روپڑی اور حافظ محمد اسماعیل روپڑی موجود رہتے۔ نگرانی بہت سخت ہوا کرتی تھی۔ کسی مدرس کو امتحان گاہ کے قریب پھٹکنے کی اجازت نہ تھی۔ مدرسین حضرات سہ ماہی اور ششماہی امتحانات کے پرچے مرتب کیا کرتے تھے۔ کوئی مدرس اپنی کتب کا امتحان نہیں لے سکتا تھا۔ بلکہ مدرسین کا آپس میں تبادلہ کیا جاتا، مثلاً مولانا عبیداللہ مبارکپوری کی زیر درس کتابوں کا امتحان مولانا عبدالرحمٰن بہاری لیتے اور ان کی مولانا عبیداللہ۔

نئے طلبہ کے داخلہ کا امتحان زبانی ہوتا تھا جو مولانا عبدالرحمٰن بہاری کے سپرد تھا۔ سالانہ امتحان کے پرچے خارجی ممتحنین تیار کرتے تھے۔ اکثر مولانا عبداللہ روپڑی اور ان کے برادر حافظ محمد حسین روپڑی پرچے مرتب کرکے عین امتحان کے موقع پر تشریف لاتے۔ اس ضمن میں مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا تذکرہ بھی آئے گا۔

امتحانی پرچے میں تین چار سوال ہوتے اور سب کے سب لازمی، اس کا نقصان یہ تھا کہ اگر چار میں سے تین سوالوں کا جواب نہ دے سکے تو فیل کردیے جاتے۔ اگر طالب علم ایک پرچے میں فیل ہو لیکن مجموعی طور پر پاس ہو تو اسے پاس کردیا جاتا تھا۔"(۲)

شارح ترمذی علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالغفار حسن لکھتے ہیں:

"......۱۹۳۰ء میں مولانا مرحوم (رحمانیہ) تشریف لائے تو ہمارا ششماہی امتحان ہونے والا تھا۔ مدرسہ کے مہتمم صاحب نے ان سے گذارش کی کہ جامع ترمذی کے امتحان کے سوالات مرتب فرمائیں۔ مولانا مرحوم نے اپنے ذوق کے مطابق محدثانہ انداز میں

(۱) بزم ارجمنداں، ص:۲۷۰ (۲) مولانا عبدالغفار حسن: حیات وخدمات، ص:۷۴

سوالات مرتب کیے۔ مجھے ایک سوال یاد ہے کہ ایک حدیث میں آتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الإقعاء سنة نبيكم" دوسری حدیث میں ہے: "نهى عن الإقعاء" دونوں روایتوں میں تطبیق کیسے ہوگی؟

عام طور پر ممتحن حضرات حدیث کے سوالات میں دوسرے علوم کے سوالات بھی شامل کردیتے ہیں اور اس طرح پرچہ مشکل بن جاتا ہے۔ لیکن مولانا موصوف نے سوالات اسی علم کے دائرے تک محدود رکھے۔"(۱)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"......مولانا حافظ عبداللہ روپڑی مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لاتے اور سالانہ امتحان بھی لیا کرتے تھے، امتحان لینے کا انداز بہت سخت ہوتا تھا، رحمانیہ میں امتحانی طریق کار یوں تھا: اساتذہ پڑھاتے اور ششماہی امتحان بھی خود ہی لیتے، لیکن آخیر سال میں جب سالانہ امتحان ہوتا تو تمام لڑکے ایک ہال میں جمع ہوجاتے، وہاں کچھ نگراں ہاتھ میں ڈنڈے لے کر کھڑے ہوتے، کسی طالب علم کو بات کرنے کی اجازت نہ ہوتی اور کسی مدرس کو امتحان ہال کے قریب نہ آنے دیتے، یوں اس کڑی نگرانی میں امتحان ہوتا جو اکثر مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی اور ان کے ساتھ مولانا محمد حسین روپڑی مل کر لیتے"۔(۲)

اس سلسلے میں والد گرامی مولانا محمد صاحب اعظمی لکھتے ہیں:

"اس مدرسہ میں تین امتحانات ہوا کرتے تھے، سالانہ امتحان کے خاص ممتحن جامع المعقول والمنقول مولانا عبد اللہ روپڑی مرحوم تھے، موصوف خود ہی جماعت ادنی سے جماعت ثامنہ تک کے تمام سوالات مرتب کرکے چھپواتے اور اپنے دو عزیزوں کے ہمراہ تاریخ امتحان سے ایک روز قبل مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں وارد ہوتے، ان کے دونوں عزیز اپنی سخت نگرانی میں امتحان کراتے، مولانا روپڑی ہر روز امتحان کی کاپیاں جانچتے، اساتذہ کو ممتحن، نگراں اور امتحان کی ہوا بھی نہیں لگتی، اختتام امتحان کے بعد امتحان

(۱) مولانا عبدالغفار حسن....، ص:۸۲-۸۳ (۲) ماہنامہ صراط مستقیم، برمنگھم: جنوری ۱۹۹۹ء، ص:۱۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہال میں تمام طلبہ، اساتذہ اور مہتمم میاں صاحب کے درمیان مولانا روپڑی نتیجہ سناتے اور پوزیشن لانے والے طلبہ کو میاں صاحب نقد انعامات تقسیم کرتے۔ راقم الحروف نے درس وتدریس کے سلسلے میں ہندوستان کے کئی بڑے مدارس کا چکر لگایا ہے، مگر اساتذہ وطلبہ کے قیام وطعام، اصول وقوانین اور تعلیم وتعلم اور امتحان کا ایسا مستحکم اور بلند معیار کہیں نہیں دیکھا، بطور تحدیث نعمت یہ بات بیان کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ مدرسہ رحمانیہ دہلی کے اولین فضلاء میں اصحاب مئو کی اکثریت تھی، جس طرح اس کے آخری افاضل ثلاثہ میں مولانا عبدالحکیم مجاز اعظمی مئوی حفظہ اللہ سرفہرست ہیں''۔(۱)

شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری کے دارالحدیث رحمانیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے ان کے صاحب زادے مولانا عبد الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں:

''(والد صاحب) اور ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ مئوناتھ بھنجن میں بہت بڑی کانفرنس ہو رہی تھی اور دارالحدیث رحمانیہ میں میرا آخری سال تھا، حضرت مولانا عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ تشریف لائے تھے، وہی ممتحن تھے، وہی پرچے جانچتے تھے، انہیں کے خاندان کے بعض افراد وغیرہ نگراں ہوتے تھے اور امتحان لیتے تھے اور وہیں نمبر دیے جاتے تھے، تو امتحان ہوا، طلبہ میں آپس میں منافست چلتی رہی، ابا جان کا نمبر زیادہ آیا تو لڑکوں نے شکایت کر دی کہ نقل کیا ہے، یہ کیا ہے وہ کیا ہے، تو پھر سے امتحان ہوا دو بجے رات تک، تو جب دوبارہ امتحان ہوا تو پہلے سے زیادہ نمبر آیا، اس کے بعد ابا جان مئو تشریف لائے، غالبا ۱۹۲۷ء کا واقعہ ہے، آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی سب سے بڑی کانفرنس تھی، مولانا امرتسری وغیرہ تشریف لائے تھے، وہ صرف آخری اجلاس میں شریک ہو سکے تھے، محض دوبارہ امتحان دینے کی وجہ سے، ویسے ان کی بہت خواہش اور بہت کوشش تھی کہ کانفرنس کے تمام اجلاس میں شرکت کریں اسی لیے وہ دلی سے سیدھے مئو پہنچے تھے''۔(۲)

(۱) ماہنامہ محدث بنارس: جنوری ۲۰۰۸ء، ص: ۱۷

(۲) ماہنامہ محدث، بنارس: شیخ الحدیث نمبر، جنوری، فروری ۱۹۹۷ء، ص: ۱۲۱-۱۲۲

سالانہ امتحان کے بعد مدرسہ کا سالانہ اختتامی اجلاس ہوا کرتا تھا جس میں شہر کے اکابر علماء وفضلاء شرکت کرتے اور فارغین کی دستار بندی ہوتی اور تمام کامیاب طلبہ میں انعامات تقسیم کیے جاتے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب خانہ

مولانا نذیر احمد رحمانی مدرسہ کے کتب خانہ کا تعارف کراتے ہوئے محدث کے ۱۹۳۸ء کے ایک شمارے میں لکھتے ہیں:

''مدرسہ میں ایک نہایت عظیم الشان کتب خانہ ہے جس میں تقریباً سات ہزار سے زیادہ درسی وغیر درسی، مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابیں موجود ہیں۔ اسی کتب خانہ سے طلبہ کو عاریۃً کتابیں بھی پڑھنے کے لیے مدرسہ ہی سے دی جاتی ہیں، جو اختتام سال کے بعد واپس لے لی جاتی ہیں۔ اس میں بعض نہایت نادر اور نایاب قلمی نسخے بھی ہیں۔ بعض بعض قلمی کتابیں مہتمم صاحب مرحوم نے چار چار اور پانچ پانچ سو میں خریدی ہیں۔ حسب ضرورت ہر سال اس میں نئی نئی کتابوں کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

طالب علموں کو زمانے کے حالات سے روشناس کرنے کے لیے مدرسہ میں بہت سے عربی و اردو، مذہبی و ملکی اخبارات و رسالے بھی آتے ہیں۔ روزانہ، سہ روزہ، ہفتہ وار، ماہانہ وسہ ماہی ہر قسم کے جرائد آتے ہیں جن کی تعداد چالیس کے قریب پہنچتی ہے۔ اور دوسرے اخراجات کو چھوڑ کر صرف اخبارات و رسائل کا سالانہ خرچ سوا دو سو روپے سے زائد ہے۔'' (۱)

جملہ انتظامات کی طرح کتب خانہ بھی مثالی اور شاندار تھا، مولانا محمد صاحب جونا گڈھی لکھتے ہیں:

''عمارت کے بالائی حصہ میں ایک شاندار کتب خانہ کی عمارت ہے جس میں عربی اردو کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں''۔ (۲)

(۱) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص: ۲۵

(۲) یادگار مجلّہ اہل حدیث، ص: ۳۰۱ بحوالہ اخبار محمدی، ۱۵/ جولائی ۱۹۳۸ء، ص: ۱۰

مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے بارے میں یہ بات گزر چکی ہے کہ دار الحدیث رحمانیہ کی تاسیس کے بعد اپنے یہاں کے اساتذہ، طلبہ اور کتب خانہ سمیت دار الحدیث رحمانیہ منتقل ہو گئے تھے۔ (۱)

حاتم جماعت جناب حافظ حمید اللہ صاحب دہلوی (م ۱۳۷۰ھ = ۱۹۵۰ء) نے دار الحدیث رحمانیہ کے قیام کے بعد وہاں کی لائبریری کے لیے مخطوطات اور ایسی نادر و نایاب کتابیں دیں جن میں سے ایک ایک کتاب کی قیمت اس زمانہ میں ایک ہزار تھی، اس لائبریری کا مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک مرتبہ معائنہ کیا تو فرمایا: اگر یہ ذاتی لائبریری نہ ہوتی تو اپنی لائبریری کو بھی اسی میں ضم کر دیتا کیونکہ یہاں بڑی نادر و نایاب کتب ہیں۔ (۲)

جناب فاروق اعظمی صاحب تقسیم ہند کے وقت مدرسہ کے بند ہونے کا واقعہ اور اس کی لائبریری کا انجام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''...... یہ ایسا دلدوز حادثہ تھا جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے، مگر سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ لائبریری کی ہزاروں اردو، عربی اور فارسی کی نادر روزگار کتابوں کو کیوں کر بچایا جائے۔ آخر کار اس وقت جامعہ ملیہ کے شیخ الجامعہ ڈاکٹر ذاکر حسین سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ان تمام کتابوں کو وہاں منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا، مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی املوی (مرحوم) اور مولانا حکیم عبید اللہ رحمانی رائے بریلوی نے دل وجگر تھام کر نمناک نگاہوں سے ان تمام کتابوں کو ٹرک میں لادلاد کر جامعہ ملیہ پہنچایا، خدا کے فضل سے اسلاف کی موتی جیسی کتابیں اب بھی محفوظ ہیں......''۔ (۳)

مولانا آزاد رحمانی نے حضرت مولانا نذیر احمد املوی کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''مشغلہ درس و تدریس کے علاوہ اس دوران (۲۰ رسالہ تدریسی مدت) میں آپ کے فرائض میں رحمانیہ کے عظیم وجلیل القدر کتب خانہ کی دیکھ ریکھ اور اس کی نگرانی بھی تھی''۔ (۴)

(۱) یادگار مجلّہ اہل حدیث ص: ۳۰۰، جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات، ص: ۲۶

(۲) تراجم علمائے اہل حدیث، ص: ۸۹، یادگار مجلّہ اہل حدیث، ص: ۲۵۶

(۳) ماہنامہ محدث بنارس، اکتوبر ۱۹۸۴ء، ص: ۲۳ (۴) اہل حدیث اور سیاست، مقدمہ، ص: ۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید لکھا ہے کہ: ''مولانا (املوی) کے زمانے میں جہاں دارالحدیث رحمانیہ کے کتب خانہ میں بیش قیمت علمی نوادرات اور جلیل القدر شہ پاروں کا اضافہ ہوتا رہا وہاں رسالہ محدث نے بھی بڑی ترقی کی......''۔(۱)

مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی اپنے طالب علمی کے زمانے کے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''اس دارالحدیث کی خصوصیات بہت ہیں...... روحانی آرام اس طرح پر ہے کہ قابل اور لائق مدرسین اپنی اعلیٰ اور عمدہ تقاریر سے طلبہ کو خوش رکھتے ہیں، کتابیں مدرسہ سے دی جاتی ہیں، اخبارات ورسائل روزانہ، ہفتہ واری دوردور سے آتے ہیں، مصری اخبارات ورسائل بھی برابر آتے ہیں''۔(۲)

فواز عبدالعزیز لکھتے ہیں:

''حضرت الشیخ (شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی علیہ الرحمۃ) کو متعدد بار فرماتے ہوئے سنا کہ:

''دارالحدیث رحمانیہ کا کتب خانہ عظیم ذخیرہ پر مشتمل تھا، ہر سال مہتمم مدرسہ شیخ عطاء الرحمٰن، پھر ان کے فرزند شیخ عبدالوہاب کتابیں خرید کر مدرسہ کی لائبریری کو دیتے رہتے تھے، مطبوعہ کتابوں کے علاوہ مخطوطات خریدنے کا بھی اہتمام کرتے تھے''۔(۳)

خود شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ والد محترم مولانا محمد صاحب اعظمی حفظہ اللہ کے ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

''......علامہ شوکانی کا محولہ رسالہ ان کے دیگر فتاوی ورسائل کے مجموعہ میں مدرسہ رحمانیہ دہلی مرحوم کے مکتبہ میں موجود تھا، یہ مجموعہ قلمی تھا اور دو جلدوں میں تھا، پورا کتب خانہ جامعہ ملیہ اوکھلا چلا گیا تھا، پتہ نہیں محفوظ بھی ہے یا نہیں، مذکورہ رسالہ الگ سے طبع ہوا ہے یا

(۱) اہل حدیث اور سیاست، مقدمہ ص:۱۷　(۲) اخبار محمدی، دہلی: یکم ستمبر ۱۹۳۳ء، ص:۶
(۳) فتاوی شیخ الحدیث مبارکپوری: عرض مرتب: ۱/۲۶

نہیں اس کا بھی مجھے علم نہیں......''۔ (مرقومہ بتاریخ ۶/۳/۱۹۷۱ء) (۱)

ایک استفتاء کے عربی جواب کے ضمن میں شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

" ...... والعلامة الشوكاني في رسالته القديمة المسماة بالصوارم الحداد القاطعة لأعناق مقالات أرباب الإلحاد (هذه الرسالة ملحقة في مجموعة فتاواه الخطية المسماة بالفتح الرباني الموجودة في مكتبة المدرسة الرحمانية) .. (۲)

ایک سوال کے جواب میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

" وقال صاحب الجامع الأزهر من حديث النبي الأنور (كتاب نادر في جزأين كبيرين على منوال الجامع الصغير للسيوطي، محفوظ في خزانة الكتب للمدرسة الرحمانيه بدهلي) (۳)

مدرسہ کے زائرین اپنے تاثرات میں مدرسہ کے کتب خانے کا بھی بسا اوقات تذکرہ کرتے تھے، چنانچہ مدینہ منورہ سے تشریف لانے والے وہاں کے قاضی القضاۃ نومبر ۱۹۳۳ء میں مدرسہ کی زیارت کے موقع پر اپنے تاثرات میں لکھتے ہیں:

" وبعد! نظرنا مكتبة المدرسة متفقدين خزائنها ناظرين في كتبها، والله لقد ألفيناها مكتبة مفيدة وحاوية كل ما يحتاجه الطالب .... "۔ (۴)

ہم نے مدرسہ کا کتب خانہ دیکھا، اس کے علمی خزائن اور کتابوں کا جائزہ لیا، واللہ ہم نے اس کو ایک مفید کتب خانہ پایا جو ایسی تمام کتابوں سے معمور ہے جن کی طلبہ کو ضرورت ہوتی ہے۔

کتب خانہ سے متعلق تمام اہتمامات وانتظامات کے ساتھ ہی اگر طلبہ کو کبھی ایسی کتابوں کی ضرورت آپڑتی جو مدرسہ میں نہ ہوتیں تو ناظم مدرسہ بنفس نفیس طلبہ کو ساتھ لے کر

(۱) نقوش شیخ رحمانی، ص:۶۳
(۲) فتاوی شیخ الحدیث مبارکپوری: ۱/۹۷　(۳) ایضا: ۱/۴۳۹
(۴) مولانا عبدالغفار حسن: حیات وخدمات، ص:۱۰۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کتب خانوں میں جاتے اور کتابیں مستعار لاتے۔ چنانچہ مولانا عبدالغفار حسن رحمانی علیہ الرحمۃ رحمانیہ کے تعارف میں وہاں کی غیر درسی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے طلبہ کے مابین مناظرہ کی مشق کی تفصیل میں بیان کرتے ہیں:

''ایک مناظرہ ''کفارہ مسیح'' کے موضوع پر تھا، میں نے مسیحی موقف کا دفاع کرنا تھا، اس لیے ایک عیسائی (احمد مسیحی) ڈھونڈ نکالا اور اس سے چند دلائل نوٹ کیے، شیخ عطاء الرحمٰن دریا گنج کی ایک لائبریری میں لے گئے جہاں سے بائبل کی دو عربی جلدیں مستعار لیں..''۔(۱)

مولانا پروفیسر عبدالعزیز میمن (استاذ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) بھی مدرسہ کی زیارت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے، اور مدرسہ اور اس کی لائبریری سے متعلق مفید مشورے دیتے تھے، چنانچہ مولانا محمد صاحب جونا گڈھی ۱۹۳۸ء کے تعلیمی سال کے اختتامی اجلاس کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس جلسہ میں اب کی مرتبہ بحمد اللہ مولانا عبدالعزیز صاحب میمن پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی تشریف لائے تھے، جس سے حجم بڑھ بھی گیا اور بارونق بھی ہوگیا، آپ نے عربی زبان میں نہایت فصیح وبلیغ ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ترغیب دی کہ ایک لائبریری نہایت اعلی پیمانے پر قائم کرنی چاہیے اور عربی کی وہ کتابیں جنھیں میں ممالک اسلامیہ کی سیاحت میں دیکھ کر آیا ہوں اور جن کا صرف ایک ایک نسخہ روئے زمین پر ہے اور جو قدیم ترین کتابیں ہیں جو ہرن کی کھالوں پر اور اسی قسم کی چیزوں پر لکھی ہوئی ہیں جمع کرکے اس میں رکھی جائیں، ساتھ ہی حدیث کی اور نایاب کتابیں یہاں جمع کی جائیں اور جماعت اہل حدیث خدمت اہل حدیث کے اسی اچھوتے حصے کی طرف اپنا رخ کرے..''۔ (۲)

(۱) مولانا عبدالغفار حسن...،ص:۷۵

(۲) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵/اکتوبر ۱۹۳۸ء، ص:۱۴-۱۵

دعوت وتبلیغ

دارالحدیث رحمانیہ میں تعلیم وتربیت کے نظام کو چست اور فعال رکھنے کی غرض سے ذمہ داران نے وہاں کے اساتذہ اور طلبہ پر عوامی یا دینی جلسوں میں شرکت پر پابندی عائد کر رکھی تھی، کیوں کہ اس کی وجہ سے تعلیمی نظام میں خاص طور سے بڑا خلل واقع ہوتا ہے۔ لیکن ذمہ داران مدرسہ دعوت وارشاد کی ضرورتوں اور تقاضوں سے بالکل بے خبر بھی نہ تھے۔ انھوں نے مدرسے کے اندر ہی علمی اور دعوتی پروگراموں کا مربوط اور منصوبہ بند نظام قائم کر رکھا تھا جس سے ایک طرف دعوتی تقاضوں کی تکمیل ہوتی تھی تو ساتھ ہی ادارے کے طلبہ کی خوب ازخوب دعوتی تربیت بھی ہو جاتی تھی۔

چنانچہ مدرسے میں طلبہ کی ہفتہ واری تقریری مشق کے علاوہ تقریبا ہر ماہ ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا کرتا تھا جس میں متعلقین مدرسہ کے علاوہ باہر کے عوام وخواص بھی شرکت کرتے تھے، اس نوعیت کے جلسوں کی صدارت مدرسے کے باہر کے کسی عالم کے سپرد ہوتی تھی۔ طلبہ وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق پوری تیاری کے ساتھ تقریریں کرتے۔ صدر اجلاس اپنے دعوتی وصدارتی خطاب کے علاوہ طلبہ کی تقریروں پر اپنے تاثرات کا اظہار فرماتے، ان کی حوصلہ افزائی کرتے اور بوقت ضرورت اصلاح بھی کرتے۔

مدرسہ کے تعلیمی سال کے اختتام پر جشن بخاری، دستار بندی اور سالانہ تقریری مقابلوں وغیرہ کے موقع سے تو بڑے اہتمام کے ساتھ پروگراموں کا انعقاد ہوا کرتا تھا، جن میں دلی کے رؤسا، معززین، علما وعوام کا بڑا اجتماع ہوتا تھا۔

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''دارالحدیث رحمانیہ میں عام طور پر ہر سال سالانہ جلسہ ہوتا تھا، جس میں اکابر علمائے توحید وسنت بلائے جاتے تھے۔ ان مشاہیر میں سے مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست تھے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب مرحوم کے چند دلچسپ سبق آموز واقعات درج ذیل ہیں:

(یہاں اختصار کے پیش نظر صرف ایک واقعے کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے)

مدرسہ رحمانیہ میں سالانہ جلسے کے موقع پر طلبہ نے درس گاہ کے ہال میں رنگ برنگی جھنڈیاں لگا دی تھیں۔ جلسے کے موقع پر جب کہ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدارت فرما رہے تھے ایک سخت قسم کے اہل حدیث نے سوال کیا جس کا تعلق بہ ظاہر غرباء اہل حدیث سے لگتا تھا کہ جھنڈیاں لگانا کیا اسراف میں شامل نہیں ہے؟ سجاوٹ کا یہ انداز سنت کے خلاف ہے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے مسکراتے ہوئے اپنی کشمیری شال کی طرف اشارہ کیا جس کے کنارے پر پھول بنے ہوئے تھے۔ مولانا نے کہا: کیا یہ جو شال پر پھول بنے ہوئے ہیں جائز ہیں یا ناجائز؟ جس پر وہ خاموش ہوگیا....'' (۱)

رسالہ محدث میں شائع اسی نوعیت کے ایک اجلاس کی رپورٹ بھی ملاحظہ ہو:

''...اس سال بھی یہ سالانہ اجتماع مورخہ ۱۹؍جمادی الاخری ۶۵ھ مطابق ۲۲ مئی ۴۶ء بروز بدھ زیر صدارت حضرت مولانا محمد یونس صاحب دہلوی اپنی خصوصی شان کے ساتھ منعقد ہوا۔ آٹھ طلبہ نے عربی و اردو میں مختلف عنوانوں پر بہترین تقریریں کیں جن کو جناب صدر نے بہت پسند کیا اور طلبہ واساتذہ کی محنت کی داد دی....آخر میں صدر نے ایک مبسوط تقریر فرمائی جو موقع کے لحاظ سے بہت مفید اور قیمتی تھی....اسی دن شام کو مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے کتب دینیہ خصوصاً بخاری شریف کے ختم ہونے کی خوشی میں شیرینی بھی تقسیم کی گئی۔'' (۲)

اس کے علاوہ مختلف مناسبتوں مثلاً عیدالاضحیٰ، محرم الحرام، ربیع الاول وغیرہ کے

(۱) مولانا عبدالغفار حسن رحمانی....ص:۸۵ (۲) رسالہ محدث، دہلی: جولائی ۱۹۴۶ء، ص:۲۴

موقع سے بھی مدرسے کے اندر جلسوں کا انعقاد ہوا کرتا تھا، جس میں عوام وخواص پوری دلچسپی سے حصہ لیتے اور استفادہ کرتے۔ ملاحظہ ہو عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے منعقد ہونے والے ایک اجلاس کی مختصر رپورٹ:

''۸؍ذی الحجہ مطابق ۱۸؍جنوری ۴۰ء بروز جمعرات کو جمعیۃ الخطابہ کا ایک شاندار خصوصی اجلاس منعقد ہوا، جس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہما الصلاۃ والسلام کی بے نظیر قربانیوں اور ان کی زندگی کے دوسرے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ مدرسہ کے شعرا نے بھی خوب خوب طبع آزمائی کی، اور گرمی محفل کا سامان بہم پہنچایا۔ حسب دستور اس خصوصی اجلاس کا پروگرام بھی اپنی معنوی خوبیوں کے ساتھ ظاہری آرائش وزیبائش سے بھی خوب مزین تھا۔ تقریباً ۷؍بجے سے لے کر ۱۲؍بجے تک یہ بزم احباب بڑی دلچسپی کے ساتھ جاری رہی۔'' (۱)

ملک اور بیرون کی علمی شخصیتوں کی مدرسہ میں آمد کے موقع پر ان کے استقبال میں مخصوص پروگراموں کا انعقاد ہوتا جن میں طلبہ اپنی تقریری ودعوتی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے، پھر مہمانوں کے نصائح اور خطابات سے مستفید ہوتے۔

اس نوعیت کے ایک پروگرام کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عبدالغفار حسن لکھتے ہیں:

''۱۹۲۷ء میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ مرحوم مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لائے اور مدرسہ کے وسیع ہال (دارالتذکیر) میں دینی نظام تعلیم پر انتہائی معلومات افزا خطاب فرمایا۔ ان کی ساری تقریر یاد نہیں ہے، چند باتیں جو دماغ میں محفوظ رہ گئیں وہ عرض کی جاتی ہیں۔ مولانا محترم موصوف نے سب سے پہلے دینی تعلیم کی اہمیت کو بیان کیا، پھر درس نظامی کی تاریخ بیان کی اور اس کے محاسن ونقائص پر تبصرہ کیا۔ نقائص بیان کرتے ہوئے انھوں نے توجہ دلائی کہ اب موجودہ حالات میں منطق وفلسفہ کی کتابیں غیر ضروری

(۱) رسالہ محدث، دہلی: مارچ ۱۹۴۰ء، ص:۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ان کا پڑھنا ضیاع وقت ہے۔ ساتھ ہی انھوں نے عربی ادب کا جائزہ لیا اور مقامات حریری پر سخت تنقید کی..... مولانا موصوف کی تقریر تقریباً دو گھنٹے کی تھی اور افسوس کہ قلم بند نہ ہو سکی اور نہ ہی اس زمانے میں ٹیپ رکارڈ کا رواج تھا۔ اسی طرح مولانا موصوف نے عربی کی دوسری کتاب نفحة اليمن پر تبصرہ کیا، اس کتاب میں اخلاقی تعلیم کا درس نہیں ملتا۔ بلکہ طالب علم کا رجحان پستیٔ اخلاق کی طرف ہو جاتا ہے....'' (۱)

مدرسہ سے باہر کی دنیا میں دعوتی کام انجام دینے کے لیے بھی مہتمم مدرسہ نے ہفتہ واری چھٹی کے ایام کے لیے ایک نظام قائم کیا تھا جس کے تحت وہ طلبہ کو دہلی کے قرب وجوار میں دعوت وتبلیغ اور وعظ وارشاد کے لیے بھیجتے رہتے تھے۔ مولانا نذیر احمد رحمانی مہتمم مدرسہ شیخ عطاء الرحمٰن کے حالات میں لکھتے ہیں:

''....اس تعلیمی سلسلے کے علاوہ مبلغین کا بھی انتظام آپ نے کیا۔ مدرسہ میں ایک عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا کہ ہر جمعرات کو مدرسہ کے کچھ طلبہ دہلی کے دیہاتوں میں بھیج دیے جاتے کہ وہ جمعہ کی نماز کسی دیہات میں جا کر پڑھیں اور پھر خطبہ میں یا نماز کے بعد ان کو نہایت صفائی کے ساتھ آسان الفاظ میں اسلام کی صحیح تعلیمات بتائیں۔ ان کو حکم تھا کہ کسی جگہ نہ کھانا کھائیں اور نہ کسی سے کسی اور قسم کی امداد لیں۔ ان کو مدرسہ ہی سے کھانا دے دیا جاتا تھا۔ آمد ورفت کا کرایہ بھی میاں صاحب ہی دے دیتے تھے۔ اس کا دیہاتوں میں بہت اچھا اثر ہوا، لوگ ان طلبہ کو بے غرض دیکھ کر دلچسپی سے ان کی باتیں سنتے اور توجہ کرتے۔ اب بھی سندھ جیسے پیر پرست علاقے میں ایک پرجوش باہمت نجدی عالم دورہ کر رہے ہیں اور برابر ان کو مدرسہ سے امداد پہنچ رہی ہے۔ انھوں نے سندھ میں بہت اچھا کام کیا ہے۔ ایک اچھی خاصی جماعت موحدین کی پیدا کر لی ہے۔ اللہ ان کی مدد کرے اور میاں صاحب مرحوم کو اس کا ثواب پہنچاتا رہے۔ آمین۔'' (۲)

غالباً اسی طرح چھٹی کے ایام میں یا مدرسہ کی طرف سے مخصوص اجازت پر بعض

(۱) مولانا عبدالغفار حسن.....ص:۷۸-۷۹　(۲) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص:۲۸

اساتذہ بھی کبھی کبھی دعوتی جلسوں میں شرکت کر لیا کرتے تھے، چنانچہ مولانا محمد امین اثری کے نام اپنے ایک مکتوب میں شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''...ناظم صاحب نور الٰہی اور حاجی عبد الرحمٰن وماسٹر عبد اللہ صاحب اور شاہ صاحب کی مخلصانہ محبت آمیز میزبانی اور نعمت پور کی پرسکون جگہ بحالی صحت کی خاطر کچھ دنوں نعمت پور میں قیام کرنے پر بار بار آمادہ کر رہی ہے۔ اللہ کرے کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ میں نعمت پور میں کچھ دن قیام کرنے کے لیے وقت نکال سکوں۔ حاجی عبد اللہ ونور الٰہی صاحبان کو ان کا ہدیہ اور ٹکٹ قبول نہ کرنے پر رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ ششہنیاں کے جلسہ میں مولوی عبد الجلیل صاحب کرایہ ونذرانہ اور جلسۂ تلسی پور میں محمد شفیع خاں پنچ کرایہ کے علاوہ اس سے زیادہ دے رہے تھے، لیکن میری طبیعت نے گوارہ نہیں کیا، اور اس پر میرا دل مطمئن ہے اور میں غایت درجہ اطمینان اور مسرت محسوس کر رہا ہوں، اور تمنا رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ رکھے، اور ہر مولوی کو ایسا ہی کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین...'' (۷/رجب ۶۵ھ)

اس مکتوب کے اختتام پر مجموعہء مکاتیب رحمانی کے مرتب نے جو توضیحی نوٹ لگایا ہے اس میں خط میں مذکور باتوں کا پس منظر یوں بیان کیا ہے:

''مولانا (امین) اثری جن دنوں نعمت پور کے مدرسہ میں استاد تھے انہی دنوں مولانا نذیر احمد املوی رحمہ اللہ اور شیخ الحدیث حاجی عبد السلام رحمہ اللہ کی معیت میں اچانک نعمت پور پہنچے، مدرسہ کا معائنہ کیا اور رات میں ایک دینی جلسہ سے خطاب کیا۔ واپسی پر آموں کا تحفہ اور سفر اخراجات کے لیے روپیہ دیا گیا تو آپ نے اپنے اصولوں کے پیش نظر قبول نہیں فرمایا۔ مولانا اثری حفظہ اللہ بتاتے ہیں کہ شیخ الحدیث تا حیات اپنے اس اصول پر قائم رہے، نذرانہ وغیرہ لینے سے کلی اجتناب فرماتے تھے۔'' (۱)

(۱) مکاتیب رحمانی۔ ص:۳۵-۳۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشرواشاعت

دارالحدیث رحمانیہ میں تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ کے علاوہ نشرواشاعت کا بھی انتظام تھا۔اگرچہ آج کے طرز پر اعلانیہ الگ الگ شعبے الگ الگ ناموں سے مشتہر نہیں تھے، مگر یہ سارے کام بڑے ہی منظّم انداز سے انجام پاتے تھے۔نشرواشاعت کے غیر اعلانیہ شعبے سے ایک ماہ وار دینی رسالہ ''محدث'' کے نام سے شائع ہوتا تھا۔اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً دینی کتابیں بھی شائع ہوتی رہتی تھیں۔

سطور ذیل میں پہلے رسالہ محدث کا قدرے تفصیلی تعارف کرایا جائے گا، بعد ازاں کتابوں کی اشاعت پر روشنی ڈالی جائے گی۔

رسالہ محدث

مدرسہ کی طرف سے اس ماہ وار رسالے کی اشاعت کا آغاز محرم الحرام ۱۳۵۲ھ مطابق مئی ۱۹۳۳ء سے ہوا۔رسالہ کے اجرا کا پس منظر اس کے اول ایڈیٹر مولانا عبدالحلیم ناظم رحمانی کے سوانح نگار کے الفاظ میں یہ ہے:

''مولانا عبدالحلیم ناظم رحمانی ۱۹۳۲ء میں رحمانیہ میں مدرس ہوئے، مولانا مرحوم نے جب پہلا تدریسی سال بحسن وخوبی انجام دیا اور دوسرے سال رمضان المبارک کی تعطیل گزارنے کے بعد رحمانیہ پہنچے تو ایک رسالہ جاری کرنے کا خیال ظاہر کیا، شیخ الجامعہ نے بہت زیادہ پسندیدگی کا اظہار فرمایا، اور ہر طرح سے تعاون کا وعدہ کیا، چنانچہ ۱۹۳۳ء میں رسالہ ''محدث'' شائع ہوا جس کے ایڈیٹر مولانا مرحوم ہی بنائے گئے، اس رسالہ کے اجراء کا مقصد کیا تھا عاقل صاحب (مولانا عبیدالرحمٰن عاقل رحمانی) رقمطراز ہیں:

''یہ رسالہ محض خلق خدا کے نفع کے لیے جاری کیا گیا تھا، اور خریداروں سے صرف ٹکٹ کے چار آنے پیسے لیے جاتے تھے، گویا اس رسالہ کی سالانہ قیمت یا چندہ تعاون چار آنہ تھی، مرحوم نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ ایڈیٹری کی اور تھوڑے ہی دنوں میں بام عروج پر پہنچا دیا یہاں تک کہ سال ختم ہوتے ہوتے تقریباً تین ہزار خریدار ہو چکے تھے''۔(۱)

مدرسہ سے شائع ہونے والے اس ماہانہ رسالہ میں ادارہ کے اساتذہ وطلبہ کے علاوہ دیگر علماء واہل قلم کی تحریریں شائع ہوتی تھیں۔صرف محصول ڈاک بھیجنے پر یہ رسالہ قارئین کو جاری کر دیا جاتا تھا، رسالہ مفت ہوتا، ابتدا میں ڈاک خرچ مبلغ چار آنے سالانہ تھا جو آخر میں بڑھتے بڑھتے ایک روپیہ تک جا پہنچا۔رسالہ کے اول ایڈیٹر مولانا عبدالحلیم صاحب ناظم رحمانی تھے، بعدہ مولانا نذیر احمد رحمانی اور حضرت شیخ الحدیث مبارکپوری اس کے مدیر ومنتظم رہے۔

رسالہ کے ایک شمارے میں مولانا نذیر احمد رحمانی املوی اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

''(مدرسہ کے مہتمم شیخ عطاء الرحمٰن صاحب نے) مئی ۱۹۳۳ء مطابق محرم الحرام ۱۳۵۲ھ سے ایک خالص مذہبی ماہوار رسالہ جاری کر دیا، اور اس کا چندہ صرف چار آنے محصول ڈاک کے لیے مقرر کیا۔پانچ سال ہو چکے کہ یہ رسالہ برابر ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو مدرسہ سے شائع ہو رہا ہے۔اس میں فرقہ وارانہ مذہبی اختلافات کا ذکر نہیں ہوتا اور نہ کبھی کسی فرد یا جماعت کی دل آزاری کی جاتی ہے، بلکہ عام اسلامی مسائل اور خالص اسلامی تعلیمات پر مضامین شائع ہوتے ہیں۔تاریخ کے عبرت انگیز واقعات بھی ہوتے ہیں۔عام اصلاحی اور اقتصادی پہلو پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے اور مسلمانوں کو بہت سے دینی ودنیاوی خطرات سے آگاہ بھی کیا جاتا ہے۔ہندستان کے علاوہ بیرون ہند میں بھی اس کی آواز پہنچ رہی ہے اور الحمدللہ کہ دن بہ دن اس کی مقبولیت بڑھتی جا رہی ہے۔''(۲)

(۱) ماہنامہ محدث، بنارس: جولائی ۱۹۹۳ء، ص:۱۵

(۲) رسالہ محدث، دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص:۲۸۔۲۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ رسالہ محرم ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء کو جاری ہونے کے بعد پابندی سے شائع ہوتا رہا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جب کاغذ اور دیگر اشیاء کی حد درجہ قلت ہوگئی بلکہ ان کا حصول ناممکن سا ہوگیا تو جنوری ۱۹۴۳ء سے مجبوراً رسالہ کو بند کرنا پڑا۔ تین سال کے بعد دوبارہ جمادی الاولی ۱۳۶۵ھ مطابق اپریل ۱۹۴۶ء سے اسے دوبارہ جاری کیا گیا۔ اسی شمارے میں مدیر محدث لکھتے ہیں:

"....بھلا یہ کب ممکن تھا کہ ہندوستان اس عالم گیر جنگ (دوسری جنگ عظیم) کی شعلہ باریوں سے محفوظ رہتا۔ چنانچہ یہاں بھی اشیا کی گرانی اور پھر آہستہ آہستہ ان کی کمیابی اور نایابی تک نوبت پہنچ گئی۔ کاغذ پر اس کا خاص طور سے اثر پڑا۔ بہت سے اخبارات اور رسائل بند ہونے شروع ہوگئے، کاغذ کی قیمت آٹھ گنے اور دس گنے سے بھی زیادہ ہوگئی، مگر "محدث" جیسا مفت رسالہ اپنے پورے صفحات پر برابر شائع ہوتا رہا، یہاں تک کہ جب معاملہ حد سے بڑھ گیا اور کاغذ کا ملنا ہی مشکل ہوگیا تو پھر مجبور ہوکر جنوری ۱۹۴۳ء میں ہم نے تا اختتام جنگ اس کی اشاعت ملتوی کردینے کا فیصلہ کیا اور پونے دس سال تک مسلسل آپ کی خدمت کرنے کے بعد یہ کہتے ہوئے ہم آپ سے رخصت ہوئے تھے۔

اب تو جاتے ہیں میکدے سے میرؔ پھر ملیں گے اگر خدا لایا

خدا خدا کرکے محوریوں کی عبرت ناک شکست کے بعد جنگ ختم ہوگئی۔ گو ابھی تک جنگ کی لائی ہوئی پریشانیاں بہت حد تک باقی ہیں تاہم نسبتاً اب سہولت ہوگئی ہے، اس لیے احباب کے اصرار اور حالات کے تقاضے کی بنا پر ہم نے مناسب سمجھا کہ "محدث" دوبارہ جاری کردیا جائے......" (۱)

واضح رہے کہ اسی شمارے سے محدث کا سالانہ چندہ جو کہ صرف ڈاک خرچ کے لیے لیا جاتا تھا چار آنے سے بڑھا کر ایک روپیہ کردیا گیا۔ اس تعلق سے اس شمارے کے صفحہ (۹) پر ایک مفصل اعلان شائع کیا گیا ہے۔

(۱) رسالہ محدث دہلی: اپریل ۱۹۴۶ء، ص: ۴

محدث کے دوبارہ جاری ہونے پر اس شمارے میں ایک نظم بعنوان: "اے محدث خوب ہے شان مسیحائی تری" بقلم مولوی محمد خلیل صاحب ایمنؔ بستوی پشت ٹائٹل پر شائع ہوئی ہے جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

پھونک دی مردہ دلوں میں پھر حیات جاوداں
اے محدث خوب ہے شان مسیحائی تری
جذب الفت کھینچ لایا تجھ کو آخر بزم میں
کیا کہوں، ہے کس قدر پر کیف رعنائی تری
مرحبا، صد مرحبا یہ بزم آرائی تری
حبذا، صد حبذا، یہ رونق افزائی تری
انتظار دید میں آنکھیں تھیں پتھرائی ہوئی
پھر پھڑک اٹھیں، عجب معجز نمائی ہے تری
قلبِ باطل زخم خوردہ مضطرب حیران ہے
دیکھ کر میداں میں پھر ہنگامہ آرائی تری
یاران مشرب جھوم اٹھے از رفتگی و بے خودی
میکدے میں جب ہوئی پھر جلوہ فرمائی تری
(۱)

اس رسالہ کے مارچ ۱۹۴۷ء کے آخری صفحہ پر یہ اعلان ہے کہ:

"......جو صاحب اپریل ۱۹۴۶ء سے اس کے خریدار بنے ہیں ان کا سالانہ چندہ اسی نمبر پر ختم ہوجاتا ہے، اگر وہ چاہتے ہیں کہ محدث برابر ان کے پاس پہنچتا رہے تو وہ فوراً ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر منیجر کے نام بھیج دیں......"۔(۲)

مولانا ابو یحیٰی خاں نوشہروی "ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات"

(۱) رسالہ محدث دہلی: اپریل ۱۹۴۶ء، ص: ۲۴ (۲) ایضا: مارچ ۱۹۴۷ء، آخری صفحہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ''جماعت اہل حدیث کے اخبارات'' کے تعارف کے ضمن میں رسالہ محدث کے بارے میں لکھتے ہیں:

نام اخبار: محدث زبان: اردو

وقت اشاعت: ماہانہ مقام اشاعت: دہلی

ادارہ اخبار: مولوی عبیداللہ مبارکپوری ومولوی نذیراحمد املوی

کیفیت: دارالحدیث رحمانیہ کا صحیفہ، جو مہتمم مدرسہ جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کی "عطاء غیر مجذوذ" کا ثبوت ہے۔ صرف محصول ڈاک ۴ر آنے پر ہزاروں کی اشاعت..''۔(۱)

مولانا ادریس آزاد رحمانی رحمہ اللہ نے ''اہل حدیث اور سیاست'' کے مقدمہ میں مولانا نذیر احمد املوی رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ:

''......مشغلہ درس وتدریس کے علاوہ اس دوران میں آپ کے فرائض میں رحمانیہ کے عظیم وجلیل القدر کتب خانہ کی دیکھ ریکھ اور اس کی نگرانی بھی تھی، علاوہ ازیں دارالحدیث کا مشہور ماہنامہ ''محدث'' بھی اس کے ایڈیٹر مولانا عبدالحلیم ناظم صدیقی کے انتقال (۲) کے بعد آپ کی ادارت میں آ گیا، اس وقت سے اخیر تک آپ برابر اس کے مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ کی ادارت کے زمانہ میں اس میں دوسرے اہل قلم کے بیش قیمت مضامین کے علاوہ آپ کے اثر انگیز اور دل گداز اداریے اور مختلف مسائل پر محققانہ مضامین نے محدث کی قدر وقیمت کو بہت بڑھا دیا۔ آپ کی ادارت کے زمانے میں محدث کے اندر فتاوی کے باب کا اضافہ ہوا، استفسارات کے جواب میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مدظلہ العالی کی جامع اور پر از تحقیق نگارش نے اس رسالہ کی افادیت کو اس قدر وسیع

(۱) ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات، ص:۱۱۰

(۲) ''آپ کا انتقال ۲۲ر اگست ۱۹۳۵ء کو ہوا ہے، یعنی دوسال دو مہینے کے بعد محدث کی ساری ذمہ داری مولانا املوی مرحوم پر آ گئی، یوں ناظم مرحوم کی علالت کے دوران بھی آپ ہی ادارت کے فرائض انجام دے رہے تھے''۔ (حاشیہ مقدمہ اہل حدیث اور سیاست، ص:۱۶)

کر دیا کہ ایک موقع سے مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی مرحوم جیسے صاحب علم اور اہل قلم کو فرماتے ہوئے میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ:

''میں جب تک محدث کے استفسارات اور ان کے جوابات پڑھ نہیں لیتا مجھے نیند نہیں آتی''۔

مولانا کے زمانہ میں جہاں دارالحدیث رحمانیہ کے کتب خانہ میں بیش قیمت علمی نوادرات اور جلیل القدر شہ پاروں کا اضافہ ہوتا رہا وہاں رسالہ محدث نے بھی بڑی ترقی کی، مولانا کی مشہور تصنیف ''ردعقائد بدعیہ'' کی تخلیق وتسوید محدث کے دوران ادارت ہی میں عمل میں آئی تھی، بعد میں مزید اضافے کے ساتھ آپ نے اسے کتابی شکل دے دی''۔(۱)

واضح رہے کہ رسالہ کے سرورق پر مولانا نذیر احمد املوی رحمانی کا نام" مدیر مسئول" کی حیثیت سے اور شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی کا نام" نگران اصول" کی حیثیت سے شائع ہوا کرتا تھا، بعض شماروں میں حضرت شیخ الحدیث کا نام نائب مدیر کے طور پر بھی دیکھنے کو ملا۔ ۱۹۳۸ء کے بعد کے شماروں میں یہ دونوں نام سکنڈ ٹائٹل پر آنے لگے۔ بعدہ جب تین سال کے وقفے کے بعد رسالہ دوبارہ جاری ہوا تو صرف مولانا نذیر احمد صاحب کا نام سکنڈ ٹائٹل پر معاون مدیر کے طور پر شائع ہو رہا تھا۔ غالباً ایسا پرچے کے نئے رجسٹریشن کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا تھا۔ رسالہ کے آخری شماروں تک شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی تحریریں فتاوی کی شکل میں برابر شائع ہوتی رہیں۔

جس طرح دارالحدیث رحمانیہ کی خدمات کو اہل نظر نے سراہا اور اس کے فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے اسی طرح اس کے رسالہ محدث کے سلسلے میں بھی اپنے منثور ومنظوم تاثرات پیش کیے ہیں، ملاحظہ ہوں اس سلسلے کی بعض نظمیں:

پیغام محدث کا

ایمان کی مے سے ہے، پر جام محدث کا پیغام حقیقی ہے، پیغام محدث کا

(۱) مقدمہ اہل حدیث اور سیاست، ص:۱۶-۱۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر لفظ میں اس کی ہے ایماں کی ضیا کاری   اک اشک ندامت ہے انعام محدث کا
اسلام کی خاطر ہے، ہے دین سے وابستہ   ہر صبح محدث کا ، انجام محدث کا
ایماں بھرے لوگوں میں، بس تذکرہ رہتا ہے   ہر صبح محدث کا ، ہر شام محدث کا
بہزاد محدث کا انداز نرالا ہے
کیوں کر نہ سنے دنیا پیغام محدث کا
(جناب بہزاد) (۱)

محدث کی شان میں

بدرالحسن سہسوانی

مبارک باد دیتا ہے یہ احقر   خدا ہے تجھ پہ حقاً ظل گستر
تری وہ شان ہے اللہ اکبر   کہ حق گوئی سے تو ہے حق کا دلبر
عدیم المثل ہیں تیری ادائیں   ترا ہر لہجہ ہے واللہ خوشتر
تجھے بخشی ہے حق نے ایسی قوت   عدو کے حق میں حقانی ہے خنجر
یہی بدر الحسن کی بس دعا ہے
چمکتا تو رہے تا روز محشر
بدرالحسن سہسوانی (۲)

مدرسہ کے متعلم مولانا عبدالحکیم مجاز اعظمی نے "محدث کا سال جدید" کے عنوان سے ایک نظم لکھی تھی، جو درج ذیل ہے:

اے کہ، ترے کرم سے ہے دعوئ پندو اعتبار   ترے چمن میں آگئی سال جدید کی بہار
ہاں سچ، ترا یہ دور ہے لطف گہ بلند و پست   جھوم رہی ہے خسروی بے مائگی پڑی ہے مست
نقارۂ سبیل ہیں تیرے صحن کے کاخ وکو   ساغر علم دیں لیے ساقی خوش نوا ہے تو

(۱) یادگار مجلّہ اہل حدیث۔ص:۳۰۳
(۲) رسالہ محدث دہلی: اگست ۱۹۴۰ء، ص:۸

جب سے مجھے عطا کیا تو نے شراب آتشیں   خمکدۂ جہاں کی لو ہو نہ سکی دل نشیں
دربار مصطفیٰ کا اک پروردۂ ادب ہے تو   بادہ ترا کلام رب، قول رسول ہے سبو
مٹ گئے سب توہمات لٹ گیا رخت ساحری   تیرے کلیم وقت نے توڑے طلسم سامری
قلزم پُر ظلام میں گم گشتۂ شعور تھا   ہند کا مسلماں بہت داورحق سے دور تھا
پھوٹی جو تجھ سے یک بیک فانوس حق کی اک کرن   چھوڑ کے خاکبازیاں ہوگیا دیں پہ گامزن
فیض کو ترے کیا کہوں خوب ہے دیں پروری   سایہ فگن رہے مدام دورۂ چرخ چیمبری
سچ پوچھ مجھ سے گر مجاز کہہ دوں میں صاف بالیقیں
بدعت دیں بھٹک سکے جس جا یہ وہ جگہ نہیں (۱)

مولانا محمد خلیل صاحب ایمن بستوی نے بھی ایک طویل نظم لکھی ہے جس کے آخر کے چند اشعار اس طرح ہیں:

تری ہر سانس کی گرمی سے باطل یوں پگھلتا ہے   ختم ہو دیکھ کر دجال جیسے ابن مریم کو
ترے روشن ادلہ کی مخالف تاب کیا لائے   بھلا کیا تاب ضوء شمس کی قطرات شبنم کو
ترے اوراق ہیں رنگیں زلون سنت وقرآن   ترا ہر جام شرمندہ کن پیمانۂ جم کو
مبارکباد کیا ہم دیں تجھے اس شان وعزت پر   نہیں حاصل بایں مقدار یارائے سخن ہم کو
تری تعریف میں ایمن نہ کیوں رطب اللساں ہوتا
رہ حق و صداقت جب تو دکھلاتا ہے عالم کو (۲)

(۱) رسالہ محدث دہلی: مئی ۱۹۴۷ء، ص:۲۴
(۲) ایضا: اپریل ۱۹۴۷ء، ص:۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی کتابوں کی اشاعت

نشرواشاعت کے تحت رسالہ محدث کے اجرا کے ساتھ ہی مدرسے کی طرف سے اکثر وبیشتر اسلامی کتابیں بھی شائع کر کے مفت تقسیم کی جاتی تھیں۔ یہ کتابیں مدرسہ کے اساتذہ کی تیار کردہ بھی ہوتی تھیں اور دیگر معروف علما کی بھی۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی مؤلفین کو ان کی کتابوں کی اشاعت کے لیے جزوی یا کلی مدد بھی مدرسہ کے فیاض دل مہتمم کر دیا کرتے تھے۔

مولانا نذیر احمد رحمانی شیخ عطاء الرحمٰن کے انتقال کے بعد ان پر لکھے گئے مضمون میں بیان کرتے ہیں کہ:

"...اس ماہوار رسالے کے علاوہ مذہبی، اخلاقی، اصلاحی چالیس حدیثوں کا ایک مجموعہ ترجمے کے ساتھ "اربعین رحمانی" کے نام سے تین حصے شائع کرائے اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا کہ جو شخص ان حدیثوں کو مع ترجمے کے اسی کے مطابق یاد کر کے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں سنا دے گا اس کو مناسب انعام سے خوش کیا جائے گا۔ چنانچہ دہلی اور بیرون دہلی کے بہت سے لوگوں نے سنا سنا کر انعامات حاصل کیے۔

رفع الیدین (متنازعہ فیہ) کے متعلق ایک محققانہ کتاب جناب مولانا حافظ محمد صاحب گوندلانوالہ (پنجاب) نے "التحقيق الراسخ في أن أحاديث رفع اليدين ليس لها ناسخ" کے نام سے لکھی، لیکن طباعت کا کوئی انتظام نہ ہونے کی وجہ سے خطرہ تھا کہ کہیں گوشۂ گمنامی میں نہ رہ جائے۔ اس لیے میاں صاحب مرحوم نے اس دو سو صفحے کی لمبی کتاب کو بھی بذات خود چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا مجموعہ "الحزب المقبول" نامی اور "تقوية الإيمان" تو بار بار چھپی اور ہزارہا کی تعداد میں ملک میں تقسیم ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ مطرق الحديد، میلاد مروجہ وغیرہ کتابیں بھی تقسیم کیں۔ قرآن مجید مترجم اور غیر مترجم تو ہزاروں اللہ کی راہ میں بانٹ دیے۔

مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی کو "دین محمدی" اور "رسول اللہ کے خطبات" کی اشاعت کے موقع پر تین تین سو روپے نقد مرحمت فرمائے۔" (۱)

اس سلسلے کی ایک دوسری خبر بھی ملاحظہ ہو:

"مفت"

موجودہ مہتمم صاحب مدظلہ نے کتاب "نکاح محمدی" از تصانیف مولانا محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی چھپوالی ہے۔ یہ کتاب پورے ایک سو صفحات کی ہے، اس میں دو سو دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ ایک ساتھ جو تین طلاقیں دی جائیں وہ شرعاً ایک ہی شمار ہوتی ہیں... مصنف صاحب سے بہ قیمت بارہ آنے ملتی ہے، اور صرف ایک آنہ محصول ڈاک کے لیے بھیج کر آپ اس پتہ سے اس کارآمد اور مفید کتاب کو مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ پتہ یہ ہے: مہتمم صاحب مدرسہ رحمانیہ، صدر دہلی (۲)

رسالہ محدث کے خریداروں کو مدرسہ سے شائع ہونے والی مطبوعات مفت بھیجی جاتی تھیں۔ ملاحظہ ہو درج ذیل خبر:

"اربعین رحمانی مفت:

جناب میاں صاحب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب مہتمم مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی نے چالیس حدیثوں کے مجموعے کی ایک کتاب عربی مع اردو ترجمہ چھپوائی ہے، جن حدیثوں کو مع ترجمہ یاد کر کے جو صاحب مدرسہ مذکورہ بالا کے سالانہ جلسہ امتحان کے موقع پر سنا دیں ان کے لیے میاں صاحب موصوف کی طرف سے انعام کا بھی وعدہ ہے، صرف تین پیسے کے ٹکٹ محصول ڈاک کے لیے بھیج کر اس پتے سے مفت منگوا لیجیے: مہتمم صاحب مدرسہ رحمانیہ، باڑہ ہندوراو، دہلی۔

دارالحدیث رحمانیہ کے استاد اور رسالہ محدث کے اول ایڈیٹر مولانا عبدالحلیم ناظم صدیقی (م ۱۳۵۴ھ = ۱۹۳۵ء) کی عربی سے ترجمہ کی ہوئی ایک کتاب بھی مدرسہ کی طرف

(۱) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص:۲۹ (۲) ایضاً: اگست ۱۹۳۸ء، ص:۲۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شائع ہوئی تھی۔ چنانچہ مولانا کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں:

''علمی تصنیفات میں صرف دو کا تذکرہ ملتا ہے: ''شان قرآن'' اور ''اصل الاصول''۔ درحقیقت یہ دونوں کتابیں عربی سے ترجمہ کی گئی ہیں۔ پہلی کتاب علامہ فرید وجدی مصری کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہے..... ۱۹۳۴ء میں یہ کتاب ''رسالہ محدث'' دہلی کے دفتر سے شائع ہوئی تھی، جیسا کہ سن طباعت سے معلوم ہوتا ہے۔'' (۱)

(۱) ماہنامہ محدث، بنارس: جولائی ۱۹۹۳ء ص:۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلبہ

حقوق اور واجبات

مدرسہ کے انتظامی امور سے متعلق تفصیلات کے تذکرے کے بعد وہاں کے طلبہ کے کوائف وحالات ذکر کیے جارہے ہیں۔ اس ضمن میں طلبہ کی تعداد، ان کی قومیت، مدرسہ کی طرف سے ملنے والی سہولیات، انعامات، مدرسہ کی طرف سے ان پر نافذ ہونے والے قوانین اور دیگر تفصیلات مندرج کی گئی ہیں۔ اس کے بعد طلبہ کی کارکردگی اور ان کو ملنے والی سہولیات کے نتائج وثمرات بھی جاننے کوشش کی گئی ہے۔

طلبہ کی تعداد:

مدرسہ میں طلبہ کی تعداد کیا ہوتی تھی اس کا اندازہ درج ذیل اقتباسات سے کیا جا سکتا ہے:

مولانا ابو یحییٰ خاں نوشہروی نے تراجم علمائے حدیث ہند میں لکھا ہے: ''ایک وقت میں بقدر (۸) کے اساتذہ، اور طلبہ جس قدر آسکیں''۔ (۱)

مولانا نوشہروی نے اپنی دوسری کتاب ''ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات''میں لکھا ہے: ''تلامذہ بیک وقت ۸۰ تا ۹۰''۔ (۲)

''جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات'' میں دارالحدیث رحمانیہ کے تعارف میں لکھا ہے:

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۱۷۳، حاشیہ نمبر ۱

(۲) ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات، ص: ۱۲۸

''اس میں طلبہ مختلف اوقات میں ۳۰، ۴۰ سے لے کر ۶۰، ۷۰ اور ۸۰، ۹۰ تک رکھے جاتے تھے۔'' (۱)

ڈاکٹر عبدالرحمٰن پریوائی (استاذ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، ریاض) لکھتے ہیں:

" إن عدد المسجلين فی المدرسة كان يتراوح بين (٥٠) و (٩٠) طالبا، ومنا من يستقل هذه الكميه، ولكن النجاح الذى حققه خريجو هذه المدرسة يدل على أنها كانت خيرالمدارس وأكبرها كيفية دون معارض." (٢)

یعنی مدرسہ (رحمانیہ دہلی) میں پڑھنے والوں کی تعداد ۵۰ سے لے کر ۹۰ تک رہتی تھی، کچھ لوگوں کو یہ تعداد کم لگتی ہوگی، مگر اس مدرسہ کے فارغین نے جو کامیابی حاصل کی وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تمام مدارس میں بلا اختلاف وہ سب سے اچھا اور معنوی اعتبار سے سب سے بڑا مدرسہ تھا۔

درحقیقت اس زمانہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ تعداد اتنی کم بھی نہیں ہے، ابھی پچیس تیس سال پہلے کی تاریخ دیکھی جائے تو ہمارے بہت سے بڑے بڑے مدرسوں میں پڑھنے والے طلبہ لگ بھگ اسی تعداد میں ہوتے تھے، بلکہ اس سے بھی کم ہوتے تھے۔

جامعہ سلفیہ سے شائع کتاب ''جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات'' میں دہلی کے دارالحدیث رحمانیہ کے علاوہ پندرہ دیگر مدارس (دہلی) کا تعارف ہے جن میں سے اکثر مدرسوں میں طلبہ کی تعداد دس تا پندرہ، پندرہ تا بیس، پچیس تا تیس بتائی گئی ہے، اس کے علاوہ ملک کے دیگر بڑے بڑے مدارس کے شعبۂ عربی کے طلبہ کی تعداد عموماً سو کے آس پاس ہی بتائی گئی ہے، اور وہ تعداد بھی کتاب کی اشاعت اول (۱۹۸۰ء) کے وقت کی ہے۔

(۱) جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات، ص: ۲۷

(۲) جهود مخلصة فی خدمة السنة المطهرة، ص: ۲۵۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری بات یہ کہ کمیت کے اعتبار سے یہ تعداد جس قدر بھی کم لگے مگر کیفیت کے اعتبار سے یعنی نتائج اور کارکردگی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو بڑی بڑی تعداد کے مقابلے میں یہ چھوٹی تعداد بھاری نظر آتی ہے، اس کے برعکس آج کے بیشتر مدارس میں کمیت پر نظر رکھی جاتی ہے اور کیفیت کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ إلا ما شاء الله ۔

سابقہ صفحات میں دارالحدیث رحمانیہ میں تعلیم حاصل کر چکے بعض علما کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ: ''امتحان داخلہ سخت ہوتا تھا، اس میں کسی سفارش یا رعایت کی گنجائش نہیں ہوتی تھی، اس سے زیادہ امتحانات سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ میں مثالی سختی رہتی تھی، اس لیے وہی طلبہ تعلیمی سلسلہ جاری رکھ پاتے جو محنتی اور علمی پختگی کے شوقین ہوتے تھے۔'' (۱)

یہ بات بھی بیان کی جا چکی ہے کہ صرف داخلہ امتحان میں کامیابی مدرسہ میں طالب علم کے مستقبل کی ضمانت نہ ہوتی تھی، کیوں کہ مدرسہ کے اصول وقواعد میں مذکور ہے کہ ''ہر مدرس کا فرض ہوگا کہ جدید طلبہ کے داخلہ کے ایک ماہ بعد اس کی لیاقت کا اندازہ کرتے ہوئے ناظم کو رپورٹ کرے کہ وہ جس جماعت میں داخل ہے اس کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔''

طلبہ کی قومیت:

دارالحدیث رحمانیہ کے طلبہ میں متحدہ ہندستان (موجودہ ہندستان، پاکستان وبنگلہ دیش) کے مختلف صوبوں اور علاقوں کے طلبہ کے علاوہ دور دراز ممالک جیسے نجد وحجاز، برما، انڈونیشیا اور تبت وغیرہ تک کے طلبہ شامل ہوتے تھے۔ اس لحاظ سے بلاشبہ یہ درس گاہ ایک بین الاقوامی ادارہ کی حیثیت رکھتی تھی۔

مولانا نذیر احمد رحمانی نومبر ۱۹۳۸ء کے محدث میں لکھتے ہیں:

''دارالحدیث رحمانیہ کی شہرت صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ بیرون ہند میں

(۱) ماہنامہ محدث بنارس: ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۶

بھی اس کا غلغلہ بلند ہے۔ چنانچہ اس وقت پنجاب، بنگال، یوپی وغیرہ کے علاوہ مدرسہ میں برما، جاوا، سماترا، تبت، نجد (عرب) تک کے طلبہ موجود ہیں۔ اس سال ربیع الاول میں نجدی طالب علم کے والد (جو ایک مشہور تاجر ہیں اور اپنے تجارتی سلسلے میں دور دور کے ملکوں کی سیاحت کرتے ہیں) اپنے بچے سے ملنے مدرسہ میں تشریف لائے اور کئی روز تک قیام کرنے کے بعد انھوں نے مدرسہ کے حالات کا اچھی طرح معائنہ کیا...۔'' (۱)

ایک دوسرے شمارے میں اسی تعلق سے مولانا رحمانی لکھتے ہیں:

''بحمد اللہ اس سال طلبہ کی تعداد پچھلے سالوں سے زیادہ ہے۔ پنجاب، بنگال، یوپی، دکن، بہار، اڑیسہ، جزیرہ حبشان، مدراس، آسام، برما، ان تمام ممالک کے لڑکے اس سال مدرسہ میں داخل ہیں۔'' (۲)

صاحب تحفۃ الاحوذی کے تذکرہ نگار مولانا ابوالفضل عبدالسمیع مبارکپوری نے لکھا ہے کہ رحمانیہ کے طلبہ میں ہندوستانیوں کے علاوہ عرب، افغانستان، کاشغر، بخاری، سماترا اور دیگر اسلامی ممالک کے طلبہ بھی شامل تھے۔ (۳)

اخبار محمدی دہلی میں شائع ''نتیجہ امتحان مدرسہ رحمانیہ دہلی'' کے عنوان سے ادارہ کی ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے کہ:

''بحمد اللہ موجودہ مہتمم صاحب کی دلچسپی اور نگرانی کا پھل امسال یہ ملا کہ پورے مدرسہ میں صرف تین لڑکے فیل ہوئے، باقی سب پاس ہوئے، تین طلبہ کو سندیں ملیں مع نجدی چوغے اور عربی عقال کے، ایک نجدی طالب علم کو دورہ کی سند ملی اور ساٹھ روپئے سفر خرچ کے....''۔ (۴)

جریدہ مذکورہ ہی کے ایک شمارے میں ایک مختصر مضمون بعنوان "ایقاظ المسلمین" از عبدالواحد مدنی شائع ہوا ہے، جس کے شروع میں مضمون نگار کا تعارف یوں

(۱) رسالہ محدث، دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص: ۱۵ (۲) رسالہ محدث، دہلی: جنوری ۱۹۴۰ء، ص: ۴

(۳) ملاحظہ ہو: مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۲/ ۵۴۷

(۴) اخبار محمدی دہلی: ۱۵/ اکتوبر ۱۹۳۸ء، ص: ۱۴-۱۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرایا گیا ہے:

''مضمون نگار مولانا عبدالواحد صاحب مدنی ہمارے محترم جناب نائب قاضی حضرت مولانا شیخ محمود شویل صاحب مدنی (از مدینہ منورہ) دام ظلہ کے فرزندار جمند ہیں۔ آپ نے کئی برس ہندوستان میں گذارے ہیں۔ مدرسہ رحمانیہ دہلی وغیرہ میں آپ نے تعلیم حاصل کی ہے۔'' (منیجر)(۱)

(۱) اخبار محمدی دہلی، ۱۵/ نومبر ۱۹۳۳ء ص: ۱۱-۱۲

طلبہ کو ملنے والی سہولتیں

دارالحدیث رحمانیہ کے دریا دل مہتمم نے طلبہ کو ہر قسم کی سہولیات فراہم کر رکھی تھیں، وہ سہولیات جو آج کے جدید ترین تعلیمی ادارے پیش کرنے سے یا تو قاصر ہیں یا پیش کرتے ہیں تو اسے اپنے امتیازات میں شمار کرواتے ہیں، بہر حال طلبہ ان سہولیات کی وجہ سے پورے طور پر آسودہ رہتے تھے اور ہر قسم کے ذہنی دباؤ سے آزاد رہتے تھے، نتیجتاً وہ اپنی پوری توجہ صرف اور صرف تعلیم پر صرف کرتے تھے اور پھر آفتاب وماہتاب بن کر چمکتے تھے۔ سطور ذیل میں طلبہ کو ملنے والی اہم سہولیات کا مختصراً تذکرہ کیا جارہا ہے۔

خورد ونوش کا انتظام:

ابتدا میں جب مدرسہ میں مطبخ کا انتظام نہ تھا تو طلبہ کا کھانا ہوٹل سے منگایا جاتا تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد اسحاق خاں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی پر اپنے ایک مضمون میں سیالکوٹی صاحب کے ایک شاگرد مولانا عصمت اللہ رحمانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''.... یہاں شروع میں طلبہ کا کھانا ہوٹل میں تیار ہوتا تھا۔ طلبہ اسے لاتے اور مدرسہ میں کھاتے تھے۔ مولانا (سیالکوٹی) کو یہ صورت ناپسند تھی اس لیے مدرسہ میں مطبخ کا انتظام کیا گیا۔ مولانا نے یہ انتظام میرے (مولانا عصمت اللہ رحمانی صاحب کے) سپرد فرمایا۔ ایک عرصہ تک میں نے یہ خدمت انجام دی...'' (۱)

طلبہ کے کھانے پینے میں کسی طرح کی کمی یا خرابی نہیں آنے دی جاتی تھی، کیونکہ مہتمم صاحب نے اگرچہ مدرسہ سے متعلق تمام امور کے لیے الگ الگ ذمہ دار مقرر کر رکھے تھے، مگر بہ نفس نفیس خود بھی ہر چیز کی وقتاً فوقتاً جانچ کرتے رہتے اور متعلقہ افراد کو تنبیہ کرتے رہتے، مطبخ کا بھی یہی معاملہ ہوتا، موصوف اکثر وبیشتر مطبخ کا چکر لگاتے تھے، کھانا کھا کر

(۱) ماہنامہ محدث بنارس: اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص: ۱۶-۱۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھتے تھے اور اس تعلق سے تاکید کرتے کہ کسی قسم کی کمی نہیں ہونی چاہیے، مدرسہ سے وابستہ شخصیات کے تاثرات اس تعلق سے ملاحظہ ہوں:

مولانا ابو یحییٰ خاں نوشہروی رقمطراز ہیں:

”یہ دارالحدیث ۱۳۳۹ھ میں قائم ہوا، اس کے تمام مصارف صاحب مہتمم کے ذمہ ہیں، ایک عمارت جدید التعمیر ہے باڑہ ہندوراؤ میں، جس میں دار التعلیم اور دار الاقامہ علیحدہ علیحدہ ہیں، طلبہ کے خورد ونوش کا ذمہ دار مدرسہ ہے، اور کھانا عمدہ ملتا ہے......“۔(۱)

مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں:

”...بلکہ یہاں باقاعدہ ایک مستقل مطبخ (باورچی خانہ) ہے جس میں روٹی سالن وغیرہ پکانے اور ان کی نگرانی کے لیے مستقل ملازم ہیں، ان کو معقول تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ دونوں وقت پکا پکایا بہترین کھانا سب کو اکٹھا ایک دسترخوان پر بٹھا کر کھلایا جاتا ہے۔ روزانہ بکری کا گوشت اور چپاتی ہوتی ہے، بحمد اللہ گھر کی طرح سے بآرام دونوں وقت کھاتے ہیں...“ (۲)

مولانا محمد خالد فیضی اپنے مضمون ”علم دوستی وعلما شناسی: دارالحدیث رحمانیہ کے تناظر میں“ کے اندر ایک جگہ اپنے استاذ مولانا قاری عبدالسبحان مئوی کے حوالے سے درج ذیل واقعہ ذکر کرتے ہیں:

”دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں ہر طالب علم کو روزانہ ایک چھٹانک گھی دیا جاتا تھا، ایک بار متولی صاحب کو منشی جی نے کہا کہ شیخ صاحب گھی بازار میں مہنگا ہو گیا، آپ نے پوچھا پھر؟ منشی جی نے کہا میری رائے ہے کہ طلبہ کو دیا جانے والا گھی کی مقدار کم کر دی جائے تاکہ بجٹ نہ بڑھے، شیخ صاحب سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر سوال کیا گھی کیا بھاؤ بک رہا ہے؟ بھاؤ بتایا گیا، نہایت برجستگی سے شیخ صاحب نے حکم صادر فرمایا کہ آج سے فی کس دو چھٹانک گھی دو، مبادا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہ کہہ کر میرا مواخذہ کر لے کہ تو نے بھاؤ

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۱۷۳، حاشیہ نمبر(۱)   (۲) رسالہ محدث، دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص:۲۶

بڑھنے کی وجہ سے دستور سابق کو برقرار نہ رکھا، کیونکہ بازار کا نرخ تیری دولت کے حق میں بہتر نہ تھا۔ اگر میری خوشنودی مطلوب ہوتی تو مقدار زیادہ کر دیتا۔ رقت آمیز لہجے میں منشی جی سے کہا کہ آج سے دو چھٹانک فی کس گھی جاری کر دیا جائے، گھی اگر مہنگا ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ کے مہمانوں کا بھاؤ گر نہیں گیا ہے“۔(۱)

بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی، اسی مضمون کے آخر میں مہتمم صاحب کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں:

”یہ ہیں امیر کبیر حضرت شیخ عطاء الرحمٰن رحمہ اللہ متولی ”دارالحدیث رحمانیہ دہلی“ جنہوں نے اپنی دولت اشاعت علم دین کے لیے وقف فرمائی تھی، آپ کی ایک قابل تحسین وتقلید عادت یہ تھی کہ طلبہ کے کھانے کے بعد مطعم پہنچتے، پیشانی پہ چمک، آنکھوں میں اشتیاق اور ہاتھوں میں پلیٹ لیے ہوتے پھر بہت احتیاط سے مطعم میں گھوم گھوم کر وہ چاول یا روٹی کے ٹکڑے چنتے جو طلبہ سے کھاتے وقت غیر شعوری طور پر گر جاتے تھے اور اپنی شاہانہ گدی پر بیٹھ کر بڑے شوق سے تناول فرماتے۔ کئی بار لوگوں نے پوچھا یہ کیا کرتے ہیں؟ ایک دن انہوں نے انتہائی باوقار انداز میں کہا کہ یہ کھانا ان لوگوں کا چھوڑا ہوا ہے جو قال اللہ وقال الرسول کہتے ہیں، جن کے لیے فرشتے پر بچھاتے اور دعائیں کرتے ہیں۔ میں اس لالچ میں یہ سب کرتا ہوں کہ شاید اللہ مجھے بھی ان لوگوں کے ساتھ حشر میں جمع فرما دے، میرا حشر بھی ان لوگوں کے ساتھ ہو جائے“۔(۲)

یادگار مجلّہ اہل حدیث میں دارالحدیث رحمانیہ کے تعارف میں یہ تحریر ہے:

”......طلبہ کو عمدہ سے عمدہ کھانا دیا جاتا تھا، مہتمم مدرسہ روزانہ باورچی خانہ کا معائنہ کر کے برابر ہدایت کرتے رہتے تھے......“۔(۳)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی اپنے زمانہ طالب علمی کے دارالحدیث رحمانیہ کا تذکرہ

(۱) مجلّہ طوبیٰ: دسمبر ۲۰۰۹ء، ص:۲۸
(۲) ایضاً، ص:۲۹   (۳) یادگار مجلّہ اہل حدیث، ص:۳۰۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حافظ محمد ابراہیم ناظم مطبخ تھے۔کھانا چوکیوں پر رکھ دیا جاتا، ہم لوگ آمنے سامنے بیٹھ کر کھاتے، جب شیخ عطاء الرحمٰن نے سنا کہ میرے والدین اور دادا بھی فوت ہو چکے ہیں تو مجھے بلا کر کہا کہ تمہیں اپنا بیٹا بناتا ہوں، چنانچہ گھر سے کھانا آنے لگا۔“(۱)

مہتمم صاحب کے دولت خانہ پر طلبہ واساتذہ کی دعوتیں:

مدرسہ کے مطبخ کے مثالی کھانے کے انتظام کے ساتھ ہی مہتمم موصوف ادارہ کے جملہ طلبہ واساتذہ کو وقتاً فوقتاً اپنے گھر مدعو کرتے اور لذیذ و پرتکلف کھانوں سے ان کی تواضع کرتے، اس موقع پر گھر کے تمام افراد علماء و متعلمین کی خدمت میں لگے رہتے اور اسے باعث شرف تصور کرتے۔

مدرسہ میں متعلم پھر مدرس رہ چکے مولانا عبدالرؤف رحمانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

”دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا حسن انتظام اب تک لوگوں کو یاد ہے، ہر ماہ تمام طلبہ کی نفیس و پرتکلف دعوت ناظم رحمانیہ اپنے دولت کدہ پر کیا کرتے تھے، ہر ہفتہ علماء و مدرسین کی دعوت بہت ہی لذیذ و نفیس کھانوں پر مشتمل ہوا کرتی تھی......“۔(۲)

مولانا محمد صاحب جوناگڈھی مدرسہ رحمانیہ کے مہتمم شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کی وفات کے بعد ایک مضمون میں ان کے خلف شیخ عبدالوہاب صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مرحوم (شیخ عطاء الرحمٰن) کی عادت کے مطابق (شیخ عبدالوہاب) میری اور جملہ مدرسین رحمانیہ کی دعوت ہر جمعہ کی شام کو اپنی کوٹھی پر کرتے ہیں، موٹریں آتی ہیں اور مدرسین کرام کو بہ عزت لے جاتی ہیں اور وہاں خدا کی دی ہوئی ہمہ قسم کی نعمتیں تناول فرما کر واپس پہنچا جاتی ہیں......“۔(۳)

(۱) مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ: حیات وخدمات ص:۷۵

(۲) ماہنامہ محدث، بنارس: اگست ۱۹۹۲ء، ص:۱۶ (۳) اخبار محمدی، دہلی: یکم جولائی ۱۹۳۸ء، ص:۱۱

واضح رہے کہ طلبہ کی دعوت کا پروگرام محض اکل وشرب اور تفریح تک محدود نہیں رہتا تھا بلکہ اس کے ساتھ ہی مختلف علمی وتربیتی پروگرام بھی منعقد ہوتے تھے جن کے بعد مہتمم صاحب کی طرف سے طلبہ پر نقد انعام کی بھی بارش ہوتی تھی، ملاحظہ ہو ایک بار پھر قاری عبد السبحان صاحب مئوی کا بیان:

”دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں طلبہ واساتذہ کی باقاعدہ ضیافت ہوتی تھی، میزبانی بول کر میزبانی ہوتی تھی اور میزبان خود متولی صاحب ہوتے تھے، دلی کے بہت سارے اغنیاء واثریاء گربہ مسکین بن کر متولی صاحب کے پاس اس نیت کے ساتھ آتے کہ آج ہم مہمانان رسول کی میزبانی کا شرف حاصل کریں گے، ان کی دعوت کریں گے، شیخ صاحب سے ملتے، بڑی انکساری کے ساتھ اپنی بات رکھتے کہ آپ سے بہتر ہم کیا خدمت کرسکیں گے، اور آپ جیسی توجہ ہم کہاں دے سکیں گے، مگر پھر بھی آپ سے گزارش ہے کہ آج طلبہ واساتذہ کو اجازت دیں کہ ہمارے غریب خانہ کی رونق بڑھائیں اور ماحضر تناول فرمائیں، ایک جگہ رہتے رہتے اور کھاتے پیتے طبیعت اکتا جاتی ہوگی، اس لیے منہ کا مزہ بدلنے کے لیے نہ سہی، آب وہوا کی تبدیلی کے لیے۔ اے کاش! آپ یہ اجازت مرحمت فرماتے! متولی صاحب گزارش سننے کے بعد چند لمحہ خاموش رہتے، پھر کہتے، ہاں آپ نے تبدیلی آب وہوا کی بڑی اچھی بات سمجھائی، نشاط وانبساط کے لیے یہ بڑی لازمی چیز ہے۔ ہاں آج مدرسہ میں یہ اعلان کردو کہ جنگل والی کوٹھی میں اساتذہ وطلبہ کی ضیافت ہوگی۔ پھر اپنی کار سے اساتذہ وطلبہ کو مدرسہ سے وہاں پہنچاتے، کھانا، پانی، دعوت تو بہانہ ہوتا وہاں پہنچ کر قسم قسم کے رنگ برنگ کے پروگرام اساتذہ وطلبہ منعقد کرتے، اور اول آنے والے طالب علم متولی صاحب سے نقد انعام پاتے۔ تجوید میں اول آنے والے کو انعام، حفظ قرآن میں اول آنے والے کو انعام، حفظ احادیث میں امتیاز رکھنے والے کو انعام، تقریر دل پذیر پر انعام، تحریر دل نشیں پر انعام، مکالمہ، مباحثہ ومناظرہ پر انعام، کھیل کود میں نمایاں رہنے والے کو انعام۔ پس جس دن جنگل والی کوٹھی پر دعوت ہوتی سمجھ لو آج متولی صاحب سخاوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بدلی بن کر چھائیں گے اور انعام کی بارش برسائیں گے''۔(۱)

رمضان وغیرہ کی چھٹیوں میں جو طلبہ گھر نہ جاتے اور مدرسہ ہی میں مقیم رہتے ان کے خورد ونوش کے ساتھ ان کی دیگر ضروریات کے لیے کچھ نقد بھی فراہم کیا جاتا تھا، اور عید کے دن عیدی سے بھی نوازا جاتا، ملاحظہ ہو اخبار محمدی دہلی کی ایک رپورٹ:

''دہلی کے اس مدرسے میں امسال جن طلبہ نے رمضان شریف گذارا انھیں دونوں وقت کا طعام اور افطاری کے علاوہ دس دس روپئے نقد دیے گئے، پھر عید کے دن دو دو روپے اور مٹھائیاں دی گئیں، ملازمین مدرسہ بھی اس انعام عید سے محروم نہیں رہے...''۔(۲)

رحمانیہ میں زیر تعلیم ایک طالب علم نے ''ہماری عید قرباں'' کے عنوان سے رسالہ محدث میں ایک مضمون لکھا ہے اس کی چند سطریں ملاحظہ ہوں:

''گذشتہ سال کی طرح امسال بھی رفقائے رحمانیہ کی تقریب عید الاضحیٰ بحمد اللہ بڑی شاندار طریقے پر ادا ہوئی۔ ابھی ماہ ذی الحجہ کا چاند نظر بھی نہ آیا تھا کہ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی نے قربانی کے جانوروں کی خریداری شروع کردی۔ تقریباً اکیس جانور خریدے۔ جن میں سے صرف چھ بکرے باقی سب دنبے تھے اور وہ بھی ایسے عمدہ کہ ۶۰-۶۵ سے کم کا تو شاید ہی کوئی رہا ہو، ورنہ اسی نوے بلکہ بعض تو سو سو روپئے کے تھے۔ ادھر درزی کو حکم ہوا کہ مدرسہ کے تمام اساتذہ کے لیے اس سال بھی گرم شیروانیاں تیار کی جائیں، چنانچہ درزی نے سب کے ناپ لے کر بہترین گرم کپڑے کی شیروانیاں تیار کیں۔ اس کے علاوہ بعض ضرورت مند طالب علموں کے لیے بھی نئے کپڑے بنوائے گئے...'' (۳)

لباس وبستر:

مولانا عبدالرؤف رحمانی اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''......اوڑھنے بچھانے کے لیے گدا اور چادر ولحاف ملتا تھا، جاڑے کے موسم میں

(۱) مجلہ طوبیٰ: دسمبر ۲۰۰۹ء ص: ۲۸-۲۹ (۲) اخبار محمدی، دہلی: یکم دسمبر ۱۹۳۸ء ص: ۲
(۳) رسالہ محدث دہلی: مارچ ۱۹۴۰ء، ص: ۲۲

ٹرکوں پر لڑکوں کے لیے اونی سوئٹر اور اونی کوٹ اور تمام قسم کے کمبل اور نئے لحاف وگدے آتے تھے۔''۔(۱)

''طلبہ دارالحدیث رحمانیہ کا حقیقت افروز بیان''

رحمانیہ سے شائع ہونے والے رسالہ محدث کے ایک شمارے میں عنوان مذکور کے تحت طلبہ مدرسہ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، اس کی چند سطریں ملاحظہ ہوں:

''.....جہاں ہماری روحانی واخلاقی تربیت کے انتظامات ہیں وہاں ہماری جسمانی راحت کے بھی سیکڑوں اسباب ہیں۔ دونوں وقت باقاعدہ پکی پکائی اچھی غذا، برف کا ٹھنڈا پانی، درس گاہوں اور مسجد میں بجلی کے پنکھے اور روشنی۔ ضرورت مندوں کو کپڑے، جوتے، جاڑوں میں لحاف، کمبل، اونی قمیصیں، روئی دار بنڈیاں وغیرہ۔ ہماری صحت کی نگرانی کے لیے ایک ڈاکٹر کا تقرر، حجامتیں درست کرنے کے لیے ایک حجام کی مستقل ملازمت، لالٹین، تیل، صابون، چارپائی، یہاں تک کہ کتابیں بھی پڑھنے کے لیے عاریۃً مدرسہ ہی سے دی جاتی ہیں....'' (۲)

والد محترم مولانا محمد صاحب اعظمی حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''......اساتذہ وطلبہ کو تشجیعی آسائشیں اور سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں، مثلاً موسم سرما میں ہر طالب علم کو لحاف اور گدے دیے جاتے تھے، کبھی کبھار تفریحی مقامات کی سیر کرائی جاتی، موسم کے لحاظ سے میووں وپھلوں سے تواضع کی جاتی، عید الاضحیٰ کے موقع پر عیدی دی جاتی اور مہتمم صاحب کے گھر سے اسپیشل کھانے بھیجے جاتے، کسی دوسرے کی دعوت قبول کرنے کی اجازت نہیں تھی، یہ مدرسہ طلبہ واساتذہ کی ضروریات وسہولیات کے معاملے میں اس حد تک خود کفیل تھا کہ طلبہ کے کھیل کود کے لیے اس کے پاس مدرسہ سے متصل اپنا ایک میدان تھا جو صرف طلبہ کے کھیل کود کے لیے خاص تھا، ان کو ادھر ادھر جانے

(۱) ماہنامہ محدث بنارس: اگست ۱۹۹۲ء ص: ۱۷-۱۸
(۲) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص: ۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت نہیں ہوتی تھی‘‘۔(۱)

سفر خرچ:

مدرسہ میں زیر تعلیم طلبہ میں سے اگر کسی کے پاس چھٹیوں میں گھر جانے کے لیے سفر خرچ نہ ہوتا تو مہتمم صاحب ایسے طلبہ کو اپنی جانب سے سفر خرچ بھی دیتے تھے، ہندستان کے باہر کے طلبہ بھی مدرسہ میں پڑھتے تھے، بوقت ضرورت انہیں بھی سفر خرچ فراہم کیا جاتا تھا۔

اخبار محمدی میں شائع ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ:

’’مدرسہ رحمانیہ میں چھٹی ہوگئی، جو نادار طلبہ اپنے گھر اپنے خرچ سے نہ جا سکتے تھے، انہیں فیاض دل مہتمم صاحب نے پورا خرچ دے کر ان کے ماں باپ سے ملنے کے لیے بھیج دیا ہے....‘‘۔(۲)

اخبار مذکور ہی کے ایک شمارے میں مدرسہ کے سالانہ امتحانات کے بعد تقسیم اسناد وانعامات وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

’’...ایک نجدی طالب علم کو (بھی) دورہ کی سند ملی اور ساٹھ روپے سفر خرچ کے.‘‘۔(۳)

سیر وتفریح:

تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طلبہ کے لیے سیاحتی مقامات کی سیر کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس کے لیے بعض بعض اسکولوں میں لمبی لمبی رقمیں جمع کرائی جاتی ہیں، آج سے تقریبا ایک صدی قبل دارالحدیث رحمانیہ کے باذوق مہتمم اپنے مدرسہ کے طلبہ کو دہلی کے بعض مشہور مقامات کی سیر کے لیے لے جاتے تھے، وہاں ان کے کھانے پینے کے مکمل انتظام کے ساتھ ساتھ ان کو کچھ نقد بھی دیتے تھے تاکہ انہیں اپنے من پسند کی کوئی چیز خریدنی ہو تو محرومی کا احساس نہ ہو۔

(۱) ماہنامہ محدث، بنارس: ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۸ء ص:۶۸۔

(۲) اخبار محمدی، دہلی: یکم نومبر ۱۹۳۸ء ص:۲۔

(۳) ایضا: ۱۵/اکتوبر ۱۹۳۸ء ص:۱۴-۱۵۔

مولانا نذیر احمد رحمانی رسالہ محدث کے اداریہ میں ’’سالانہ تفریح‘‘ کا عنوان قائم کر کے کچھ تمہیدی باتیں ذکر کرنے کے بعد ۱۹۳۹ء کے تعلیمی سال کے آخر میں طلبہ کو کرائی جانے والی سیر وتفریح کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’.......اعلان کے مطابق ۱۶/جمادی الاولی ۱۳۵۸ھ مطابق ۵/جولائی ۱۹۳۹ء بروز بدھ کو اکٹھا چار لاریاں ٹھیک دو بجے مدرسہ کے سامنے آکر کھڑی ہوگئیں، مدرسہ کا سارا اسٹاف تیار ہی بیٹھا تھا۔ فوراً سوار ہوگئے، اور ۱۰/منٹ کے بعد ’’مہرولی عرف قطب صاحب‘‘ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستہ میں پرانا قلعہ، شاہ ہمایوں کا مقبرہ وغیرہ بعض تاریخی مقامات دیکھتے ہوئے تقریباً ۴/بجے منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ وہاں ٹھہرنے کے لیے عالی جناب محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کے صاحب زادے محترم جناب شیخ محمد صاحب نے اپنی خاص کوٹھی کی کنجیاں مرحمت فرمادی تھیں۔ اس لیے سب نے آپ ہی کی کوٹھی میں قیام کیا جو نہایت ہوادار اور آرام دہ جگہ ہے.........

عالی قدر محترم جناب حاجی شیخ عبدالوہاب صاحب مہتمم مدرسہ نے پچھلے سال کی طرح اس سال بھی لڑکوں میں تقسیم کرنے کے لیے بالکل نئے پیسے بھجوادیے تھے، پیسے ایسے خوبصورت اور جاذب نظر تھے کہ دیکھنے میں سونے کی گنی معلوم ہوتے تھے۔ آٹھ آٹھ آنے کی الگ الگ گڈیاں بنی ہوئی تھیں۔ سب کو ایک ایک گڈی دے دی گئی۔ اس سے ان کی خوشی کے جذبات چندر چند زیادہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر ادھر ادھر پہاڑیوں پر تفریح کے لیے لوگ منتشر ہوگئے۔ مغرب کے بعد کھانے کے لیے دسترخوان چن دیا گیا۔ بہترین پراٹھے، قورما اور کھیر سے سب کی تواضع کی گئی جو دہلی کے مشہور باورچیوں کو وہیں بھیج کر تیار کرائے گئے تھے۔ رات نہایت لطف سے گذری، ۶/جولائی کی صبح کو تقریباً ۸/بجے جناب مہتمم صاحب برف کی سلی اور قلمی آموں کی ایک کثیر مقدار لے کر وہاں پہنچ گئے۔ آپ کی تشریف آوری سے ہمارے دل باغ باغ ہوگئے۔ تھوڑی دیر تک آپ اساتذہ کے ساتھ باتوں میں مشغول رہے اور پھر اپنی ضرورت کی وجہ سے جلد ہی واپس آگئے۔ ہم لوگ تقریباً ۱۱/بجے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے سے فارغ ہوئے۔اس وقت بھی کھانے کا بہترین انتظام تھا۔کافی تعداد میں سب کو آم ملے، برف کا ٹھنڈا پانی ہر وقت تیار رہتا تھا۔الغرض ہر طرح کی راحت و آسائش کے ساتھ دن گذار کر تقریباً چھ بجے شام کو انہیں لاریوں کے ذریعہ خوش خوش مدرسہ واپس آ گئے۔فالحمد لله علی ذلك۔ (۱)

اخبار محمدی ''مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ کی سیر قطب'' کا عنوان لگا کر لکھتا ہے:

''...... بذریعہ موٹر لاریوں کے (مہتمم صاحب نے طلبہ کو) قطب بھیجا، بدھ کے دن دوپہر کو یہ گئے، رات کو وہیں رہے، دن بھی وہیں گزارا، دونوں وقت دہلی کے باورچی سے بہترین کھانے پکوا کر کھلائے، اور سرولی کے بڑھیا آم شکم سیر ہو کر کھلائے، جاتے ہوئے ہر ایک کو ڈھلے دھلائے نئے پیسے آٹھ آٹھ آنے کے دیے تاکہ وہ اپنی من مانی چیز خرید سکیں......''۔(۲)

خطیب الہند مولانا عبدالروف رحمانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''......سال میں دو مرتبہ اوکھلا یا قطب لاٹ کی طرف سیر کرائی جاتی تھی، متعدد بسوں اور لاریوں پر طلبہ اور کھانے کے جملہ تمام پکے پکائے ہنڈے پہنچتے تھے، اور وہاں سیر و تفریح کے بعد گرم گرم اور تازہ و نفیس کھانے کھانے کو ملتے تھے......''۔(۳)

محمد اکبر فارانی متعلم رحمانیہ قطب کی ایک سیر کے موقع کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

''.....گندھک کے کنویں میں تو طلبہ کے ساتھ ہی (شیخ عطاء الرحمٰن) غسل فرماتے لیکن جھرنے میں آپ چارپائی پر بیٹھ جاتے اور طلبہ حوض میں اس کی چھت سے کودتے۔ اچھا کودنے والے کو انعام دیتے۔ یہ دیکھ کر دوسرے لوگ بھی آ جاتے اور وہ اور زیادہ اونچے مقام درخت وغیرہ سے کودتے، میاں صاحب انھیں بھی انعام دیتے...'' (۴)

(۱) رسالہ محدث دہلی: اگست ۱۹۳۹ء ص: ۳-۴
(۲) اخبار محمدی دہلی: ۱۵؍جولائی ۱۹۳۹ء ص: ۲
(۳) ماہنامہ محدث، بنارس: اگست ۱۹۹۲ء ص: ۱۶-۱۷
(۴) رسالہ محدث دہلی: اگست ۱۹۳۸ء، ص: ۱۴

ورزش:

مدرسہ میں طلبہ کے لیے ورزش اور کھیل کود کا بھی ادارہ کی طرف سے معقول انتظام تھا، اس کے لیے باقاعدہ ایک جانکار اور تجربہ کار فرد کا تقرر ہوتا تھا۔

مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''جس زمانہ میں میں دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں زیر تعلیم تھا (۱۹۳۴ء تا ۱۹۳۹ء) اس کے مہتمم جناب شیخ عطاء الرحمٰن مرحوم نے فن سپہ گری اور بنوٹ کے لیے باقاعدہ ایک استاذ کا انتظام کر رکھا تھا جو جماعت مجاہدین کی یادگار تھے اور بعد نماز عصر طلبہ کو دارالحدیث کے وسیع ہال میں بنوٹ وغیرہ کی عملی تعلیم دیتے تھے''۔(۱)

مولانا عبدالغفار حسن ورزش کے استاذ کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خلیفہ عبدالقادر جسمانی ورزش کے استاد تھے، ان سے بنوٹ (لاٹھی چلانا) سیکھا۔ خلیفہ عبدالقادر بنوٹ یا گتکا کے ماہر تھے، سارے داؤ پیچ سکھائے کہ دفاع کیسے کیا جاتا ہے اور حملہ کیسے! وہ میرے والد مرحوم کے گہرے دوست تھے اس لیے مجھ پر بھی بہت شفقت فرماتے تھے۔دُبلے پتلے اور میانہ قد لیکن انتہائی پھرتیلے۔

ایک دفعہ وہ اپنی بیوی کو ڈولی میں بٹھا کر محلّہ کشن گنج سے پھاٹک حبش خاں لے جا رہے تھے، اس زمانہ میں کہار عموماً ہندو ہوا کرتے تھے۔ جب ڈولی نہر کے کنارے پہنچی تو تنہائی دیکھ کر کہاروں نے ڈولی نیچے رکھ دی اور خلیفہ عبدالقادر سے جو ساتھ ساتھ پیدل آ رہے تھے کہا کہ لو تمہاری شامت آئی، تمہاری بیوی کے پاس جتنا زیور ہے وہ ہمارے حوالے کر دو ورنہ مار مار کر یہیں ختم کر دیں گے اور پھر ایک کہار نے اچانک لاٹھی اٹھا کر مارنا چاہا لیکن خلیفہ عبدالقادر نے پھرتی سے اس کی کلائی کی ایک رگ کو اس زور سے دبا دیا کہ لاٹھی اس کے ہاتھ سے گر گئی، خلیفہ صاحب نے لاٹھی اٹھا کر اس کے سر پر ماری کہ وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ دوسرا کہار اپنے ساتھی کا یہ حشر دیکھ کر بھاگ نکلا اور خلیفہ اپنی بیوی کو پیدل

(۱) مقدمہ کتاب اہل حدیث اور سیاست، ص: ۱۰۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھاٹک حبش خاں تک چلا لائے۔''(۱)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی ایک اور کھیل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کھیلوں میں شیخ (مہتمم) صاحب کو کبڈی بہت پسند تھی۔ میں بھی شوق سے کھیلتا تھا۔ شیخ صاحب چارپائی پر بیٹھے رہتے۔ خوب پالا مارنے والے کو شاباشی دیتے بلکہ انعام بھی۔ سرخ رومال ساتھ ہوتا جس میں پیسے بندھے ہوتے۔ ایک دفعہ میرے ایک ساتھی حاکم علی کبڈی کبڈی کہتے میری طرف آئے، میں نے ان کی ٹانگ پکڑی اور پھر میرے ساتھیوں نے انھیں زیر کرلیا۔ ہمارے ہاں کبڈی پنجاب سے مختلف ہے جہاں ایک آدمی کو صرف ایک ہی پکڑ سکتا ہے۔ شیخ صاحب بہت محظوظ ہوئے اور مجھے پانچ روپے انعام میں دیے۔

ایک مرتبہ حریف میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور میرے ساتھی میری مدد کو نہ پہنچ سکے تو شیخ صاحب نے انھیں ڈانٹا کہ اپنے ساتھی کی مدد کو کیوں نہ آئے۔''(۲)

مولانا عبدالرؤف رحمانی ورزش سے متعلق یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

''لڑکوں کی سیر وتفریح اور ورزشی کھیل کے بعد بادام کا شربت برف آلود پیش کیا جاتا تھا، طبعاً کھیل کی مجلسوں میں میں شریک نہیں ہوتا تھا، لیکن ایک دو بار شرکت کا اتفاق ہوا، اور میں نے بھی کبڈی مدرسہ کے صحن میں کھیلا ہے اور میں نے بھی ایک دو بار شربت پیا ہے''۔(۳)

اخبار محمدی کی ایک خبر میں اس کا بھی تذکرہ ہے کہ مہتمم صاحب بنوٹ کے اچھے کھلاڑیوں کو نیکر اور بنیائن بھی خرید دیتے تھے، نیز تعلیمی وتربیتی میدان میں آگے رہنے والے طلبہ کی طرح اس میدان کے طلبہ کو بھی انعام واکرام سے نوازا کرتے تھے۔

---

(۱) مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ: حیات وخدمات، ص:۶۹

(۲) ایضاً، ص:۷۳

(۳) ماہنامہ محدث بنارس: اگست ۱۹۹۲ء، ص:۱۷-۱۸۔

کچھ دیگر انتظامات:

مذکورہ بالا سہولیات کے علاوہ طلبہ کو کچھ اور سہولتیں بھی فراہم تھیں۔ مولانا نذیر احمد رحمانی فرماتے ہیں:

''...آپ (شیخ عطاء الرحمٰن) نے طلبہ کی دیکھ بھال کے لیے ایک مستقل ڈاکٹر مقرر کردیا ہے۔ درس گاہوں میں بجلی کے پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ گرمیوں میں صرف صبح کے وقت تعلیم ہوتی ہے۔ جاڑے میں کمبل، لحاف، کوٹ، روئی دار بنڈیاں وغیرہ طلبہ کو دی جاتی ہیں۔ وضو اور غسل کے لیے گرم پانی تیار رہتا ہے۔ مدرسہ ہی طرف سے سب کو چارپائیاں، لالٹین اور تیل، کپڑے دھلنے کے لیے صابن ملتا ہے، ایک حجام ملازم ہے جو ہر جمعرات کو آکر سب کی حجامتیں درست کرتا ہے۔ دو اور خادم ہیں جو مدرسہ کے دوسرے کام انجام دیتے ہیں۔'' (۱)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

''...... جناب حاجی (عبد الرحمٰن) صاحب مرحوم کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے حاجی عبدالستار صاحب نے اپنی توجہ مدرسہ کی جانب مبذول کی اور اس کام میں دلچسپی کے ساتھ حصہ لیا لیکن افسوس کہ آپ بھی عالم شباب میں وفات پاگئے، والدہ صاحبہ حاجی صاحب مرحوم کو اپنے دور حیات میں مدرسہ سے خاص دلچسپی تھی، طلبہ کے آرام وآسائش کے لیے آپ ہی نے برقی روشنی اور بجلی کے پنکھوں کا انتظام کیا......''۔(۲)

واضح رہے کہ بجلی کی روشنی اور پنکھوں کی یہ بات تقریباً ایک صدی قبل کی ہے، جب کہ بیشتر مقامات پر اس کا تصور بھی نہ رہا ہوگا، اور جہاں رہا ہوگا صرف خواص ہی اس سے مستفید ہوتے رہے ہوں گے، مگر ادارہ کے ذمہ داران نے طالبان علوم نبوت کی راحت کے لیے اس کا انتظام کر رکھا تھا۔

مولانا عبدالغفار ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

---

(۱) رسالہ محدث، دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص:۲۷

(۲) الاعتصام، لاہور: ۱۲/اگست ۱۹۹۴ء، ص:۲۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"علاج معالجے کے لیے ایک ڈاکٹر صاحب باقاعدہ آیا کرتے تھے، ہر جمعرات کو حجام کی حاضری رہتی، طلبہ کو نہانے کے لیے صابن دیا جاتا۔" (۱)

اخبار محمدی لکھتا ہے:

"صحت وصفائی اور تربیت کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ کی طرف سے ایک نائی مقرر تھا جو ہر جمعرات کو آکر طلبہ کے خط بنا جاتا تھا، اگر کوئی طالب علم خط بنانے میں شریعت کی خلاف ورزی کرتا تو دونوں پر جرمانہ عائد کیا جاتا تھا......"۔(۲)

مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی علیہ الرحمۃ ۱۹۳۳ء میں رحمانیہ میں اپنی طالب علمی کے دور میں اس مدرسہ کے تعارف پر مشتمل اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"...... اس دار الحدیث کی خصوصیات بہت ہیں، جسمانی آرام کے سلسلے میں خوراک ولباس کا خیال تو ضروری چیز ہے، اور بجلی کا پنکھا گرمیوں میں تو رحمانی نعمت ہے، روحانی آرام اس طرح پر ہے کہ قابل اور لائق مدرسین اپنی اعلی اور عمدہ تقاریر سے طلبہ کو خوش رکھتے ہیں، کتابیں مدرسہ سے دی جاتی ہیں، اخبارات ورسائل روزانہ، ہفتہ واری دور دور سے آتے ہیں، مصری اخبارات ورسائل بھی برابر آتے ہیں، وعظ وتقریر کے لیے عمدہ انتظام ہے، عربی تقریریں پانچویں سے لے کر آٹھویں تک برابر ہوتی ہیں اور اردو تقاریر اولی سے لے کر چوتھی تک طلبہ کرتے ہیں، پانچ روپے سے لے کر لڑکوں کو پچاس پچاس روپے انعام ملتے ہیں...درسگاہوں کا فرش عمدہ ہوتا ہے اور اساتذہ کے لیے قالین غالیچہ بچھایا جاتا ہے......"۔(۳)

(۱) مولانا عبدالغفار حسن....ص:۶۸ (۲) یادگار مجلّہ اہل حدیث ص:۳۰۱، بحوالہ اخبار محمدی: ۱۵ر ستمبر ۱۹۳۸ء
(۳) اخبار محمدی دہلی: یکم ستمبر ۱۹۳۳ء، ص:۶

طلبہ کے لیے انعامات

طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے پوزیشن لانے والے اور محنتی طلبہ کو، اسی طرح تقریری تحریری مقابلوں میں اولیت حاصل کرنے والے طلبہ کو، قرآن وحدیث میں اول آنے والے، نماز میں باقاعدہ حاضر رہنے والے، حتی کہ کھیل کود میں حصہ لینے والے طلبہ کو بھی انعامات سے نوازا جاتا تھا، فراغت کی سال والے طلبہ کو بھی خصوصی انعامات دیے جاتے تھے، یہ انعامات نقد کی شکل میں بھی ہوتے تھے اور کتاب، قلم، گھڑی، مڈل وغیرہ کی شکل میں بھی، بیشتر انعامات مہتمم مدرسہ کی جانب سے ہی ہوتے، کچھ دوسرے علم دوست حضرات بھی اس میں حصہ لیتے تھے، مگر ایسا شاذ ونادر ہی ہوتا تھا۔

دارالحدیث رحمانیہ سے شائع ہونے والے ماہوار رسالہ محدث کے اپریل ۱۹۴۷ء کے شمارے میں اس سال کے ششماہی امتحان اور اس میں کامیاب طلبہ کو دیے جانے والے انعامات کی خبر اس طرح شائع ہوئی ہے:

"دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا ششماہی امتحان بھی بحمد اللہ خیر وخوبی کے ساتھ ختم ہوگیا۔ حسب دستور طلبہ کو امتحان کی تیاری کے لیے ایک ہفتہ کا موقع دیا گیا، اور پھر از یکم تا ۳ر ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ امتحان ہوتا رہا۔ امتحان کے بعد دو روز مدرسہ میں تعطیل رہی، نتیجہ بحمد اللہ اچھا ہے۔ جماعت میں اول آنے والے ہر طالب علم کو مہتمم صاحب کی طرف سے دو دو روپے نقد بطور انعام دیے گئے۔ (منیجر)" (۱)

رسالہ محدث کے جنوری ۱۹۴۷ء کے شمارے میں مدرسہ کے سہ ماہی امتحان اور تعطیل وغیرہ کی خبر شائع ہوئی ہے جس کے آخر میں ہے کہ:

"......نتیجہ مجموعی حیثیت سے بفضلہ تعالیٰ حوصلہ افزا ہے۔ جماعت میں اول آنے والے ہر طالب علم کو جناب مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے دو دو روپے نقد انعام دیے گئے۔ فبارك الله فيه و أحسن إليه۔" (۲)

(۱) رسالہ محدث دہلی، اپریل ۱۹۴۷ء ص:۲۳
(۲) ایضا: جنوری ۱۹۴۷ء، ص:۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحمٰن نحوی (استاد مدرسہ فیض عام مئو) کے سوانح نگار نے لکھا ہے:

''ان کے باقیات صالحات میں مختلف علوم کی بے شمار کتابیں اور ان میں ہمہ تن استغراق میدان علم اور سلامت ذوق کا ثبوت ہیں، ورثہ دینی اور خزانہ علمی کے طور پر آج بھی محفوظ ہیں جن میں علامہ سیالکوٹی کی تصنیفات روحانی کشش ثقل بتاتی ہیں، تو صحیح بخاری کی جلدیں مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے قدر جوہر شناس کی علامت ہیں جو فراغت کی تقریب اور ہم درسوں میں اولیت کے اعتراف میں بطور انعام ملی تھیں، جس پر فراغت ۱۵/ شعبان ۱۳۴۱ھ درج ہے۔'' (۱)

مولانا حکیم محمد بشیر مبارکپوری رحمانی کے بارے میں مولانا نوشہروی نے لکھا ہے:

''۷/ شعبان ۱۳۴۵ھ کو مدرسہ (رحمانیہ) سے علاوہ جبہ و دستار اور نقدی انعام کے سند تکمیل عنایت فرمائی گئی اور شیخ الحدیث نے اپنا اجازہ مرحمت فرمایا۔'' (۲)

مولانا نذیر احمد صاحب املوی کے بارے میں نوشہروی صاحب نے لکھا ہے:

''ہر امتحان میں اول رہے اور سال آخر میں تمام مدرسہ میں اولیت واولویت کی وجہ سے انعام میں صحیح بخاری اور ۴۰/ روپیہ نقد انعام سے سرفراز ہوئے۔ یہ تکمیل ۱۵/ شعبان ۱۳۴۶ھ کو ہوئی۔'' (۳)

مولانا آزاد رحمانی نے اس کے علاوہ ایک جیبی گھڑی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ (۴)

شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی علیہ الرحمۃ کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالرحمٰن بھی رحمانیہ سے فارغ تھے اور فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے تھے، ان کے بارے میں مولانا نوشہروی لکھتے ہیں:

''دارالحدیث رحمانیہ کے امتحان حدیث میں اول آئے اور مندرجہ ذیل انعامات حاصل کیے:

---

(۱) مجلّہ آثار جدید مئو: دسمبر ۲۰۰۴ء ص:۲۴ — (۲) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۴۱۰-۴۱۱

(۳) ایضا: ص:۴۱۲ — (۴) ملاحظہ ہو: اہل حدیث اور سیاست، مقدمہ، ص:۱۳

یعنی تئیس (۲۳) روپیہ، ایک گھڑی، ایک نجدی چغہ، ایک سنہری عقال''۔ (۱)

واضح رہے کہ موصوف کی فراغت ۱۳۵۶ھ میں ہوئی ہے۔

مولانا عبدالحلیم ناظم رحمانی جو رحمانیہ کے فارغ اور پھر وہاں کے مدرس تھے اور رسالہ محدث کے اول مدیر تھے ان کے بارے میں ان کے تذکرہ نگار نے لکھا ہے کہ:

''......آٹھویں جماعت میں پورے مدرسہ میں اول آئے، اس لیے انعام میں آپ کو ایک چاندی کا مڈل اور عمدہ گھڑی دی گئی۔ یہ مڈل یا تمغہ مرحوم عبدالستار میونسپل کمشنر کی طرف سے ہر اس خوش نصیب طالب علم کو دیا جاتا تھا جو آٹھویں جماعت میں درجہ اول میں پاس ہوتا تھا۔ الحاصل مرحوم ۱۹۳۱ء میں تحصیل علم سے فارغ ہوگئے، عمر اکیس (۲۱) سال تھی...'' (۲)

مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی نے اپنی فراغت کے سال کے آخری جلسہ (تقسیم اسناد و مقابلہ خطابت) کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

''اس سال کا سارا انعام مجھے ملا تھا، گھڑی بھی ملی تھی، جب میں جبہ وغیرہ پہن کر آیا....'' (۳)

ایک دوسرے مقام پر موصوف لکھتے ہیں:

''ہمارے مدرسہ رحمانیہ میں طلبہ کو نقدی انعام دینے کا بھی دستور تھا۔ امتحان کا نتیجہ سنایا جاتا اور نقد روپیہ، گھڑی اور جبہ و دستار کا انعام دیا جاتا تھا۔ ہم بھی اپنے زمانے میں جماعت میں اول آتے رہے اور انعامات سے نوازے گئے۔

اس دن میں شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کی دعوت پر دلی کے تمام مدارس عربیہ کے علماء حتی کہ جامعہ ملیہ عربیہ دہلی کے بڑے بڑے عربی ٹیچر خواجہ اسلم صاحب جے راج پوری، خواجہ عبدالحئی صاب فاروقی، محترم ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب شیخ الجامعہ جو بعد کو ہندوستان

---

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۴۰۹ — (۲) ماہنامہ محدث بنارس، جولائی ۱۹۹۳ء ص:۱۴-۱۵

(۳) ماہنامہ السراج، نیپال، خطیب الاسلام نمبر، ص:۴۶۲-۴۶۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے صدر جمہوریہ کے منصب پر فائز ہوئے وہ بھی تشریف لاتے تھے۔

میاں صاحب اس دن بڑی شاندار و پر تکلف دعوت کرتے تھے، تمام مدارس عربیہ کے مہمانوں کو اور طلبہ و اساتذہ کو بہترین و پر تکلف کھانا کھلاتے تھے۔'' (۱)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی بیان کرتے ہیں:

''شیخ عبدالرحمٰن اوران کے بھائی عطاء الرحمٰن مل کر مدرسہ رحمانیہ کے تمام اخراجات اور مصاریف بڑی فیاضی اور سخاوت کے ساتھ پورے کرتے تھے، طلبہ میں حفظ قرآن، حدیث، تفسیر اور کتابت کا شوق و جذبہ ابھارنے کے لیے مقابلوں کا خاص اہتمام فرماتے اور نمایاں کارکردگی دکھانے والے طلبہ کو اپنی جیب خاص سے خصوصی انعامات دیتے اور جو طالب علم پورے مدرسہ میں فرسٹ آتا اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے بہت زیادہ انعام و اکرام سے نوازا جاتا۔ ایک دفعہ میں فرسٹ آیا تو انہوں نے مجھے فن نحو کی مشہور کتاب ''ہدایۃ النحو'' انعام میں دی، جس کی قیمت اس وقت ایک روپے سے بھی کم تھی، لیکن جولڑکا سکنڈ آیا اسے پانچ روپے انعام میں دیے گئے، جب ہمارے ساتھیوں میں سے کسی نے ان کی توجہ اس طرف دلائی تو انہوں نے فوراً اپنی غلطی کا اقرار کرتے ہوئے مجھے بھی پانچ روپے اور ساتھ میں کتاب بھی دی۔'' (۲)

مذکورہ بالا بیانات کے بعد مدرسہ سے متعلق کچھ اور خبریں ملاحظہ ہوں جن سے اس موضوع پر مزید روشنی پڑتی ہے:

اخبار محمدی، دہلی اپنے ایک شمارے میں مدرسہ کی خبروں کے ضمن میں لکھتا ہے:

''**نتیجہ امتحان**: دارالحدیث رحمانیہ کا نتیجہ امتحان سالانہ ۱۷/ شعبان کو سنایا گیا، اس سال ۶۵ رلڑکے امتحان میں شریک ہوئے جن میں سے اکثر کامیاب ہوئے...''۔

ممتحن صاحب نے رپورٹ پیش کرتے ہوئے فرمایا:

''الحمدللہ اس سال کا نتیجہ امتحان سال ماسبق سے بہت ہی اچھا رہا، تقریباً دو تہائی

(۱) ماہنامہ محدث، بنارس، اگست ۱۹۹۲ء ص: ۱۷ (۲) ماہنامہ صراط مستقیم، برمنگھم، نومبر، دسمبر ۱۹۹۸ء ص: ۱۴

لڑکے کامیاب ہوئے، بعض جماعتوں میں ایک لڑکا بھی فیل نہیں ہوا، آٹھویں جماعت (آخری درجہ) کے چھ امیدوار تھے جن میں سے پانچ امیدوار کامیاب ہوئے، مدرسہ کی طرف سے ان کی دستار بندی کرائی گئی، ایک لڑکا اعلیٰ نمبروں سے پاس ہوکر مدرسہ میں اول درجہ حاصل کیا، مدرسہ کی طرف سے اس کو تیس روپے اور ایک کتاب اور ایک میڈل (تمغہ) انعام میں دیا گیا، اسی طرح باقی جماعتوں میں کئی لڑکے قابل انعام تھے جن کو انعام دیا گیا.....

اس سال مدرسہ میں ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ آٹھویں جماعت کا ایک نابینا طالب علم جن کا نام عطاء الرحمٰن ہے اور ہوشیار پور کے رہنے والے ہیں اپنی جماعت میں اول نمبر سے پاس ہوئے اور حدیث وتفسیر میں بھی اول درجہ حاصل کیا، مدرسہ کی طرف سے ان کو بھی مبلغ ۲۵ /روپے اور ایک میڈل انعام میں دیا گیا، نماز میں باجماعت حاضر رہنے والے طلبہ کو ۱۰، ۱۰/ روپے انعام میں دیا گیا...'' (۱)

اخبار محمدی کے ایک دوسرے شمارے میں ہے:

''**دارالحدیث رحمانیہ میں تقریروں پر انعام**:

۱۰/ ماہ رواں کو مدرسے کے طلبہ کی تقریریں زیر صدارت جناب مولانا نواب ضمیر مرزا صاحب رئیس لوہارو ہوئیں، عربی کی تقریریں پانچ طالب علم تھے، مضمون سب کا ایک ہی ''نتائج بعثت تھا'' ان میں مولوی حاکم علی کا نمبر اول آیا، جنہیں چاندی کا قلم دان مع چاندی کے قلم دوات کے مہتمم صاحب کی طرف سے انعام میں دیا گیا، نمبر دوم پر مولوی عبدالجلیل صاحب آئے جنہیں دس روپے نقد انعام دیا گیا، نمبر سوم پر مولوی عبدالغفار صاحب آئے جنہیں ایک قیمتی فونٹن پین سونے کی نب کا انعام میں ملا، باقی دو طالب علموں کو فونٹن پین مع پنسل کے دیا گیا۔

اردو میں سب سے اول نمبر مولوی لطیف الدین صاحب کا آیا ان کو چاندی کا قلم اور

(۱) اخبار محمدی، دہلی: یکم مارچ ۱۹۳۰ء ص: ۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک فونٹن پین سونے کی نب کا انعام میں دیا گیا، دوسرے نمبر پر مولوی برکت اللہ رہے انہیں ایک فونٹن پین قیمتی اور پنسل انعام میں ملی، باقی کے اور مقررین کو بھی فونٹن پین دیئے گئے.....'' (۱)

مولانا محمد صاحب جونا گڈھی اپنے اخبار میں شیخ عطاء الرحمٰن کے انتقال کے بعد مدرسہ کا انتظام و انصرام سنبھالنے والے ان کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''....ششماہی امتحان کے نتیجہ سے خوش ہوکر اپنے والد ماجد صاحب مرحوم سے دگنے سے بھی زیادہ بڑھا چڑھا انعام اول آنے والوں کو دیا، اور بتاریخ ۲۹/ بدھ کے دن انہیں سیر کرانے کے لیے قطب پہنچنے کی بشارت بھی سنادی۔'' (۲)

مولانا جونا گڈھی ایک شمارے میں مدرسہ کی خبروں کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''نتیجہ امتحان مدرسہ رحمانیہ دہلی:

''بحمداللہ موجودہ مہتمم صاحب کی دلچسپی اور نگرانی کا پھل امسال یہ ملا کہ پورے مدرسہ میں صرف تین لڑکے فیل ہوئے، باقی سب پاس ہوئے، تین طلبہ کو سندیں ملیں، مع نجدی چوغے اور عربی عقال کے، ایک نجدی طالب علم کو دورہ کی سند ملی اور ساٹھ روپے خرچ کے۔ ہر جماعت میں اول آنے والوں اور خوشنویسی میں آگے رہنے والوں، حدیث وقرآن میں اول آنے والوں، نمازوں میں باقاعدہ حاضر رہنے والوں وغیرہ سب کو فیاض دل مہتمم صاحب نے حسب عادت انعام سے مالا مال کیا۔ بنوٹ کے کھلاڑیوں کو اور اچھی تقریریں کرنے والوں کو بھی انعامات سے ممتاز فرمایا۔ ۲/ اکتوبر کو یہ عام جلسہ مدرسہ کے عظیم الشان ہال میں ہوا، دہلی کے مولوی صاحبان، رؤسائے کرام، حنفی اہل حدیث سب موجود تھے۔ بعد از اختتام جلسہ سب نے یہیں طعام نوش فرمایا۔'' (۳)

(۱) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵/ اگست ۱۹۳۳ء ص:۵ (۲) ایضا: یکم جولائی ۱۹۳۸ء ص:۱۲

(۳) ایضا: ۱۵/ اکتوبر ۱۹۳۸ء ص:۱۴-۱۵

سہولیات کا اثر اور نتیجہ

طلبہ کو فراہم کی جانے والی یہ سہولیات وتشجیعات ان کو ہر طرح سے بے فکر ہوکر تعلیم میں لگے رہنے کے لیے ہی دی جاتی تھیں، اور ان سہولیات کی فراہمی کے بعد ان سے تعلیم کے میدان میں خاطر خواہ محنت لی جاتی تھی اور ان کو خوب صیقل کر دیا جاتا تھا، ان سے کسی طرح کی دینی واخلاقی کمزوری کو برداشت نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ تربیتی اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی گرفت کی جاتی تھی اور بوقت ضرورت سزا دی جاتی تھی، اور ''آخر الدواء الکی'' کے تحت انہیں مدرسہ سے خارج بھی کیا جاتا تھا۔

والد صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس مدرسہ کا بنیادی نصب العین یہ تھا کہ اس کا فیض یافتہ سچا پکا عالم دین ہو، علم وعمل میں اتنی صلاحیت واہلیت کا مالک ہو کہ جس علمی میدان میں عملی زندگی اختیار کرے اس میں خود اعتمادی کے ساتھ کامیاب رہے، چنانچہ یہ وصف اس کے فضلاء میں موجود ہوتا تھا، اس مقصد کے لیے تعلیم وتربیت کا سخت نظام نافذ تھا، اس پر عمل میں کوئی ادنی کوتاہی یا لاپروائی ناقابل برداشت ہوتی تھی، چونکہ یہ مدرسہ شخصی تھا اس لیے کسی معاملے میں دوسروں کی مداخلت کا کوئی تصور نہیں تھا، اس سخت معیاری تعلیم کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ طلبہ وفارغین کی کثرت وقلت اس کے معیار کو کسی طرح متاثر نہیں کرتی تھی، اصل چیز کیفیت ہوتی تھی، کمیت نہیں، یہی وجہ تھی کہ درجات علیا تک پہنچتے پہنچتے طلبہ کی تعداد بہت قلیل ہوجاتی تھی، یہاں تک کہ بعض دفعہ سنۃ الشہادۃ میں ایک یا دو طلبہ باقی رہ جاتے تھے.....''۔ (۱)

مولانا عبدالرؤف رحمانی لکھتے ہیں:

''......میاں صاحب نے تعلیمی نظام کو بڑا ہی چوکس کر رکھا تھا، پابندی، وضع قطع کا

(۱) ماہنامہ محدث بنارس: ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص:۶۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑا لحاظ تھا، نمازوں کی پابندی کے لیے حاضری لگی ہوئی تھی، تعلیم وتربیت کے بہترین مواقع نصیب تھے......"۔(۱)

جناب فاروق اعظمی صاحب مہتمم مدرسہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"......طلبہ واساتذہ کے خورد ونوش اور رہائش کا بہترین انتظام فرماتے تھے، غریب ویتیم اور مسکین طلبہ کے ساتھ خصوصی محبت سے پیش آتے تھے اور ان کو مختلف مراعات بہم پہنچاتے تھے، جاڑے کے زمانے میں گاوی تکیہ اور دو دو لحاف ایک طالب علم کو دیے جاتے تھے، مختلف قسم کے تحائف، انعامات اور سہولیات سے ان کو اس طرح نوازا جاتا کہ وہ ہر طرح کی فکروں سے آزاد ہو کر صرف مدرسہ رحمانیہ کے ہو کر رہ جاتے اور پوری دلجمعی اور ذہنی یکسوئی سے علم حاصل کرتے، یہی وجہ ہے کہ دارالحدیث رحمانیہ نظم ونسق، درس وتدریس، تعلیم وتربیت کا ایسا مینار بن گیا تھا جس کی ضیاپاشی سے شرق وغرب اور شمال وجنوب سبھی جگمگا رہے تھے"۔(۲)

اعظمی صاحب آگے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مدرسہ میں پڑھنے اور پڑھانے کا ایسا ماحول اور مزاج بنا ہوا تھا کہ طلبہ اور اساتذہ کو دوسرے مشاغل کی طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہ تھی اور نہ ہی انہیں اس کی اجازت تھی، حتی کہ دینی وتبلیغی اجلاس واجتماعات میں بھی دونوں کی شرکت (باستثناء چند مخصوص حالات) سخت ممنوع تھی، نہ کسی استاذ کو اجازت تھی کہ وہ کسی جلسہ یا کانفرنس کی دعوت قبول کرے اور نہ ہی طلبہ کو ایسے اجتماعات میں جانے دیا جاتا تھا، اس میں کئی حکمتیں اور مصلحتیں تھیں۔ اول یہ کہ طلبہ کا درس متاثر نہ ہو۔ عموماً اجلاس میں شرکت کی تیاری، پھر سفر سے واپسی کے بعد تکان سفر اور اجلاس کا خمار باقی رہنا ایک فطری امر ہے جس سے فرائض منصبی کی ادائیگی میں فرق آتا ہے، اس نقصان سے لڑکے محفوظ رہتے تھے، دوسرے یہ کہ اجلاس میں اعزاز واکرام اور مالی منفعت کے مقابلہ میں وہ اپنے موجودہ پیشہ کو کمتر اور ہیچ نہ سمجھنے

(۱) ماہنامہ محدث بنارس، اگست ۱۹۹۲ء ص:۱۶-۱۸۔ (۲) ایضاً: اکتوبر ۱۹۸۴ء ص:۲۲۔

لگیں، تیسرے یہ کہ تدریسی اسٹاف کے درمیان رقابت اور حسد نہ پیدا ہو اور کوئی یہ کہنے یا سوچنے پر نہ مجبور ہو کہ فلاں صاحب مزے سے تقریریں کرتے پھر رہے ہیں اور اپنا ٹی اے، ڈی اے بنا رہے ہیں اور ہم یہاں مدرسہ میں سڑ رہے ہیں، چوتھے یہ کہ اساتذہ پوری دلجمعی اور ذہنی یکسوئی سے اپنے سبق کی تیاری کے بعد کلاس میں جائیں، اسی طرح طلبہ کی شرکت بھی اس لیے ممنوع تھی کہ اجلاس میں شب بیداری کی وجہ سے صبح سبق میں جی نہیں لگے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ اجلاس میں شرکت کے بہانے کچھ لڑکے کھیل تماشے یا سینما دیکھنے چلے جائیں اور ذہنی پراگندگی کا شکار ہوں، یہ چند چیزیں اگرچہ بظاہر بڑی معمولی اور ہلکی معلوم ہوتی ہیں مگر ایک ادارہ کی زندگی میں بڑی اہم ہیں، اس سے ادارہ کی ڈسپلن، تعلیمی معیار، تدریسی مشن اور اس کے تنظیمی امور کا اندازہ ہوتا ہے۔

جس زمانہ میں جامعہ رحمانیہ سراج منیر کی طرح علم کی ضیاپاشی کر رہا تھا پورے ملک میں سیاست کی تند وتیز آندھیاں چل رہی تھیں، تحریک آزادی پورے شباب پر تھی، ہر طرف تحریکوں اور تہلکوں کا بازار گرم تھا، دلی جو تمام ہندستان کا دل تھا دانایان سیاست اور ارباب حکومت کی سیاسی سرگرمیوں کا نشیمن بنا ہوا تھا، جلسے جلوس، تحریکیں، ہڑتالیں اور گھن گرج تقریریں یہاں کے گلی کوچوں کا معمول تھا، بڑے بڑے دانائے روزگار نے جن کی ایک آواز پر پورا ہندوستان اٹھتا بیٹھتا تھا، یہاں کی گلیوں اور بازاروں کو اپنے سیاسی نظریات کی تبلیغ واشاعت کے لیے جولانگاہ بنا رکھا تھا، یہ وہ دور تھا جب ملک کے بٹوارے کا انتہائی نازک اور حساس مسئلہ ہر ایک ہندوستانی کے دل میں کچھ نہ کچھ نرم گرم گوشے رکھتا تھا، لیکن اس پرآشوب دور میں بھی جامعہ رحمانیہ کا علمی قلعہ ہر طرح کے خارجی اثرات سے محفوظ تھا، کسی کو سیاسی جلسوں میں شرکت کی اجازت نہ تھی نہ کسی قسم کی سیاسی گفتگو کی، طلبہ واساتذہ کے قلب ونظر کو ایسے سانچے میں ڈھال دیا گیا تھا کہ وہ باہر کے سیاسی ہنگاموں سے بے نیاز ہو کر اپنے مقصد کے حصول میں ہمہ تن مشغول تھے"۔(۱)

(۱) ماہنامہ محدث، بنارس، اکتوبر ۱۹۸۴ء ص:۲۴-۲۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلبہ کی محنت اور مشغولیت:

مدرسہ میں طلبہ کتنی محنت اور لگن سے پڑھتے تھے اس کا اندازہ لگانے کے لیے خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی علیہ الرحمۃ کی تحریر کا اقتباس پیش کیا جارہا ہے، موصوف لکھتے ہیں:

’’بالعموم میرا کام پڑھنے پڑھانے کا تھا اور شب و روز اسی مشغلہ میں مشغول رہتا تھا، ضلع اٹاوہ وغیرہ کے پڑھنے والے رحمانی علماء مجھ سے پہلے وفات پا گئے جو میری محنت ومشقت کو دیکھ کر مجھ سے کہا کرتے تھے کہ تم دیوانہ ہوجاؤ گے اور پاگل ہو کر مروگے، میں ہمیشہ سبق کو حاصل کرکے آتا، اس کے بعد میرے کمرے میں کھانا آجاتا تھا، کیونکہ میں نے فیس طعام دے کر ہی بنارس اور دہلی میں کھانا کھایا ہے، لیکن کھانا کمرے میں آکر رکھا رہتا تھا اور میں اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کے سمجھے ہوئے مضمون کو لکھا کرتا تھا یہاں تک کہ ظہر کی اذان ہوجاتی، ہم ظہر کی نماز پڑھ کر آتے تو اپنا کھانا کھاتے، اس وقت ناشتہ دان کا کھانا ٹھنڈا ہوجاتا تھا اور گوشت کے سالن پر ڈالڈا یا گھی وغیرہ جو ہوتا وہ جم جاتا، اس کو کائی کی طرح نکال کر میں باہر پھینکتا، صرف جمعہ کے دن گرم اور تازہ کھانا نصیب ہوتا تھا، کیونکہ اس دن کوئی سبق نوٹ نہیں کرنا ہوتا تھا۔ عموماً رات کے ۱۲/ بجے کے بعد سوتا تھا، میں نے دلی میں پڑھنے کے زمانے میں کسی محلے یا بازار کو نہیں دیکھا، شاعر کا یہ شعر میرے اس حال پر منطبق ہے۔

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا‘‘ (۱)

مولانا خورشید احمد سلفی مولانا رحمانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’علامہ فرمایا کرتے تھے کہ میں پورا پورا ہفتہ مدرسے سے باہر نہیں نکلتا تھا اور ہمہ وقت مطالعہ وکتب بینی میں مشغول رہتا۔

(۱) ماہنامہ محدث بنارس: اگست ۱۹۹۲ء ص:۱۷

یہی معمول دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے ایام طالب علمی میں بھی رہا، ہفتہ ہفتہ آپ مدرسہ کے گیٹ سے باہر نہیں نکلتے، ہمیشہ اسباق حفظ کرنے، ادق عبارت حل کرنے اور مباحث ومسائل کو سمجھنے میں لگے رہتے۔ آپ فرماتے تھے کہ جب کبھی نکلتا تو جامع مسجد اور لال قلعہ میں جاتا، وہاں عیسائی پادریوں سے اناجیل مرقس، لوقا، اور متی وغیرہ دو چار پیسہ میں خرید کر لاتا اور ان کا مطالعہ کرتا۔‘‘ (۱)

مولانا رحمانی ایک جگہ اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

’’.....مولانا سکندر علی ہزاروی منطق وفلسفہ کے استاد تھے، جب آپ رحمانیہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے تو مولانا عبدالسلام صاحب درانی (جو امام الفقہ والمنطق تھے) آئے۔ مولانا درانی صاحب کے درس کا ایک واقعہ یہ ہے کہ میں پڑھنے میں بہت محنت کرتا تھا اور منطق وعلم کلام کی کتابوں کو سمجھنے کی زیادہ کوشش کرتا تھا، میری کوشش یہ ہوتی تھی کہ مسئلہ استاذ کے سامنے حل ہوجائے، اس لیے میں سوال زیادہ کرتا تھا، میرے ساتھی کہتے کہ تم اساتذہ کو اتنا تنگ کیوں کرتے ہو؟ چلو باہر ہم سمجھا دیں۔ تو میں کہتا بھئی باہر (یعنی میدان میں) تو لوگ پھری گتکا کھیلتے ہیں، یہیں استاذ کے سامنے سمجھاؤ، تو وہ لوگ میرا منہ دیکھنے لگتے...‘‘ (۲)

مدرسہ کے ناظم تعلیمات مولانا نذیر احمد املوی ایک جگہ طلبہ کے ہاتھوں لکھے گئے مضامین کے متعلق لکھتے ہیں:

’’طلبہ کے مضامین کی اصلاح وترمیم کی طرف توجہ نہیں کی گئی کہ اس حیثیت سے بھی آپ کو مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ کی لیاقت وقابلیت کا اندازہ کرنے کا موقع مل سکے اور آپ معلوم کرسکیں کہ عام مدارس عربیہ کے خلاف مدرسہ رحمانیہ کے طلبہ کتابی استعداد کے ساتھ ساتھ مشق کی طرف بھی کس قدر کامیابی حاصل کررہے ہیں، اس سلسلہ میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ان مضامین کے پڑھتے وقت یہ تخیل آپ اپنے سامنے رکھیے کہ یہ ان طلبہ کی

(۱) ماہنامہ السراج، جھنڈانگر، خطیب الاسلام نمبر ص:۹۵ (۲) ایضاً: ص:۴۳۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذاتی فکر و کاوش کا نتیجہ ہے جو دن رات اپنے درس کی ٹھوس اور مشکل کتابوں ہی کے تکرار و مطالعہ میں اپنے دماغ کو تھکا چکے ہوتے ہیں، پھر عربیت کی مشق بھی کرنی ہوتی ہے، نیز ہر ہفتہ واری اجلاس میں تقریروں اور مناظروں کے لیے بھی تیاری کرنی پڑتی ہے۔" (۱)

مدرسہ کے حسن انتظام، ذمہ داران و اساتذہ کی نگرانی اور توجہ اور طلبہ کی محنت و مشقت کے بعض ثمرات ونتائج کے لیے درج ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی اپنے ایک مضمون میں اپنے ایک استاذ مولانا محمد داؤد راغب شاہ جہاں پوری جو رحمانیہ کے فارغ تھے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"....بہت ہی ذہین اور قابل طلبہ میں شمار ہوتے تھے، رحمانیہ سے فارغ ہو کر وہیں کے مدرس ہو گئے، تقریباً ایک سال انہوں نے پڑھایا، ان کی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے رحمانیہ کا پورا نصاب (جو آٹھ سال کا ہوتا تھا) چار سال میں ختم کر دیا، یعنی ہر سال دو کلاسوں کا امتحان دیا کرتے تھے...." (۲)

جریدہ ترجمان دہلی میں مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی کے بارے میں رسالہ محدث رحمانیہ دہلی کے حوالے سے درج ہے کہ:

"....نومبر ۱۹۳۸ء کے شمارے میں ادارہ کی جانب سے جو مفصل رپورٹ شائع ہوئی ہے اس میں مولانا کا ذکر خیر بڑے اچھے انداز میں کیا گیا ہے، اس رپورٹ سے حصول علم میں آپ کی محنت، دلچسپی اور لگن کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے، رپورٹ ملاحظہ فرمائیں:

"....اس کے بعد پانچویں جماعت کے ایک طالب علم عبدالقیوم بستوی نے ترمذی شریف کی حدیثیں زبانی سنائیں، دیکھنے والے حیران تھے کہ ممتحن صاحب نے کتاب (ترمذی شریف) منگوا کر اپنے سامنے رکھی اور جس باب سے متعلق فرماتے فوراً اس کی حدیثیں فرفر یہ طالب علم سنانا شروع کر دیتا۔" (۳)

(۱) رسالہ محدث دہلی، مئی ۱۹۳۸ء ص: ۷

(۲) الاعتصام، لاہور: ۴/نومبر ۱۹۹۴ء ص: ۱۹

(۳) جریدہ ترجمان - کانفرنس نمبر: ۱۵-۱۶/ اکتوبر ۲۰۰۴ء ص: ۱۷۹، بحوالہ: محدث دہلی، ماہ نومبر ۱۹۳۸ء ص: ۳۷۔

مخصوص وممتاز طلبہ کے علاوہ مدرسہ کے عام طلبہ کا کیا معاملہ ہوتا تھا اس کا اندازہ لگانے کے لیے اخبار محمدی دہلی میں شائع درج ذیل خبر ملاحظہ ہو:

"....اس مدرسے میں طلبہ کی تحریری اور تقریری قابلیت اعلیٰ درجہ پر پہنچانے کے لیے ایک صیغہ ہے جس کا نام "جمعیۃ الخطابہ" ہے جس کا سالانہ جلسہ مدرسہ کے شاندار ہال میں ۲۷/ اکتوبر کو منعقد ہوا، جس میں قابل ولائق فائق طلبہ نے عربی اردو میں برجستہ تقریریں کیں، سب سے زیادہ ندرت کی بات یہ تھی کہ ان طلبہ کو وقت سے پہلے کوئی مضمون نہیں دیا گیا تھا کہ وہ تیار ہو کر اس پر کوئی یاد کی ہوئی تقریر کریں، طالب علم کو بلایا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ فلاں مضمون پر عربی میں تقریر کرو، تقریر شروع ہوتی تھی اور سامعین کی مسرت بروقت بڑھتی رہتی تھی، کیونکہ زبان دانی کے ساتھ مضمون کی روانی اور دلائل کی فراوانی یہ وہ چیزیں تھیں جو داد لیے بغیر نہ رہ سکتی تھیں...." (۱)

طلبہ کی نگرانی کا نظام:

مولانا محمد مستقیم صاحب سلفی، شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی علیہ الرحمۃ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ کی تعلیم کی خصوصیات میں سے یہ بات بھی تھی کہ ہمیشہ طلبہ کو مطالعہ کتاب کی تاکید کرتے اور اپنے رفیق کار مولانا نذیر احمد رحمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تعاون سے دارالاقامہ کا اکثر و بیشتر گشت لگاتے، طلبہ کو اگر درسی کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے پاتے تو انہیں اس پر سرزنش کرتے، بسا اوقات جسمانی سزا بھی دیتے، طلبہ کی عبارت خوانی پر پوری توجہ دیتے، کیا مجال تھی کہ کوئی طالب علم غلط عبارت پڑھ کر آگے بڑھ جائے..."(۲)

"آپ طلبہ کی وضع قطع اور لباس کا بہت خیال رکھتے، نماز باجماعت کے خود پابند

(۱) اخبار محمدی دہلی: یکم نومبر ۱۹۳۳ء ص: ۱۱

(۲) محدث بنارس، شیخ الحدیث نمبر، جنوری، فروری ۱۹۹۷ء ص: ۳۰۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور طلبہ کو اس کی پابندی کرنے پر کڑی نظر رکھتے...'' (۱)

شیخ الحدیث صاحب کے صاحبزادے مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے کیا گیا ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو:

سوال: دوران تعلیم اور دوران تدریس دونوں میں دارالحدیث رحمانیہ سے متعلق شیخ صاحب کے تاثرات کیا تھے؟

جواب: وہاں مولانا نے تحصیل علم کیا تھا، وہاں استاد بھی تھے، اس وقت ایک اچھا نمونہ دارالحدیث رحمانیہ کا تھا، اسی کے مطابق وہ مرکزی دارالعلوم بلکہ اس سے بھی اچھے معیار پر وہ دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ وہ شخصی مدرسہ تھا اور کلی انتظام ایک شخص کے ماتحت تھا اس لیے وہ جس نہج پر چاہتے تھے اسی نہج پر چلاتے تھے اور سختی برتتے تھے، اساتذہ اور طلبہ دونوں کے ساتھ کسی طرح کی رورعایت نہیں ہوتی تھی کیونکہ جس کام کے لیے وہ آئے ہیں اسی میں مصروف رہیں اور اسی کو انجام دیں، وہ بہت زیادہ دارالحدیث رحمانیہ کا ذکر کرتے تھے اور اس سے بہت زیادہ متاثر رہتے تھے، اس کا تذکرہ عموماً جب کوئی چھیڑتا تو ایک ایک چیز بیان کرتے تھے...'' (۲)

والد گرامی مولانا محمد صاحب اعظمی لکھتے ہیں:

''(مہتمم اور اساتذہ کی نگرانی کے علاوہ) مدرسہ کے گیٹ پر دائیں بائیں دو کمرے ہوتے تھے، ایک میں جنرل منشی اور دوسرے میں چوکیدار کی رہائش ہوتی تھی۔ منشی موصوف کا مقام مہتمم صاحب کے نائب جیسا ہوتا تھا، حساب کتاب وغیرہ لکھنے کی خدمت انجام دینے کے ساتھ رات میں طلبہ کے کمروں میں ان کی موجودگی کو غیر محسوس انداز میں نوٹ کیا کرتے تھے۔'' (۳)

مدرسہ کے قواعد وضوابط میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ''کسی بھی طالب علم مقیم مدرسہ کو

---

(۱) ماہنامہ محدث بنارس، شیخ الحدیث نمبر، جنوری، فروری ۱۹۹۷ء ص: ۳۰۹

(۲) ایضاً: ص: ۱۲۴ (۳) ماہنامہ محدث بنارس: ستمبر- اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص: ۶۵

احاطہ مدرسہ سے بلا اجازت ناظم باہر جانے کا اختیار نہ ہوگا، اس سے عصر کے بعد سے مغرب تک کا وقت مستثنیٰ ہے۔''

ادارہ کے اس قانون کے مطابق ہر طالب علم کو مغرب سے قبل مدرسہ میں واپس آنا اور مغرب کی نماز مدرسہ کی مسجد میں ادا کرنا ضروری تھا، دیگر قوانین کی طرح اس قانون پر بھی سختی سے عمل ہوتا تھا اور کسی بھی طالب علم کی جانب سے کبھی بھی اس کی خلاف ورزی پر سخت گرفت ہوتی تھی اور عام طور سے مدرسہ سے اخراج کا سبب بنتی تھی۔

بطور مثال مولانا عبدالحکیم صاحب مجاز اعظمی رحمہ اللہ کا واقعہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مولانا بیان کرتے تھے کہ مدرسہ عالیہ فتح پوری میں زیر تعلیم مبارکپور کے ایک طالب علم دوست سے ملاقات کی غرض سے میں اکثر بعد نماز عصر وہاں پہنچ جایا کرتا تھا اور مغرب سے قبل رحمانیہ واپس آجاتا۔ ایک روز کسی مشغولیت کی وجہ سے وقت کا اندازہ نہ ہوسکا اور وقت مقررہ پر وہاں پہنچنے کا امکان باقی نہ رہ گیا تھا۔ مجبوراً عالیہ ہی میں مغرب کی نماز ادا کی اور مدرسہ کا راستہ لیا۔ یہاں پہنچا تو مدرسہ کا گیٹ بند ہوچکا تھا۔ دستک دینے پر دربان نے گیٹ کھولا اور نگراں کو میرے تاخیر سے پہنچنے کی خبر دی۔ قانون کے مطابق نگراں صاحب نے میرا نام وغیرہ درج کیا اور یہ حکم سنایا کہ اب مدرسہ کے قانون کے مطابق تمہیں یہاں رہنے کی اجازت نہیں ہے، اپنا سامان اٹھاؤ اور روانہ ہوجاؤ۔

مولانا مجاز فرماتے ہیں کہ خوف واداسی کے ساتھ پوری رات جاگ کر گزاری، اور طرح طرح کے اندیشے میں گھرا رہا، آخر دل میں یہ خیال آیا کہ مولانا نذیر احمد صاحب املوی میری محنت اور تعلیمی شغف کی وجہ سے خاص شفقت فرماتے ہیں، ان کے سامنے صورت حال بیان کروں شاید وہ کوئی سبیل نکالیں، چنانچہ دوسرے دن علی الصباح آپ کے سامنے پورا واقعہ بیان کیا، آپ نے اسے سن کر افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا کہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور ہر حال میں ادارہ کے قانون کی پابندی کرنی چاہیے تھی۔ اس کے بعد موصوف نے سائیکل اٹھائی اور مدرسہ کے مہتمم شیخ عبدالوہاب صاحب کے گھر تشریف لے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے جو مدرسہ سے کافی دور اور پر پیچ راستوں کے بعد واقع تھا۔ واپسی کے بعد آپ نے خوشخبری دی کہ مہتمم صاحب نے تمہاری غلطی معاف کردی ہے البتہ تنبیہ فرمائی ہے کہ آئندہ ایسی غلطی نہیں ہونی چاہیے۔(۱)

واضح رہے کہ اس قسم کی سفارشیں بہت محدود پیمانے پر اور شاذ ونادر ہی کی جاتی تھیں۔ مولانا نذیر احمد صاحب بذات خود اصول کے بڑے پابند تھے اور طلبہ کے ساتھ کسی طرح کی نرمی اور رعایت کو روا نہیں رکھتے تھے۔ مگر چونکہ مجاز صاحب کئی سالوں میں مدرسہ کے ایک پابند اور محنتی طالب علم کی شبیہ بنا چکے تھے اور اساتذہ کے دل میں بھی جگہ بنا چکے تھے، ساتھ ہی انجمن اور بعض دیگر امور کا نظم ونسق بھی سنبھالے ہوئے تھے، اس لیے مولانا املوی علیہ الرحمۃ اچھی طرح سمجھتے رہے ہوں گے کہ بہ درجہ مجبوری اور معقول عذر ہی کی وجہ سے اس طالب علم کو وقت سے پہنچنے میں تاخیر ہوئی ہوگی، اور اس میں کسی شرارت یا چار سو بیسی کا کوئی دخل نہ ہوگا۔ لہٰذا ایسے طالب علم کو مدرسہ سے خارج کیا جانا مصلحت کے خلاف ہے۔

بہر حال اس واقعے سے مدرسہ کے نظام کی ہیبت اور اس کے اصول وقوانین کی سنجیدگی کے ساتھ تعمیل وتنفیذ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

طلبہ کی نگرانی اور مہتمم صاحب کی اس سلسلے میں فکرمندی کا اندازہ لگانے کے لیے مولانا عبدالغفار حسن رحمانی کا درج ذیل بیان بھی پڑھیے:

”مدرسہ کے مہتمم شیخ عطاء الرحمٰن نے ایک دفعہ چند طلبہ کو تبلیغ کے لیے کہیں بھیجا، طلبہ تبلیغ کے بجائے سینما چلے گئے۔ شیخ صاحب کی سی آئی ڈی بڑی تیز تھی، ان کو پتہ چلا تو وہ بھی سینما آگئے اور اندر لڑکوں کو بیٹھے دیکھ کر کہنے لگے: السلام علیکم! بھئی بڑی اچھی تبلیغ کر رہے ہو۔“ (۲)

(۱) استاذ الاساتذہ مولانا عبدالحکیم مجاز اعظمی: حیات وخدمات (مقالہ فضیلت از طاہر جمال مئوی سلفی) ص:۹۳-۹۵۔

(۲) مولانا عبدالغفار حسن: حیات وخدمات: ص:۴۳۱

نماز کا اہتمام اور حاضری:

مدرسہ میں باقاعدہ پنج وقتہ نمازوں کی حاضری ہوتی تھی، اور غیر حاضر پائے جانے والے طالب علم سے باز پرس ہوتی اور اس پر سختی کی جاتی تھی، مہتمم صاحب خود بھی روزانہ فجر کی نماز سے قبل مدرسہ پہنچ جاتے تھے اور دارالاقامہ میں گھوم گھوم کر طلبہ کو جگاتے تھے۔

مدرسہ کے ایک زائر مولوی عبداللطیف صاحب فرماتے ہیں:

”میں مدرسہ رحمانیہ میں قریب بیس یوم کے رہا۔ الحمدللہ اتنے عرصہ میں مسجد کو مصلیان یعنی طلبہ سے مملو پایا، پانچ وقت بعد نماز کے سنت کے مطابق حاضری ہوتی ہے، سنت کے مطابق اس لیے کہ رسول خدا ﷺ فجر کی نماز کے بعد فرماتے "أفلان شاهد أفلان شاهد" (۱) کیا فلاں حاضر ہے فلاں حاضر ہے۔ نیز مدرسہ مذکورہ میں آٹھ مدرسین نہایت جدوجہد وسعی بلیغ کے ساتھ درس دیتے ہیں....“ عبداللطیف مدرس مدرسہ محمدیہ واقع جامع مسجد شاہی، اٹاوہ۔(۲)

مولانا محمد اعظمی صاحب فرماتے ہیں:

”پنج وقتہ نمازوں میں طلبہ کی حاضری فرض نماز سے فراغت کے بعد ہوا کرتی تھی اور ایک معین طالب علم کے ذمہ یہ خدمت سپرد ہوتی تھی، فجر کے وقت مؤذن اذان دے کر طلبہ کو جگانے کے لیے لاٹھی سے ان کے کمروں کے دروازے یا ان کی چارپائی کے پائے زور زور سے پیٹتا تھا، غیر حاضری پر مطبخ سے کھانا ملنا موقوف ہوجایا کرتا تھا، جمعہ کے روز نماز عصر کی حاضری نہیں ہوتی تھی، اگر کوئی طالب علم سنیما بینی کا مرتکب ہوتا تو اس کا اخراج فوراً اور لازماً ہوتا، یہاں تک کہ اس جرم کا مشتبہ بھی اسی انجام سے دوچار ہوتا تھا۔“ (۳)

نماز کا حاضری رجسٹر مہتمم صاحب وقتاً فوقتاً ملاحظہ فرماتے رہتے تھے اور سستی کرنے

(۱) حدیث میں "أفلان شاهد" کے بجائے "أشاهد فلان" ہے۔ حدیث متعدد مصادر میں مروی ہے۔ مثلاً سنن ابی داود (ح:۵۵۴) سنن دارمی (ح:۱۳۰۵) صحیح ابن خزیمہ (ح:۱۴۷۶)...وغیرہ۔ ان میں سے بعض روایتوں پر ”حسن“ کا اور بعض پر ”صحیح“ کا حکم موجود ہے۔

(۲) اخبار محمدی، دہلی: یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء، ص:۲۔ (۳) ماہنامہ محدث، بنارس: ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۸ء ص:۶۵۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے طلبہ کو تنبیہ کرتے اور سختی کرتے۔ اخبار محمدی کی ایک رپورٹ میں آیا ہے کہ:

''(مہتمم شیخ عبدالوہاب صاحب نے) حاضری کے رجسٹر ملاحظہ کیے، جو طلبہ نماز میں غیر حاضری کرتے ہیں انہیں بہت ڈانٹا اور سمجھایا، دو مرتبہ تو جرمانہ معاف کر دیا، لیکن اب کہہ دیا ہے کہ میں اس بارے میں سختی کروں گا'' (۱)

مدرسہ کے سالانہ جلسہ اور دوسرے مواقع پر مہتمم صاحب طلبہ کو خطاب کرتے تھے اور خاص طور سے نماز کے بارے میں تاکید کرتے تھے۔ ۱۹۳۹ء کے سالانہ جلسے کے موقع پر آپ کے خطاب سے متعلق اخبار محمدی لکھتا ہے:

''....ناظم صاحب اطال اللہ عمرہ بھی تشریف فرماتے تھے آپ نے بھی طلبہ سے اپنی خوشنودگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ نظم میں جو میری تعریف کی گئی ہے میں اس سے خوش نہیں، میں یہ کام صرف رضا مندی رب کی طلب میں کر رہا ہوں، خدا قبول فرمائے اور مجھے مزید نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے کہ میں اس کی ہر راہ میں اس کی دی ہوئی دولت صرف کروں، یہ خداداد چیز ہے، فی سبیل اللہ کام آئے اسی میں میری خوشی ہے، طلبہ کو مدرسے کے وقت میں مدرسے میں ہی حاضر رہنا چاہیے، نماز کے لیے جب آپ مسجد میں جائیں تو خشوع خضوع، ادب و وقار سے جائیں، مسجد میں آداب مسجد کے خلاف کوئی بات نہ ہونے پائے، اسباق دل لگا کر پڑھیں، اخلاقی باتوں کا پورا لحاظ رکھیں، جو پڑھیں اس کا مجسم عملی نمونہ بن جائیں۔ وغیرہ....'' (۲)

اخراج:

تمام تر نگرانی اور سختی کے باوجود اگر کوئی طالب علم سرکشی ہی پر آمادہ رہتا اور عفو و درگذر کے تمام مراحل سے گزر چکا ہوتا پھر بھی اس کے اندر اصلاح کی امید نظر نہ آتی تو ایسے طالب علم کو مدرسہ سے خارج کر دیا جاتا اور اس سلسلے میں کسی طرح کی رعایت نہ کی جاتی، اس کی وجہ سے طلبہ بہت محتاط زندگی گزارتے تھے اور مدرسہ کے نظام و قانون کی ادنی مخالفت سے

(۱) اخبار محمدی، دہلی: یکم جولائی ۱۹۳۸ء ص:۱۱

(۲) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵/ اگست ۱۹۳۹ء ص:۱۵

بھی حتی الامکان پرہیز کرتے تھے۔

جن طلبہ کا اخراج عمل میں آتا ان کے نام رسائل و جرائد میں شائع کرا دیے جاتے اور دوسرے مدارس کو اس اعلان کے ذریعہ باخبر کر دیا جاتا کہ فلاں فلاں طلبہ مدرسہ رحمانیہ سے خارج کیے گئے ہیں تاکہ ان طلبہ کو اپنے یہاں داخل کرنے سے دوسرے مدارس بھی گریز کریں۔

مجلّہ اہل حدیث امرتسر کے ایک شمارے میں بعض طلبہ کے اخراج کی خبر یوں شائع ہوئی ہے:

''مدرسہ رحمانیہ دہلی سے بعض طلبہ کو بدچلنی کی وجہ سے خارج کیا گیا ہے: عبدالصمد، داؤد احمد، اصغر علی، کبیر الدین....دوسرے مدارس کے مہتمم صاحبان بھی متنبہ رہیں۔'' (۱)

طلبہ کے اخراج سے متعلق مولانا عبدالغفار حسن صاحب کا بیان کردہ درج ذیل واقعہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''شیخ عطاء الرحمٰن طلبہ کو سال میں ایک دفعہ سیر و تفریح کے لیے ضرور لے جایا کرتے تھے۔ یا تو اوکھلے (کنارِ جمنا) اور یا پھر قطب صاحب کی لاٹ جانا ہوتا تھا۔ بسیں کرائے پر لی جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ بس والوں نے کرایہ زیادہ مانگا تو پروگرام یوں بنایا گیا کہ پیدل نئی دہلی کے اسٹیشن تک جائیں اور پھر وہاں سے بہ ذریعہ ایکسپریس ٹرین، اوکھلے۔ بیچ میں ایک اسٹیشن نظام الدین اولیاء پڑتا تھا۔ تقریباً سو طلبہ ہوں گے۔ اساتذہ میں مولانا نذیر احمد ساتھ تھے۔ اوکھلے تک آدھ گھنٹہ کا سفر تھا۔ پہنچے تو رات کا ایک بج رہا تھا۔ لڑکوں نے اسٹیشن پر ہی دھرنا ڈال لیا، مولانا کو تو آرام کا موقع مل گیا۔ طلبہ نے شعر و شاعری کی محفل جما لی۔ کچھ دیر بعد اسٹیشن ماسٹر آیا اور کہا کہ بمبئی کی ٹرین آ رہی ہے، اس لیے پلیٹ فارم خالی کر دو۔ چنانچہ ہم اسٹیشن سے نکلے اور صبح کی نماز تک چلتے چلاتے سیر گاہ تک پہنچ گئے، صبح کا سہانا وقت، جمنا کا کنارا، پانی اتنا زیادہ نہ تھا اور مچھلیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ دو بنگالی طلبہ نے دھوتیاں اڑس لیں اور پانی میں اتر گئے۔ بند کی طرف بیس پچیس طلبہ کھڑے ٹوکریوں میں مچھلیاں جمع

(۱) مجلّہ اہل حدیث، امرتسر: ۱۲/ دسمبر ۱۹۲۴ء ص:۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے لگے، کچھ طلبہ پنجاب سے تھے۔ نہری پولیس کو خبر ہوگئی تو وہ ڈنڈے اٹھائے موقع پر نمودار ہوگئے اور ان طلبہ کو مچھلیوں کی ٹوکری سمیت گرفتار کرکے لے گئے، شیخ عطاء الرحمٰن دس بجے تک پہنچے۔ شب دیگ، باقر خانیاں، کھیر، آم کے ٹوکرے اور برف کی سلیں ساتھ تھیں۔ طلبہ مغموم بیٹھے تھے۔ شیخ صاحب کو ساری حکایت معلوم ہوئی تو پیشانی پر شکن تک نہ آئی۔ ان کے بیٹے آنریری مجسٹریٹ تھے، اس لیے اچھی جان پہچان تھی۔ سیدھے متعلقہ افسر کے پاس پہنچے اور دو گھنٹے میں طلبہ کو رہا کرا کر لے آئے۔ لڑکوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سارا دن کھیل کود ہوتا رہا۔ لیکن سب حیران تھے کہ شیخ صاحب جیسے سخت گیر انسان نے قطعاً کوئی سرزنش نہیں کی۔ یہ دن تو خیریت سے گزرا۔ اگلے دن شیخ صاحب مدرسہ تشریف لائے اور منشی دفتر سے کہا کہ رجسٹر لاؤ اور جن جن طلبہ نے مچھلیاں پکڑنے میں حصہ لیا تھا، ان کے نام خارج کردو، ان سب سے کتابیں لی گئیں اور انھیں چلتا کیا گیا۔ گویا انھوں نے خوشی کو کرکرا نہیں کیا۔ لیکن سزا دینے سے بھی نہ چوکے۔ یہ طلبہ زیادہ تر اونچی کلاسوں کے تھے، جو ایک یا دو سال بعد فارغ ہونے والے تھے۔ میرے خیال میں اگر انھیں اخراج کے بجائے کوئی اور سزا دی جاتی تو وہ زیادہ مناسب تھا، لیکن شیخ عطاء الرحمٰن ڈسپلن کے بہت پابند تھے اور اپنے فیصلے پر نظر ثانی کے عادی نہ تھے۔''(۱)

چونکہ ذمہ داران کے پیش نظر اصل چیز تعلیم و تربیت تھی، اس لیے وہ اس تعلق سے کوئی کمی یا خرابی برداشت نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کی نظر ہمیشہ کیفیت پر رہتی تھی کمیت پر نہیں، مولانا محمد اعظمی صاحب کا یہ بیان پہلے نقل کیا جاچکا ہے کہ:

''.... چونکہ یہ مدرسہ شخصی تھا اس لیے کسی معاملے میں دوسروں کی مداخلت کا کوئی تصور نہیں تھا، اس سخت معیاری تعلیم کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ طلبہ و فارغین کی کثرت و قلت اس کے معیار کو کسی طرح متاثر نہیں کرتی تھی، اصل چیز کیفیت ہوتی تھی، کمیت نہیں، یہی وجہ تھی کہ درجات علیا تک پہنچتے پہنچتے طلبہ کی تعداد بہت قلیل ہوجاتی تھی، یہاں تک کہ بعض دفعہ سنۃ الشہادۃ میں ایک یا دو طلبہ باقی رہ جاتے تھے۔'' (۲)

---

(۱) مولانا عبدالغفار حسن: حیات وخدمات: ص:۷۲-۷۳

(۲) ماہنامہ محدث، بنارس: ستمبر-اکتوبر ۲۰۰۸ء، ص:۶۸، ایضا: اکتوبر ۲۰۱۰ء

فارغین

کسی بھی تعلیمی ادارے کی کارکردگی، کامیابی اور ترقی کا اندازہ عام طور سے اس ادارے کے تربیت یافتہ فضلا کی علمی و عملی جدوجہد اور کارناموں سے بھی لگا یا جاتا ہے، کیونکہ یہی فضلا ادارے کی جملہ مساعی کا ثمرہ اور نتیجہ ہوا کرتے ہیں۔ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کی نیک نامی اور اپنے مشن میں اس کی کامیابی کا صحیح اندازہ اس کے فارغین کی زندگیوں سے ہی لگایا گیا، وہاں سے جو ذرہ اٹھا آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا، اس گلستاں کی جس نے سیر کرلی ایک عالم کو معطر کردیا۔ کسی بھی عالم کے نام کے ساتھ ''رحمانی'' کا لاحقہ جس طرح لفظی اور صوتی اعتبار سے ذوق وسماع کو بھاتا تھا ویسے ہی علم و فضل کے اعتبار سے ایک عبقری عالم کا پتہ دیتا تھا، اس لاحقے یا نسبت کی حیثیت اس عالم کے لیے بہت بڑے تزکیے کی ہوتی تھی جو ہر اعتبار سے اس کے لیے کافی ووافی سمجھی جاتی تھی۔

دارالحدیث رحمانیہ کے طلبہ کے اجمالی و تفصیلی کوائف کے تذکرے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان خوش نصیب ہستیوں کے کچھ اسماء بھی ذکر کردیے جائیں جنھوں نے اس خرمن علم و عمل سے خوشہ چینی کی تھی اور اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں غوطہ لگایا تھا، اس تعلق سے تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق میں علماء و فضلاء کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے جس نے اس تاریخی ادارہ میں اساطین علم وفن کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا، ان تمام کا تفصیلی تذکرہ تو باعث طوالت ہوگا، اس لیے اجمالی تذکرہ ہی پر اکتفا کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

سب سے پہلے ان فضلائے رحمانیہ کے اسمائے گرامی ذکر کیے جارہے ہیں جو اس ادارہ کے متعلم اور معلم دونوں رہ چکے ہیں:

(۱) مولانا شیخ الحدیث عبید اللہ رحمانی مبارکپوری (۲) مولانا نذیر احمد رحمانی املوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) مولانا عبد الغفار حسن رحمانی عمر پوری (۴) مولانا عبد الرؤف رحمانی جھنڈانگری (۵) مولانا حکیم محمد بشیر رحمانی مبارکپوری (۶) مولانا عبدالحلیم ناظم پیغمبر پوری (۷) مولانا عبیدالرحمٰن رحمانی مبارکپوری (برادر خورد حضرت شیخ الحدیث) (۸) مولانا حکیم محمد سلیمان بن محمد سلیم رحمانی مئوی (۹) مولانا عبد الصمد مبارکپوری (۱۰) مولانا کبیر الدین رحمانی (ڈھاکہ) (۱۱) مولانا محمد داود راغب رحمانی شاہ جہاں پوری (۱۲) مولانا عبد الجلیل رحمانی (۱۳) مولانا رستم علی رحمانی بنگالی۔

مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی نے اپنی کتاب ''ہندستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات'' میں دارالحدیث رحمانیہ کے تلامذہ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

(۱) مولوی محمد شفیع آروی (۲) مولوی ابوالحسن (۳) مولوی محمد مصطفیٰ (۴) مولوی عبید اللہ پیغمبر پوری (حال مدرس سبل السلام دہلی) (۵) مولوی عبید الرحمٰن پیغمبر پوری (۶) مولوی عبد الحلیم ناظم مرحوم (۷) مولوی شجاع الدین مرشد آبادی (۸) مولوی محمد وقاص علی (۹) مولوی ولایت حسین (مدرسہ عربیہ ضلع نگرا، بنگال) (۱۰) مولوی عبد الرؤف مرشد آبادی (مدرسہ اسلامیہ چنگلہ لال گولہ بنگال میں) (۱۱) مولوی ریاض الدین مالدہی (مدرسہ اسلامیہ نوگاؤں میں) (۱۲) مولوی کبیر الدین ڈھاکوی (موضع بیرائڈ ڈھاکہ میں) (۱۳) مولوی انیس الرحمٰن (مدرسہ دارالعلوم باشوویب میں) (۱۴) مولوی عطاء اللہ گرداس پوری (۱۵) مولوی محمد رفیق فیروز پوری (۱۶) مولوی عبد الحکیم (ابونعیم) قصوری (مدرسہ محمدیہ گجرانوالہ میں) (۱۷) مولوی عبدالواحد، جامعہ دارالسلام عمرآباد مدراس میں (۱۸) مولوی عبد الرؤف نیپالی، مدرسہ جھنڈانگر نیپال میں (۱۹) مولوی محمد زماں، جھنڈانگر میں (۲۰) مولوی عبد الرحیم بستوی، مدرسہ عربیہ بھٹ پرہ میں (۲۱) مولوی محمد صدیق ویز گاپٹم مدراس مدرسہ عربیہ میں (۲۲) مولوی محمد عبدالرحمٰن مئوی، مدرسہ فیض عام مئو اعظم گڈھ میں (۲۳) مولوی عصمت اللہ مئو ایضا (۲۴) مولوی شیر محمد اعظم گڈھی (۲۵) مولوی عبیداللہ مبارکپوری (۲۶) مولوی نذیر احمد وغیرہ (۱)

واضح رہے کہ نوشہروی صاحب کی یہ کتاب ۱۹۳۷ء میں تالیف شدہ ہے، لہٰذا اس وقت تک کے ہی مشاہیر فضلائے رحمانیہ کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

چند اور فارغین کے اسمائے گرامی متفرق مراجع میں دستیاب ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) مولوی ولی اللہ (۲) مولوی محمد لقمان (۳) مولوی حکم علی پنجابی (۴) مولوی عبداللطیف پنجابی (۵) مولوی فقیر اللہ پنجابی (۶) مولوی عبدالواحد بنگالی (۷) مولوی عبد الخبیر بنگالی (۸) مولوی عبدالرحمٰن ٹونکی (۹) مولانا ابوعبیدہ عبدالمعید بنارسی (۱۰) مولانا عبد السلام بستوی (۱۱) مولانا زین اللہ طیب پوری (۱۲) مولانا حکیم عبید اللہ رحمانی بریلوی کشمیری (۱۳) مولانا محمد اقبال رحمانی (۱۴) مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی (۱۵) مولانا محمد عاقل رحمانی (۱۶) مولانا محمد خلیل رحمانی (۱۷) مولانا عزیز زبیدی (۱۸) مولانا احمد اللہ رحمانی، دلال پور بنگال (۱۹) مولانا محمد یوسف رحمانی بہرائچی (۲۰) مولانا محمد مسلم رحمانی، مالدہ بنگال (۲۱) مولانا عبد الستار رحمانی، مالدہ بنگال (۲۲) قاری عبد السبحان مئوی (۲۳) حافظ محمد ابراہیم دہلی (۲۴) حافظ عبد الوکیل بن مولوی عبید الرحمٰن عمر پوری (۲۵) مولانا محمد عثمان بن عبدالرحمٰن خاں میرٹھی (۲۶) مولانا محمد بن عبدالرحیم بن ولی محمد مئوی (۲۷) مولانا ابوشحمہ عبدالرحمٰن بن سرفراز خاں (۲۸) مولانا شکر اللہ بن مولا، بونڈیہار (۲۹) مولانا ابوبکر صدیق رحمانی، مدھیہ پردیش (۳۰) مولانا ابوالقاسم خالد العربی، اڑیسہ (۳۱) مولانا محمد اسحاق رحمانی بن فتح محمد، گونڈہ (۳۲) مولانا محمد تسلیم رحمانی سیتا مڑھی (۳۳) مولانا ریاض احمد سعید جھمکاوی (۳۴) مولانا محمد ظہور رحمانی، دربھنگہ (۳۵) ڈاکٹر آفتاب احمد رحمانی (بنگلہ دیش) (۳۶) مولانا عبد اللہ بن شیخ عبد الشکور املوی (۳۷) مولانا عبدالباری جھمکاوی بن مولانا عبدالرشید (۳۸) مولانا عبدالباری رحمانی بن الحاج عبدالغنی، مدھوبنی (۳۹) حکیم مولانا عبدالحلیم بن حکیم مسیح الدین، مئو آئمہ (۴۰) مولانا عبد العزیز بن عبد القادر رحمانی، کرنول (۴۱) مولانا محمد حسن رحمانی، اونرہوا، بلرام پور (۴۲) مولانا محمد امین اثری رحمانی (۴۳) حافظ عبدالخالق رحمانی (۴۴) مولانا مطیع اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمانی (۴۵) مولانا محمد یوسف رحمانی لہیاوی (۴۶) مولانا ظہیر الدین رحمانی کرنول (۴۷) مولانا عبد الرحیم رحمانی ،فیصل آباد، پاکستان (۴۸) مولانا امام الدین رحمانی (۴۹) مولانا زبیر احمد رحمانی (۵۰) مولانا محمد عبدہ الفلاح فیروز پوری۔

درج ذیل اسماء ۱۹۳۸ء میں رحمانیہ میں زیر تعلیم بعض طلبہ کے ہیں، ان طلبہ کی طرف سے رسالہ محدث میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں ان طلبہ نے مدرسہ کی خصوصیات اور امتیازات کا تذکرہ کیا ہے۔آخر میں طلبہ کے نام درج ہیں۔ان ناموں کو یہاں بعینہ نقل کیا جارہا ہے، اگرچہ ان میں سے بعض نام اوپر مذکور ہو چکے ہیں:

’’جلال الدین مرشد آبادی، عبد العفو فلسفی عظیم آبادی، الطاف الرحمٰن بستوی، محمد امین شوق مبارکپوری، عبد الشکور مولوی عالم، عبد الرحیم مدبر پنجابی، شاہ محمد حمید الحق کمیلاوی، محمد ادریس آزاد اعظمی، محمد حسن احسن گونڈوی، عبد الغنی حامد امرتسری، محمد اقبال ایمن گونڈوی بقلم خود، ابوسعید امام الدین امام مظفر نگری، عبد العزیز عزیز ہوشیار پوری، حبیب الرحمٰن خان پوری، عبد الباری شمیم دربھنگوی، عبد الشکور اختر گیاوی، محمد اکبر عفی عنہ، محبّ اللہ خاں، عبد الغفور محمد بن محیی الدین مالاباری، غلام اللہ فاروقی پنجابی، عبد اللہ مضطر اعظمی، بشیر احمد رنگوی، محمد وکیل الدین، محمد یوسف کمیر پوری، عبدا لقادر، عبد الرحمٰن، ابو البرکات بستوی، فضل الرحمٰن، ابوالکلام اڑیسوی، محمد طہ، عبد اللہ لاہوری، محمد رمضان نسیم اڑیسوی، محمد نجدی، محمد اکرم شاہ، محمد اسماعیل پنجابی، محمد ٹونکی، محمد سیف الرحمٰن مدنی، ابوالمکارم عبد القیوم، محمد محمود، محمد احمد، عبد الرحمٰن جاوی، محمد حامد، محمد اکبر پنجابی، محمد عبد السلام گیاوی، عبد الستار ٹونکی، محمد عتیق ٹونکی، عبد الحمید بستوی، محمد شمس الدین شمس گیاوی، عبید اللہ سردول گڈھی، ضیاء الدین ضیاء الہ آبادی، محمد عبد الخالق خالدی جے پوری، عبد الحنان عباس جاوی، ریاض الدین بنگالی، میزان الرحمٰن بنگالی، محمد عثمان پنجابی بقلم خود، عبد العزیز بسکوہری، عبید الرحمٰن بہاری، سید عتیق الرحمٰن، محمد یوسف، حبیب اللہ بقلم خود، محمد یعقوب رنگونی بقلم خود، مقبول احمد بقلم خود، عبد الوہاب سندھی بقلم خود، عبید اللہ تبّتی، محمد علی تبّتی، عبد الغنی علی جاوی، محمد رملی جاوی، عبد

الوہاب بَردان اندونیشیا، عبداللہ بن محمد القرعاوی النجدی۔ (۱)

موجودہ اور فوت شدہ علماء میں کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے رحمانیہ میں داخلہ تو لیا مگر کسی وجہ سے تعلیم کی تکمیل نہ کر سکے، ان میں اکثر وہ ہیں جنہوں نے مدرسہ کی حیات کے آخری دور میں یعنی آزادی ہند سے سال دو سال قبل داخلہ لیا تھا، اور ۱۹۴۷ء میں ادارہ کے بند ہو جانے کے باعث تکمیل کی سعادت سے محروم رہے، اور بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی کسی خاص مجبوری یا عذر کی وجہ سے اس ادارہ میں تعلیمی سلسلہ جاری نہ رکھ سکے، اس سلسلے کے بعض اسماء یہ ہیں:

(۱) مولانا ثناء اللہ بن محمد رستم ٹوپاٹانڑوی (۲) مولانا عزیز احمد گونڈوی (۳) مولانا عبد القیوم رحمانی (۴) مولانا فرید احمد رحمانی (۵) مولانا مختار احمد ندوی (۶) مولانا محمد ابراہیم رحمانی (۷) مولانا عابد حسن رحمانی (۸) مولانا امر اللہ عارف سراجی (۹) اسلم کانپوری (۱۰) مولانا عبد السلام رحمانی (۱۱) مولانا محمد اعظمی (۱۲) حافظ محمد یحییٰ دہلوی۔ وغیرہ

دارالحدیث کے فضلاء ومستفیدین کی اس مختصر فہرست پر اکتفا کرتے ہوئے ایک بار پھر اس بات کا اعادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان رحمانی علمانے درس وتدریس، تصنیف وتالیف، ترجمہ وتحقیق، دعوت وارشاد، صحافت وخطابت اور دیگر وسائل وذرائع سے دین کی، علم کی اور معاشرے کی نمایاں خدمت انجام دی اور ان میں سے ہر میدان میں واضح نقوش چھوڑے ، ان کی خدمات کے تفصیلی جائزے کے لیے ضخیم دفتر درکار ہے ، مذکورہ بالا فہرست میں سے شیخ الحدیث عبید اللہ مبارکپوری، مولانا نذیر احمد رحمانی ، مولانا عبدالرؤف رحمانی، مولانا عبد الغفار حسن رحمانی ، مولانا ابوعبیدہ عبد المعید بنارسی ، مولانا عبد السلام بستوی، مولانا مختار احمد ندوی، مولانا عبد الحکیم مجاز اعظمی وغیرہم کے علمی ودعوتی کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے جو ان کی ذاتی جدوجہد اور سعی پیہم کیساتھ ان کی مادر علمی کی عظمت وجلال کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے۔

(۱) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص: ۷-۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اساتذۂ کرام

دارالحدیث رحمانیہ کے بارے میں تبصرہ نگاروں نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ:

''یہاں کے اساتذہ پڑھانے میں، طلبہ پڑھنے میں اور منتظم انتظام میں لاثانی تھے''۔(۱)

حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی تعلیمی ادارے کی بہتر کارکردگی ادارے کے ان تینوں عناصر کے اخلاص اور جدوجہد کی مرہون منت ہوتی ہے، ان تینوں میں سے صرف ایک یا دو کا درست ہونا کافی نہ ہوگا، دارالحدیث رحمانیہ کو اللہ تعالی کے فضل سے تینوں عناصر اپنی مثال آپ ملے تھے، منتظم اور طلبہ کے بارے میں ضروری باتیں گذر چکی ہیں، اب اساتذہ کے بارے میں کچھ باتیں ذکر کی جارہی ہیں۔

اساتذہ کا انتخاب:

مدرسین کے انتخاب کے وقت علمیت، صلاحیت، صالحیت اور مہارت کا بطور خاص خیال رکھا جاتا تھا، اس کے لیے دور دور سے لوگوں کو بلایا جاتا تھا، مدرسہ کے اپنے فارغین میں جو ممتاز اور محنتی ہوتے تھے، ان کا فراغت کے بعد فوراً تقرر کرلیا جاتا اور اگر ضرورت محسوس ہوتی تو ان کو مزید تربیت اور تجربہ کے لیے مدرسہ ہی کے مشاہرہ پر دوسری جگہوں پر بھیج دیا جاتا تھا۔ اساتذہ کو تنخواہیں اچھی دی جاتی تھیں اور ان سے تدریس اور بچوں کی تربیت میں زیادہ سے زیادہ محنت لی جاتی تھی، اگر کوئی استاد طلبہ کو اپنی تدریس سے مطمئن نہیں کرپاتا تو اس سے معذرت کرلی جاتی تھی۔ اس تعلق سے تذکرہ نگاروں کے بیانات ملاحظہ ہوں:

☆حکیم عبدالکریم قریشی لکھتے ہیں:

''جیسے جیسے مدرسہ کی عمارت تکمیل کے قریب پہنچ رہی تھی علمائے اہل حدیث کی

(۱) جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات، ص:۲۶، یادگار مجلّہ اہل حدیث، ص:۳۰۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظریں مولانا میر سیالکوٹی کی رہبری میں بہتر سے بہتر قابلیت والے، زیادہ سے زیادہ تجربہ اور مہارت والے اپنے اپنے فن کے مخصوص ومشہور اساتذہ کی تلاش میں مصروف ومنہمک ہوگئیں''۔(۱)

☆ جناب فاروق اعظمی صاحب حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''......اس کے علاوہ اساتذہ کے انتخاب وتقرر میں مہتمم مدرسہ کی کوششیں بھی قابل ستائش تھیں، مخلص اور محنتی اساتذہ کو چن چن کر لایا گیا تھا جو طلبہ کی تعلیم وتربیت کے لیے اپنے کو ہمہ تن وقف کیے ہوئے تھے، منطق ومعقولات کے درس کے لیے بلا امتیاز حنفی، سلفی، ملک کے گوشے گوشے سے منجھے ہوئے اساتذہ کو گرانقدر مشاہرہ پر رحمانیہ میں جمع کرلیا گیا تھا، چنانچہ مولانا غلام یحیٰی صاحب مدرسہ الٰہیات کانپور سے بلائے گئے تھے، مولانا عبدالحلیم صاحب کو ضلع مردان پشاور سے بلایا گیا تھا، مولانا عبدالسلام آگرہ سے آئے تھے، اسی طرح مولانا عبدالرحمٰن صاحب ٹونکی فتح پوری سے اور مولانا عبدالرزاق صاحب مدرسہ ضیاء العلوم دہلی سے لائے گئے تھے، بعض لائق وفائق اساتذہ کو مختلف علوم وفنون کے جید علماء کی خدمت میں مع مشاہرہ اور دیگر اخراجات کے بھیجا جاتا تھا تاکہ صحیح تربیت اور اچھی مہارت حاصل کرکے مدرسہ کو لوٹیں اور طلبہ کو فیض پہنچائیں''۔(۲)

☆ مولانا عبدالغفار حسن رحمانی سے انٹرویو لیتے وقت ایک مرتبہ یہ سوال کیا گیا کہ کسی اور مکتب فکر سے بھی آپ نے تعلیم حاصل کی ہے؟

موصوف نے جواب دیا: ''رحمانیہ میں کافی حنفی اساتذہ بھی تھے، جن میں مولانا سکندر علی ہزاروی، مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا عبدالسلام افغانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد اس سوال کے جواب میں کہ ''کیا حنفی اساتذہ متعصب تھے یا معتدل؟''

(۲) مجلّہ اہل حدیث، ہریانہ، ۲۱ مئی ۱۹۷۹ء، ص:۸۔ (۲) ماہنامہ محدث، بنارس، اکتوبر ۱۹۸۴ء، ص:۲۴۔

مولانا فرماتے ہیں: ''مولانا محمد علی جالندھری کافی متعصب تھے، جب کہ مولانا عبدالسلام افغانی بڑے وسیع القلب اور وسیع النظر تھے۔''(۱)

☆ مولانا ابو یحیٰی خاں نوشہروی مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اسی سال (۱۳۴۶ھ میں) مدرسہ مذکور (رحمانیہ دہلی) میں مدرس کی حیثیت سے نور الانوار اور رشیدیہ تک کے اسباق آپ کے سپرد ہوئے، جناب عطاء الرحمٰن صاحب مالک ومہتمم دارالحدیث رحمانیہ (دہلی) جو مردم شناسی اور خیر اندیشی کے سراپا سے مزین ہیں آپ کی ذہانت وذکاوت کی وجہ سے آپ کو مدرسہ کی تنخواہ حسب معمول پر مشہور عالم معقول مولانا فضل حق کی خدمت میں رام پور بھیجا، مگر یہاں ریاضی کا سلسلہ نہ ہونے کی وجہ سے بدایوں چلے گئے اور مولانا عبدالسلام مرحوم سے جو ان جملہ علوم میں فرد یگانہ تھے ریاضی ومعقولات کی وہ کتابیں پڑھیں جو رحمانیہ کے نصاب سے باہر تھیں، یہاں سے سند فراغ کے بعد رحمانیہ میں اپنی اسامی پر واپس تشریف لے آئے اور اب تک پڑھاتے ہیں''۔(۲)

اس سے قبل نوشہروی صاحب نے مولانا نذیر احمد صاحب کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے:

''مولانا نذیر احمد املوی- ہر امتحان میں اول رہے اور سال آخر میں تمام مدرسہ میں اولیت واولویت کی وجہ سے انعام میں صحیح بخاری اور مبلغ ۴۰ روپیہ نقد انعام سے سرفراز ہوئے، یہ تکمیل ۱۵؍شعبان ۱۳۴۶ھ کو ہوئی''۔(۳)

مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی ۱۹۳۱ء=۱۳۵۰ھ میں دارالحدیث رحمانیہ سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوگئے، مولانا لکھتے ہیں:

''میرے پڑھانے کے زمانے میں مولانا عبدالسلام صاحب درانی کا انتقال ہوچکا تھا، ان کی جگہ پر سو روپیہ ماہوار پر کئی ولایتی مولانا یکے بعد دیگرے آئے، ایک ولایتی مولانا

(۱) مولانا عبدالغفار حسن، ص:۴۳۱۔ (۲،۳) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۴۱۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے، طلبہ نے ان کی شکایت کی وہ چلے گئے، دوسرے آئے طلبہ نے ان کی بھی شکایت کی حتی کہ تیسری جماعت کے بچوں نے بھی ان کی شکایت کی کہ کتاب سمجھ میں نہیں آتی ہے، اس لیے حضرت میاں صاحب ناظم جامعہ رحمانیہ کو یہ خیال ہوا کہ تیسری جماعت تک کے طلبہ بڑے بڑے مولانا کی شکایت کرتے ہیں تو عبدالرؤف کیسے پانچویں جماعت کے طلبہ کو پڑھا سکتا ہے، تو انہوں نے بطور خود پنجابی طلبہ کو بلایا اور کہا کہ عبدالرؤف کے یہاں کتاب سمجھ میں آتی ہے؟ لڑکوں نے جواب دیا کہ خوب اچھی طرح کتاب سمجھ میں آتی ہے۔ مولانا عبدالجلیل نے کہا کہ مولانا عبدالرؤف کے یہاں کتاب اس طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر چاہوں تو من وعن فوراً بیان کردوں۔ اس واقعہ کو مولانا عبدالجلیل صاحب نے آکر مجھ سے بیان کیا، انہوں نے یہ خبر سنا کر میرے دل کو خوش کردیا''۔(۱)

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مہتمم مدرسہ اساتذہ کی تدریسی صلاحیت کے بارے میں بھی جانکاری حاصل کرتے رہتے تھے اور اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کرتے کہ طلبہ ان سے بھرا استفادہ کریں۔ اور اگر کوئی کمی یا کمزوری پاتے تو اس کا ازالہ کرکے تعلیم کے اندر آنے والی کمی وکمزوری کو دور کرتے۔

اساتذہ کی تنخواہیں:

اس زمانے میں دیگر مدارس کے بمقابل دارالحدیث رحمانیہ کے اساتذہ کی تنخواہیں زیادہ تھیں، وقت اور صلاحیت کے اعتبار سے تنخواہیں کم وبیش ہوتیں، مولانا ابو یحییٰ خاں نوشہروی لکھتے ہیں:

''اساتذہ کی تنخواہوں کا معیار بلند ہے کہ شیخ الحدیث کو نوے روپے ماہانہ پیش ہوتے ہیں (وقس علی ھذا)''۔(۲)

واضح رہے کہ مولانا کی یہ تحریر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء یا اس سے قبل کی ہے، کیوں

(۱) ماہنامہ محدث، بنارس، جون ۱۹۹۹ء، ص:۲۶-۲۷، ماہنامہ السراج، نیپال، خطیب الاسلام نمبر، مئی-اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص:۲۲۹-۲۳۰۔

(۲) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۱۷۳، حاشیہ نمبر (۱)

کہ مولانا کی کتاب اسی وقت مکمل ہوئی تھی اور اس کا سن طباعت ۱۳۵۶ھ ہے۔

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ مولانا محمد یوسف سورتی کے بارے میں (جو ایک سال رحمانیہ میں مدرس رہے) لکھتے ہیں:

''......مولانا مرحوم کے بارے میں شیخ عطاء الرحمٰن کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ وہ علم حدیث اور اسماء الرجال کے ماہر ہیں، اس لیے ان کا تقرر بطور شیخ الحدیث کیا گیا تھا اور ان کا مشاہرہ بھی ڈیڑھ سو روپے تھا جو اس زمانے میں بڑی تنخواہ تھی، اس کے مقابلہ میں مولانا احمد اللہ صاحب کا مشاہرہ تقریباً سو روپے تھا، اور میرے داخلے سے پہلے مولانا غلام یحییٰ کانپوری کا مشاہرہ ۱۲۵/روپے تھا، باقی دوسرے مدرسین کی تنخواہیں ۶۰/یا ۷۰/روپے سے زیادہ نہ تھیں......''۔(۱)

مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''میری تعلیم وتدریس کا زمانہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شروع ہوا، میں وہاں سے ۲۲/برس کی عمر میں فارغ ہوا اور معاً بعد ۲۳/برس کی عمر میں اسی میں مدرس مقرر ہوا، اس وقت میری تنخواہ تیس روپئے ماہوار تھی، اس زمانہ میں بڑے بڑے علماء کی بھی تنخواہ سو روپئے سے زائد نہ تھی..''۔(۲)

سابقہ صفحات میں مولانا رحمانی کا یہ بیان بھی گزر چکا ہے کہ:

''میرے پڑھانے کے زمانے میں مولانا عبدالسلام صاحب درانی کا انتقال ہوچکا تھا، ان کی جگہ پر سو روپیہ ماہوار پر کئی ولایتی مولانا یکے بعد دیگرے آئے''۔(۳)

یادگار مجلّہ میں ہے کہ:

''اساتذہ کے مشاہرے نہایت معقول تھے، صدر المدرسین کا مشاہرہ سو روپئے

(۱) الاعتصام لاہور، ۲۸/اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص:۱۴-۱۵۔

(۲) ماہنامہ السراج، نیپال، خطیب الاسلام نمبر، مئی-اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص:۴۱۰۔

(۳) ماہنامہ محدث، بنارس، جون ۱۹۹۹ء، ص۲۶، ماہنامہ السراج، نیپال، خطیب الاسلام نمبر ص:۲۲۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہانہ تھا''۔(۱)

بعض اساتذہ کے اسمائے گرامی:

سطور ذیل میں مختلف مراجع سے دستیاب اساتذہ رحمانیہ کے اسمائے گرامی بطور نمونہ ذکر کیے جاتے ہیں:

۱-مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ)
۲-مولانا احمد اللہ پرتاپ گڈھی (م ۱۹۴۳ء)
۳-مولانا غلام یحییٰ پنجابی کانپوری ۴-مولانا عبدالرحمٰن نگرنہسوی
۵-مولانا عبداللہ ندوی (بنگالی) ۶-مولانا عبدالغفور جیراجپوری (م ۱۹۵۴ء)
۷-مولانا عبداللہ لکھنوی
۸-مولانا عبدالغفور بن جعفر خاں بسکوہری (م ۱۳۹۹ھ)
۹-مولانا عبدالحلیم ناظم (م ۱۹۳۵ء) ۱۰-مولانا محمد بن یوسف سورتی (م ۱۳۶۱ھ)
۱۱-مولانا عبدالحلیم ٹونکی (م ۱۹۳۵ء) ۱۲-مولانا سکندر علی ہزاروی
۱۳-مولانا محمد اسحاق (آروی)
۱۴-مولانا احمد بن ملا حسام الدین مئوی (م ۱۹۴۸ء)
۱۵-مولانا عبدالسلام مبارکپوری (م ۱۳۴۲ھ)
۱۶-مولانا عبدالصمد مبارکپوری (م ۱۳۶۷ھ)
۱۷-مولانا نذیر احمد املوی (م ۱۹۶۵ء)
۱۸-مولانا محمد عبدہ الفلاح (م ۱۹۹۹ء)
۱۹-مولانا محمد بشیر مبارکپوری ۲۰-مولانا عبیداللہ رحمانی (م ۱۹۹۴ء)
۲۱-مولانا عبدالغفور لکھنوی
۲۲-مولانا عبیدالرحمٰن مبارکپوری (برادر خورد شیخ الحدیث)

(۱) یادگار مجلّہ اہل حدیث، ص: ۳۰۱۔

۲۳-مولانا عبدالرؤف رحمانی (م ۱۹۹۹ء)
۲۴-مولانا محمد یونس بن شیخ محمد اسحاق (خواہرزادہ مولانا احمد اللہ پرتاپ گڈھی)
۲۵-مولانا شریف اللہ صاحب (سواتی) ۲۶-مولانا عبدالغفور بندوی اعظمی
۲۷-مولانا حافظ عبدالرحمٰن ۲۸-مولانا ابوطاہر صاحب بہاری
۲۹-مولانا عبدالوہاب آروی (م ۱۹۸۳ء)
۳۰-مولانا حکیم محمد سلیمان بن محمد سلیم رحمانی مئوی (م ۱۳۹۸ھ)؟؟
۳۱-مولانا محمد اصغر صاحب چھپروی (بہاری) ۳۲-مولانا محمد اسرائیل صاحب
۳۳-مولانا عبدالسلام درانی ۳۴-مولانا عبدالحلیم (ضلع مردان، پشاور)
۳۵-مولانا عبدالرحمٰن ٹونکی ۳۶-مولانا عبدالرزاق (پشاوری)
۳۷-مولانا محمد گوندلوی (م ۱۹۸۵ء) ۳۸-مولانا عبدالنور صاحب بہاری
۳۹-مولانا فضل الرحمٰن غازی پوری (م ۱۳۸۱ھ) ۴۰-مولانا خیر محمد جالندھری
۴۱-مولانا کبیر الدین صاحب (بنگالی) ۴۲-مولانا عبدالرؤف (بنگالی)
۴۳-مولانا محمد شریف پشاوری ۴۴-مولانا محمد داود راغب شاہجہاں پوری
۴۵-مولانا عبدالغفار حسن رحمانی (م ۱۴۲۸ھ) ۴۶-مولانا عبدالمعید پشاوری
۴۷-مولانا ابوالعرفان عبدالرحمٰن نحوی مئوی
۴۸-مولانا عبدالودود بن مولانا عبدالغفور
۴۹-مولانا عبدالغفور نیپالی ۵۰-مولانا محمد خیر عالم
۵۱-مولانا عبدالجلیل رحمانی (۱۹۸۶ء)
۵۲-مولانا نذیر الدین بنارسی (م ۱۳۵۲) (۱)

(۱) درج ذیل مآخذ سے اساتذہ رحمانیہ کے نام جمع کیے گئے ہیں:
۱-تراجم علمائے حدیث ہند، نوشہروی، متفرق مقامات ۲-یادگار مجلّہ اہل حدیث (پاکوڑ) ص: ۳۰۱
۳-الاعتصار لاہور ۱۹۹۴ء کے متعدد شمارے ۴-جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات، ص: ۲۷
۵-ماہنامہ محدث، بنارس: اکتوبر ۱۹۸۴ء ۶-ماہنامہ آثار جدید مئو: دسمبر ۲۰۰۴ء
۷-ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم: نومبر، دسمبر ۱۹۹۸ء ۸- جہود مخلصۃ ......وغیرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند مشہور اساتذہ کا تعارف

(۱) مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی (م۱۳۷۶ھ)

محدث شہیر مولانا عبدالمنان وزیر آبادی کے شاگرد ہیں، شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی سے سند اجازہ حاصل کی اور درس وتدریس، وعظ وارشاد، تصنیف وتالیف اور اسلام کے دفاع میں سرگرم رہے، قادیانیوں، منکرین حدیث، آریہ سماج اور دیگر باطل فرقوں اور تحریکوں کو منھ توڑ جواب دیتے تھے۔(۱)

دارالحدیث رحمانیہ کے اول مدرس ومنتظم تھے۔ مدرسہ رحمانیہ کے قیام سے پہلے سیالکوٹ میں ان کا اپنا مدرسہ دارالحدیث ہی کے نام سے چلتا تھا جس میں دور دور سے طلبہ تعلیم اور استفادہ کے لیے آتے تھے، دارالحدیث رحمانیہ کے قیام میں آپ کی بھی ترغیب وتحریک کا دخل تھا، جس کی تفصیل شروع کتاب میں گزر چکی ہے۔ رحمانیہ کے قیام کے وقت اس کے انتظام وانصرام میں آپ کا بھرپور تعاون رہا، افتتاحی پروگرام میں بھی آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، آپ نے تاسیس رحمانیہ کے سال شعبان میں اپنے سیالکوٹ کے مدرسے میں طلبہ واساتذہ کے سامنے یہ اعلان کر دیا کہ اگلے تعلیمی سال شوال میں مدرسہ دہلی منتقل ہو جائے گا، لہٰذا تمام طلبہ واساتذہ شوال میں دہلی ہی پہنچیں، اس طرح موصوف نے شوال ۱۳۳۹ھ میں اپنے مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ سمیت رحمانیہ دہلی پہنچ کر مدرسہ کا نظام سنبھالا، آپ نے اپنے مدرسہ کا کتب خانہ بھی یہیں منتقل کر دیا، نہ معلوم کن اسباب کی بنا پر مولانا نے بہت جلد دارالحدیث رحمانیہ کو خیر باد کہہ دیا، البتہ جن طلبہ کو اپنے مدرسہ سے یہاں منتقل کیا تھا جاتے وقت ان کو رحمانیہ ہی میں تعلیم مکمل کرنے کی ہدایت کر گئے۔

مولانا کے شاگردوں میں حکیم مولانا عصمت اللہ رحمانی مئوی، حکیم مولانا محمد سلیمان رحمانی مئوی، راقم کے دادا مولانا عبدالعلی مئوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی گجرانوالہ، مولانا ابو

(۱) جھود مخلصۃ، ص:۱۵۵۔

حفظ عثمانی وغیرہ -رحمہم اللہ- شامل ہیں۔

(۲) شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب پرتاپ گڈھی (م۱۳۶۲ھ)

شیخ حسین یمنی، مولانا سلامت اللہ جیراج پوری، ڈپٹی نذیر احمد اور دیگر اساتذہ سے کسب فیض کیا، اور مولانا سید نذیر حسین دہلوی، شیخ محمد بن عبداللطیف بن ابراہیم نجدی، مولانا شمس الحق ڈیانوی اور شیخ قاضی محمد مچھلی شہری سے سند واجازہ حدیث حاصل کی، تمام زندگی درس وتدریس میں گزاری، پورے بیس سال مدرسہ علی جان دہلی میں پڑھایا، اسی دوران دارالحدیث رحمانیہ کی تاسیس ہوئی، مہتمم صاحب نے آپ کو تدریس کے لیے یہاں بلا لیا، یہاں آپ کتب حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول فقہ، فرائض وغیرہ کا درس دیتے رہے، شیخ الحدیث کی حیثیت سے آپ نے ۱۹۳۸ء تک یہاں تدریسی خدمت انجام دی، پھر یہاں سے مستعفی ہو کر مدرسہ زبیدیہ دہلی چلے گئے۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی مبارکپوری، مولانا عبدالسلام صاحب بستوی، مولانا نذیر احمد صاحب املوی، مولانا محمد یونس صاحب پرتاپ گڈھی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا عبد الغفار حسن عمرپوری، مولانا محمد زماں صاحب رحمانی بستوی، مولانا عبدالرؤف صاحب جھنڈانگری، مولانا محمد بشیر صاحب مبارکپوری، مولانا محمد ادریس آزاد رحمانی وغیرہ ہیں، یرحمهم الله أجمعين۔ (۱)

آپ کے شاگرد مولانا عبدالغفار حسن رحمانی دارالحدیث رحمانیہ میں آپ کی تدریس سے متعلق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رحمانیہ میں اس وقت کے ہمارے اساتذہ میں ایک مولانا الشیخ احمد اللہ الدہلوی تھے، یہ شیخ المحدثین السید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد رشید تھے، ان سے میں نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، جامع ترمذی کی پہلی جلد پڑھی، اور علوم حدیث میں شرح نخبۃ الفکر اور علم وراثت میں سراجی پڑھی، شیخ احمد اللہ دہلوی بڑے جید عالم دین اور بلند پایے کا اخلاق

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص:۱۷۴-۱۷۸، جھود مخلصۃ، ص:۱۵۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکردار رکھتے تھے،طلبہ کے ساتھ بڑی شفقت اور اپنائیت کے ساتھ پیش آتے ، اکثر اپنے شاگردوں اور دیگر اساتذہ کو علم حدیث اور سنت کے ساتھ لگاؤ کی تلقین کیا کرتے تھے‘‘۔(۱)

ایک دوسرے موقع پر آپ لکھتے ہیں:

’’مولانا موصوف کی ساری عمر درس حدیث میں گزری، پڑھتے پڑھاتے فتح الباری کے مطالب ان کو ازبر ہوگئے تھے، جب کسی مسئلے پر درس میں وہ تقریر فرماتے تو معلوم ہوتا کہ ایک علم کا سمندر بہہ رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے، طلبہ کے لیے صحیح معنی میں مربی و مشفق استاذ تھے، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کبھی غصے سے ان کے چہرے پر بل آیا ہو، اہتمام سنت میں نمایاں طور پر آگے بڑھے ہوئے تھے، حقیقتا وہ صحیح معنی میں سلف صالحین کا نمونہ تھے، اس میں شک نہیں کہ وہ تدریس کے ماہر تھے ...‘‘۔(۲)

(۳) مولانا نذیر احمد رحمانی املوی (م ۱۹۶۵ء)

قصبہ مبارکپور سے مشرق موضع املو میں موصوف ۶ رفروری ۱۹۰۶ء مطابق ۱۰ رذی الحجہ ۱۳۲۳ھ کو پیدا ہوئے ، ابتدائی تعلیم مبارکپور میں ہوئی، پھر مدرسۃ الاصلاح سرائے میر میں داخل ہوئے، کچھ دنوں بعد مدرسہ فیض عام مئو چلے گئے، شوال ۱۳۳۹ھ میں دار الحدیث رحمانیہ کے قیام کے تقریبا دو ماہ بعد ماہ ذی الحجہ میں داخل ہوگئے، اور شعبان ۱۳۴۶ھ میں مدرسہ سے فراغت حاصل کی، اس کے بعد نئے تعلیمی سال شوال ۱۳۴۶ھ سے اسی ادارہ میں مدرس مقرر ہوئے، پھر مہتمم مدرسہ شیخ عطاء الرحمٰن کی خواہش پر معقولات میں دسترس اور کمال حاصل کرنے کے لیے آپ کو مولانا فضل حق خیر آبادی کے پاس مدرسہ عالیہ رامپور بھیجا گیا، لیکن وہاں ریاضی کی تعلیم نہ ہونے کے باعث آپ مدرسہ شمس العلوم بدایوں چلے آئے اور مولانا عبدالسلام قندھاروی سے معقولات اور ریاضی کی بہت سی درسی و غیر درسی کتابیں پڑھیں، ایک سال کے بعد وہاں سے واپس رحمانیہ آئے اور مستقل طور پر

(۱) ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم، نومبر دسمبر ۱۹۹۸ء ص: ۱۴۔ (۲) الاعتصام، لاہور، ۱۹ راگست ۱۹۹۴ء ص: ۱۵-۱۶۔

مدرسہ کے مدرس بنے اور یہ سلسلہ بیس سال تک جاری رہا، مشغلہ درس و تدریس کے علاوہ اس دوران آپ کے فرائض میں رحمانیہ کے کتب خانہ کی دیکھ ریکھ اور اس کی نگرانی بھی تھی، علاوہ ازیں دارالحدیث کا مشہور ماہنامہ ’’محدث‘‘ بھی اس کے ایڈیٹر مولانا عبدالحلیم ناظم صدیقی کے (۱۹۳۵ء میں) انتقال کے بعد آپ کی ادارت میں آگیا، اس وقت سے اخیر تک آپ برابر اس کے مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا املوی صاحب نے دارالحدیث رحمانیہ کے قیام سے لے کر اس کے آخری دن تک - بجز معمولی وقفہ - اس مدرسہ کے اندر زندگی گذاری، سات سال بحیثیت طالب علم اور بقیہ بیس سال بحیثیت مدرس، بیچ میں ایک سال کے لیے مدرسہ ہی کی تنخواہ پر آپ معقولات و ریاضی وغیرہ کی تعلیم کے لیے مدرسہ سے باہر رہے، میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور مدرس کو اتنے طویل عرصے تک اس ادارہ کی خدمت کا موقع ملا ہوگا۔ ۱۹۳۸ء میں جب مہتمم مدرسہ شیخ عطاء الرحمٰن کا انتقال ہوگیا تو مذکورہ بالا مصروفیات کے ساتھ بہت سارے انتظامی امور بھی آپ اور حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کے کاندھوں پر آگئے، اس لیے کہ شیخ عطاء الرحمٰن کے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب مدرسہ کے لیے اتنا وقت نہیں دے پاتے تھے جتنا ان کے والد محترم دیتے تھے، ویسے بھی مدرسہ میں مولانا کی حیثیت صدر مدرس جیسی تھی، اگرچہ رحمانیہ میں صدر مدرس کا کوئی عہدہ نہ تھا، مگر طلبہ کی نگرانی، امتحانات وغیرہ سے متعلق امور، داخلہ کے مسائل وغیرہ وغیرہ سب مولانا ہی دیکھتے تھے، رمضان اور عید کی چھٹیوں میں جب مولانا اپنے گھر ہوتے تو قرب و جوار کے طلبہ جو رحمانیہ میں داخلہ کے امیدوار ہوتے مولانا کے پاس آتے اور ان کی جانچ پڑتال کرکے آپ ان کے داخلہ سے متعلق فیصلہ فرما دیتے، یہ اختیار مولانا کو مہتمم صاحب کی طرف سے دیا گیا تھا۔

۱۹۴۷ء کے ہنگامے میں مدرسہ کی شہادت کے وقت بھی مولانا مدرسہ ہی میں مقیم تھے، آپ مع چند دیگر اشخاص گرفتار ہوئے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، اس کی داستان بڑی خونچکاں اور دلدوز ہے، اس کی تفصیل مولانا ادریس آزاد رحمانی علیہ الرحمۃ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درج ذیل تحریر میں ملاحظہ ہو:

''اگست ۱۹۴۷ء میں جب ملک تقسیم ہوا اور اس کے نتیجہ میں دہلی کے مسلمانوں پر قیامت ٹوٹی تو اس زمانہ میں مولانا دہلی ہی میں تھے، مدرسہ کا اٹھائیسواں سال شروع تھا، تعطیل کلاں کے بعد آپ مدرسہ پہنچ چکے تھے، کیوں کہ طلبہ کے داخلے کا کام آپ ہی کے ذمہ تھا، دوسرے مدرسین ابھی نہیں پہنچے تھے، ستمبر کے شروع ہی میں مختلف محلوں سے گڑ بڑ کی خبریں ملنے لگیں، یہاں تک کہ ۶ ؍ستمبر کو ۸ ؍بجے شب میں خود مدرسہ پر جنوبی طرف سے ہندوؤں نے خشت باری شروع کی، مدرسہ کے لوگوں نے بھی اپنی مدافعت کی، دیر تک معرکہ آرائی رہی، مدرسہ کا پھاٹک بند تھا، آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ مدرسہ کی چھت پر تھے اور وہیں سے مدافعت کر رہے تھے، نعرہ تکبیر کی صدا سن کر ملیٹری پہنچ گئی، اس نے مدرسہ کے باہر ہی سے کئی مرتبہ اشک آور گیس چھوڑی، گولیاں چلائیں، مگر الحمد للہ کوئی زخمی نہیں ہوا، جب ہنگامہ فرو ہوا تو آپ عشاء کی نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے جو مدرسہ سے قریب مگر اس کے احاطہ سے باہر تھی، آپ کے ساتھ دو آدمی اور تھے، یہ لوگ نماز سے جوں ہی فارغ ہوئے مسلح پولیس پہنچ گئی اور اس نے مسجد کو گھیر لیا، محلّہ کے کچھ دوسرے آدمیوں کی گرفتاری بھی ہوئی، سب کو پولیس لاری میں بٹھا کر تھانہ پہنچایا گیا، تھانہ والے شہر کے ہنگاموں کی وجہ سے اس قدر مصروف تھے کہ ان کو ان اسیران بلا کے متعلق ضابطہ کی کوئی کارروائی کرنے کی فرصت ہی نہ ملی، چنانچہ دوسرے دن ۸ ؍بجے صبح کو ان لوگوں کے پتے وغیرہ لکھے گئے اور پھر یہ لوگ دوپہر کے بعد حوالات میں بند کیے گئے، سنا ہے کہ ۲۴ ؍گھنٹے سے زیادہ حوالات میں رکھنے کا قانون نہیں ہے، لیکن یہ لوگ تین روز تک حوالات ہی میں رہے، حوالات کی لمبائی زیادہ سے زیادہ چار گز اور چوڑائی ڈھائی گز رہی ہوگی، شہر میں برابر گرفتاریاں ہو رہی تھیں اور سب کو اسی میں لا کر بند کیا جا رہا تھا، کمرہ بالکل بھر گیا، ۲۴ ؍گھنٹوں میں صرف ایک مرتبہ صبح کے وقت قضائے حاجت کے لیے باہر نکالا جاتا تھا، پیشاب کے لیے ایک مٹی کی چھوٹی سی ناند رکھی ہوئی تھی جو پیشاب سے بھر جاتی تھی تو سارا کمرہ گندہ اور

متعفن ہو جاتا تھا، تین دن میں صرف ایک وقت حوالاتیوں کی چیخ و پکار کے بعد پولیس نے انہیں چنے ابال کر کھانے کو دیا، طلبہ بیچارے صبح کے وقت جب کرفیو کھلتا تھا تو کچھ روٹیاں پہنچا جاتے تھے، مگر دوسرے حوالاتیوں کے گھروں سے کچھ نہیں آتا، اس لیے وہ سب بیچارے بھی بھوکے تھے، انہیں چند روٹیوں کو ٹکڑے ٹکڑے بانٹ کر تسکین کر لیا کرتے تھے۔

ایسی گندی اور بدبودار جگہ میں آپ کو لیٹنے کی ہمت نہ ہوتی، جب نیند کے غلبے سے مجبور ہو جاتے تھے تو ایک کونے میں ٹیک لگا کر سہارا لے لیا کرتے تھے اور کچھ دیر تک غفلت ہو جاتی تھی، حوالاتیوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اس سے پہلے جیل جا چکے تھے اور وہاں کی زندگی کا تجربہ رکھتے تھے، انہوں نے آپ سے کہا کہ مولوی صاحب! تھانیدار سے کہیے کہ ہم لوگوں کو جیل بھیج دیا جائے وہاں آرام رہے گا، چنانچہ سب لوگوں نے باتفاق اور باصرار مطالبہ کیا کہ ہم کو یہاں سے نکال کر جیل بھیج دیا جائے، اس کے بعد سب کو دہلی سنٹرل جیل بھیج دیا گیا۔

ایک مہینہ کے بعد جب عدالتیں کھلیں تو ان زندانیوں کا مقدمہ پیش ہوا، عدالت کے سامنے جب آپ لائے گئے تو اس نے آپ کا نام لے کر کہا کہ آپ پر چھ ہندوؤں کے قتل کا الزام ہے، اتنا کہہ کر عدالت خاموش ہوگئی اور آپ بھی چپ رہے، دو منٹ کی خاموشی کے بعد عدالت نے خود کہا لیکن پولیس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے، اس لیے میں آپ کو بری کرتا ہوں، ہتھکڑیاں کھول دی جائیں۔ چنانچہ آپ کے ہاتھوں کی ہتھکڑیاں کھول دی گئیں، اور مجسٹریٹ کے اشارہ سے آپ ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

رہائی کے بعد جب آپ مدرسہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ مہتمم صاحب مدرسہ اور اس کے کتب خانہ کو جامعہ ملیہ کے حوالہ کر کے مع اہل وعیال کراچی چلے گئے، چنانچہ دو دنوں کے بعد جامعہ کی لاری آئی اور کتابیں بھر بھر کر لے گئی۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ذمہ داروں میں مولانا مرحوم ہی کی ایک ہستی ایسی تھی جو اس اجڑے اور لٹے ہوئے گلستان علم وفن پر آنسو بہاتی، ان شدائد ومصائب میں تپ کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کی امانت ودیانت اور نکھر گئی، آپ کا یہ حال تھا کہ پورے کتب خانہ کو از اول تا آخر جامعہ کے سپرد فرمایا، اگر کسی نے کام کی کوئی کتاب یا کاغذ کا کوئی ٹکڑا رکھنا چاہا اور آپ کو اس کی خبر ہوگئی تو بڑی سختی کے ساتھ اس حرکت سے روک دیا، گویا اس وقت آپ ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ پوری عملی تفسیر تھے۔

رہائی کے بعد دارالحدیث رحمانیہ کی خانہ ویرانی کو آپ کس دل وجگر سے دیکھتے؟ اس کا بچپن، شباب اور اس کی اخیر دور کی تمام بہاریں آپ کے سامنے گزری تھیں، یہاں آپ نے اپنی عربی تعلیم کا ابتدائی دور بھی گزارا تھا، وسط دور بھی اور اخیر زمانہ بھی، اس کے ذرے ذرے سے آپ کو محبت تھی، اس لیے اسیری سے رہائی کے بعد اپنے گھر میں اجنبی بن کر رہنا کیسے گوارا ہوتا، مجبوراً آپ نے دھڑکتے دل اور نمناک آنکھوں کے ساتھ اسے الوداع کہا اور گھر جانے کے لیے روانہ ہوئے''۔(۱)

حکیم محمد اسرائیل سلفی نے اپنی کتاب ''تراجم علمائے اہل حدیث میوات'' میں ایک جگہ اخبار اہل حدیث سے مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی کے تحریر کردہ ایک مضمون کا اقتباس نقل کیا ہے جسے یہاں درج کیا جارہا ہے؛ مولانا لکھتے ہیں:

''پولیس نے ہم پر تین قسم کے مقدمات دائر کیے تھے، ایک کیس کے متعلق تو ہمیں جیل میں بتایا گیا تھا کہ یہ خون کی ایسی شدید دفعہ ہے کہ اس میں ضمانت بھی نہیں ہوسکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کامل ایک ماہ کے بعد جب عدالت میں ہماری پیشی ہوئی تو الزامات کے عدم ثبوت کی بنا پر پہلی ہی پیشی پر مجسٹریٹ نے ہمیں بری کردیا۔ حاجی عبد الوہاب صاحب مہتمم مدرسہ رحمانیہ خود تو مع متعلقین پاکستان چلے گئے، مگر مقدمات کی پیروی کے لیے ان کے منشی عزیز احمد کچہری میں موجود تھے۔ وہیں کچہری میں ہمیں معلوم ہوا کہ ہم لوگوں کو آج سے چار روز پیشتر حافظ حمید اللہ صاحب کی چالیس ہزار روپے کی ضمانت پر رہا ہوجانا چاہیے تھا، یہ سیشن جج کے یہاں سے بڑی کوششوں کے بعد منظور کرائی جاسکی ہے،

(۱) اہل حدیث اور سیاست، مقدمہ، ص: ۱۹-۲۱۔

ضمانتی کاغذات اور چالانی فارم پر جو پتے درج تھے ان کے تھوڑے سے اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جیلر نے منظور نہیں کیا۔ اس وقت دہلی کے حالات اتنے خطرناک تھے کہ آج ان کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اس وقت میں ایسے مسلمان کا ساتھی بن جانا جس پر چھ انسانوں کے قتل کا الزام ہو یہ واقعہ جہاں ہمارے ساتھ حافظ صاحب کی پرخلوص محبت اور ہمدردی پر دلالت کرتا ہے وہاں ان کی زبردست جرأت ایمانی کا بھی پتہ دیتا ہے، یہ حافظ صاحب کا مجھ پر وہ احسان ہے جو میرے لیے ناقابل فراموش ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مخصوص عنایات سے نوازے، ان پر اپنی رحمتیں برسائے اور آخرت کی تمام مشکلات آسان کردے۔ آمین۔''(۱)

وطن واپسی کے بعد مولانا تقریباً ایک سال تک گھر رہے، اواخر ۱۹۴۸ء سے اواخر ۱۹۴۹ء تک دارالعلوم احمدیہ سلفیہ میں تدریسی خدمت انجام دی، جنوری ۱۹۵۰ء میں جامعہ رحمانیہ بنارس تشریف لائے اور اخیر عمر تک اسی سے متعلق رہے، اور ۳۰؍مئی ۱۹۶۵ء اس عالم فانی کو خیرباد کہہ گئے۔(۲)

(۴) شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی مبارکپوری (۱۳۲۷ھ-۱۴۱۴ھ)

آپ ممتاز عالم دین صاحب سیرۃ البخاری علامہ عبد السلام مبارکپوری کے صاحبزادے ہیں، مدرسہ عالیہ مئو، مدرسہ سراج العلوم بونڈھیار اور دارالحدیث رحمانیہ میں اپنے والد محترم کی نگرانی میں تعلیم حاصل کی، مولانا عبد السلام صاحب نے ان تینوں مدرسوں میں تدریسی خدمات انجام دیں اور ۱۹۲۴ء=۱۳۴۲ھ میں دہلی میں گھنٹہ گھر کے سامنے ایک بے لگام گھوڑے سے دب کر فوت ہوگئے۔

شیخ صاحب ۱۹۲۳ء=۱۳۴۱ھ میں اپنے والد محترم کے ساتھ رحمانیہ آئے اور چوتھی جماعت میں داخل ہوئے، آپ کے خاص اساتذہ میں مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی، مولانا

(۱) تراجم علمائے اہل حدیث میوات، از حکیم محمد اسرائیل سلفی ص: ۵۸-۵۹ (حاشیہ) بحوالہ: اخبار اہل حدیث، دہلی، ج۱، نمبر۳، ص:۶۔

(۲) تراجم علمائے حدیث ہند، ص ۴۱۱-۴۱۲، اہل حدیث اور سیاست، مقدمہ، جھو مخلصۃ، ص: ۲۵۵-۲۵۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلام یحییٰ کانپوری، مولانا ابوطاہر بہاری، مولانا عبدالوہاب آروی رحمہم اللہ ہیں، ایام تعطیل میں گھر پر علامہ عبدالرحمٰن صاحب تحفۃ الاحوذی سے درس لیا اور سند اجازہ حاصل کیا، رحمانیہ سے ۱۳۴۵ھ = ۱۹۲۷ء میں آپ کی فراغت ہوئی اور اسی سال وہاں کے مدرس مقرر ہوگئے، اور ۱۹۴۷ء میں مدرسہ کے بند ہونے تک مسلسل ۱۸/سال حدیث ودیگر فنون کا درس دیتے رہے، درمیان میں تحفۃ الاحوذی کی تکمیل میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری کی معاونت کے لیے دوسال ان کے ساتھ دارالحدیث ہی کی تنخواہ پر کام کیا، پھر تدریس کے لیے واپس آگئے، ۱۹۳۸ء میں شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتاپ گڈھی کے رحمانیہ سے مستعفی ہوجانے کے بعد سے آپ ہی وہاں کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے، آپ مدرسہ میں فتوی نویسی کا کام بھی کرتے تھے، اور مدرسہ سے شائع ہونے والے رسالہ محدث میں بھی تعاون کرتے تھے۔(۱)

دارالحدیث رحمانیہ کے بعد کسی اور ادارہ میں آپ نے درس وتدریس کا کام نہ کیا، بلکہ گھر پر یکسوئی کے ساتھ مشکاۃ کا حاشیہ مرتب کرنا شروع کیا، جو بعد میں اس کتاب کی لاثانی عربی شرح قرار پائی، جسے مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح کے نام سے جانا جاتا ہے، اردو میں کچھ اصلاحی رسائل بھی آپ کے شائع ہوئے، آپ کی وفات کے بعد آپ کے خطوط کے متعدد مجموعے منظر عام پر آئے جو بڑی قیمتی علمی وتاریخی معلومات پر مشتمل ہیں، آپ کے فتاوی کی اشاعت کا کام بھی شروع ہو چکا ہے، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام دو جلدیں شائع ہوئی ہیں، امید ہے کہ بقیہ جلدیں بھی جلد شائع ہوجائیں گی۔

آپ کے زہد وتقوی، بلندی اخلاق اور تواضع وانکساری کے بارے میں کچھ رقم کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، محدث بنارس کے شیخ الحدیث نمبر (جنوری، فروری ۱۹۹۷ء) اور دیگر رسائل وجرائد کی طرف اس سلسلے میں تفصیل کے لیے رجوع کیا

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند: ۴۰۷-۴۰۸، جھود مخلصۃ، ص: ۲۵۸-۴۰۸، ماہنامہ محدث بنارس، شیخ الحدیث نمبر (جنوری، فروری ۱۹۹۷ء)

جاسکتا ہے۔(۱)

رحمانیہ میں آپ کے زیر درس کتابیں:

فن حدیث سے شیخ صاحب کا لگاؤ اظہر من الشمّس ہے، اس فن کی تدریس اور دیگر ذرائع سے آپ نے جو خدمت کی وہ محتاج بیان نہیں، حدیث کے ساتھ دوسرے فنون سے بھی آپ کی دلچسپی اور ان میں آپ کی مہارت کم نہ تھی، مرعاۃ کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت کو بہتر طریقے سے جانتے ہیں، دارالحدیث رحمانیہ میں آپ کی تدریس سے متعلق جو معلومات میسر ہوئیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ۱۸/سال کی تدریسی مدت میں حدیث واصول حدیث کے علاوہ فقہ، اصول فقہ، اور نحو وصرف وغیرہ علوم وفنون کا درس دیا، حدیث میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داود، موطأ امام مالک اور بلوغ المرام، فقہ میں شرح وقایہ اولین، اور نحو میں شرح جامی کی تدریس کا آپ کے تذکرے میں ذکر ملتا ہے، جس سے اندازہ لگتا ہے کہ آپ تدریسی میدان میں علوم عالیہ کے ساتھ علوم آلیہ سے بھی مربوط تھے۔

درس کی تیاری اور طریقۂ درس:

شیخ صاحب درس کے لیے پوری طرح تیار ہوکر جایا کرتے تھے، اور اس سلسلے میں اپنی جسمانی کمزوری کی پرواہ کیے بغیر غیر معمولی محنت کرتے تھے، مولانا عبدالحکیم صاحب فیضی آپ کا بیان نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''......رات کو مطالعہ میں اس طرح ڈوب جاتے کہ فجر کی اذان ہوجاتی تھی اور پھر نماز فجر کے بعد فورا درس بخاری شریف دینا رہتا، اس لیے سونے کے لیے کبھی موقع نہیں ملتا تھا، رات میں دوران مطالعہ بہت سے اشارے اپنی ہتھیلیوں پر لکھ لیتا تھا اور فورا نماز کے بعد درس دینا شروع کرتا تھا، اب سوچتا ہوں تو خود تعجب ہوتا ہے کہ اتنے کام کیسے انجام دیتا

(۱) راقم نے شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات پر عربی زبان میں تفصیل سے لکھنا شروع کیا تھا، مجلّہ صوت الأمۃ (بنارس) میں نومبر ۲۰۰۸ء تا جون ۲۰۰۹ء کل آٹھ قسطیں شائع ہوئیں، اللہ تعالی اس کی تکمیل کی توفیق دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا..''۔(۱)

ظاہر بات ہے کہ مدرسہ کا وقت شروع ہونے سے پہلے ہی آپ کا درس شروع ہوتا تھا یعنی بعد نماز فجر فورا، وہ محض اس لیے کہ کتاب کے لیے مختص گھنٹیوں کا وقت آپ کے لیے ناکافی رہتا تھا، اس لیے آپ پورے بسط وتحقیق کے ساتھ درس دینے کے لیے خارجی اوقات میں پڑھاتے تھے۔

شیخ صاحب تدریس کے لیے مطالعہ، فتوی نویسی اور دیگر علمی مشاغل میں اپنا سارا وقت لگاتے تھے، دہلی میں ۲۲-۲۳ سال تک قیام کرنے کے باوجود وہاں کے لوگوں سے آپ نے راہ ورسم اور تعلقات بنانے کی کوشش نہ کی۔

شیخ صاحب کے شاگرد مولانا عبدالغفار حسن رحمانی آپ کے درس وتدریس سے متعلق فرماتے ہیں:

''استاد محترم سے راقم الحروف نے دوسرے سال میں بلوغ المرام اور ساتویں سال میں موطا امام مالک کے اسباق پڑھے، نیز شرح جامی کا بھی کچھ حصہ ان کے پاس زیر درس رہا، مولانا موصوف تدریس کے لیے پوری طرح تیار ہوکر آتے تھے، بلوغ المرام پڑھاتے ہوئے اس کی مشہور شرح سبل السلام اور دوسرے اہم حواشی یا ان کے خلاصے بلوغ المرام کے حاشیے پر تحریر فرمایا کرتے تھے، اسی طرح موطا امام مالک پڑھاتے ہوئے ان کا ذوق حدیث اور بھی بڑھ گیا، وہ موطا کی تمام شروح مثلا زرقانی، مسوی (عربی) مصفی (فارسی) تالیف شاہ ولی اللہ صاحب، اسی طرح دوسری شروح کا خوب مطالعہ کرتے اور موطا کے حاشیے پر اہم نقاط تحریر فرماتے، افسوس ہے کہ اس زمانے میں قلم بند کرنے کا رواج نہ تھا اور نہ ہی کیسٹیں دستیاب تھیں، اس لیے ساری اہم معلومات فضا میں منتشر ہوگئیں، لیکن اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ راقم الحروف نے بعد میں مختلف مدارس خصوصا جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں حدیث پڑھاتے ہوئے استاد محترم کا طریقہ اپنایا...... یہ ضروری نہیں ہے کہ استاد جو کچھ بھی

(۱) ماہنامہ محدث بنارس، شیخ الحدیث نمبر (جنوری، فروری ۱۹۹۷ء) ص:۲۳۱۔

مطالعہ کرے یا تحریری طور پر منضبط کرے وہ سب کا سب طلبہ کے سامنے بیان کردے بلکہ بیان حسب ضرورت ہوتا ہے لیکن تحریر سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ایک مسئلے کے بارے میں مختلف دلائل اور مواد یکجا مل جاتا ہے (حوالوں کے ساتھ ساتھ) بہرحال یہ بات ضمنا آ گئی ہے اصل بات یہ ہے کہ مولانا عبیداللہ صاحب مبارکپوری شیخ الحدیث کا طریقہ تدریس نہایت ہی مؤثر اور دل کش ہوتا تھا، آواز بہت پست ہوتی تھی لیکن مٹھاس میں ڈوبی ہوئی اور شفقت سے بھرپور......''۔(۱)

ایک دوسرے مقام پر مولانا عبدالغفار حسن رحمانی فرماتے ہیں:

''میرے اساتذہ میں ایک الشیخ عبیداللہ مبارکپوری بھی تھے، یہ مشکاۃ المصابیح کی مشہور شرح مرعاۃ المفاتیح کے مؤلف ہیں، ان کے پاس میں نے بلوغ المرام مکمل اور آخری سال میں موطأ امام مالک اور نحو کی کچھ کتابیں پڑھیں، وہ نہایت باریک خط میں بلوغ المرام پر حاشیہ لکھا کرتے تھے جو احادیث کی شرح کے ساتھ جرح وتعدیل اور تخریج وتحقیق اور ظاہری تعارض کے حل پر مشتمل ہوتا، بعض اوقات راویوں کے احوال کے بارے میں بحث کیا کرتے۔

مولانا مبارکپوری فن حدیث میں بڑی وسیع معلومات رکھتے تھے، بڑی محنت، عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے، جسمانی کمزوری کے باوجود بڑے مطالعہ اور تحقیق کے ساتھ درس دیا کرتے تھے، طلبہ کو نقلی اور عقلی دلائل دے کر سبق ذہن نشین کراتے، بڑی مفید علمی معلومات جمع کرکے لاتے، مگر افسوس کہ اس وقت ان معلومات کو جمع نہ کیا جاسکا''۔

اس کے بعد مولانا عبدالغفار حسن شیخ صاحب کے طریقۂ تدریس کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے طالب علم کتاب سے تین حدیث پڑھتا، پھر استاذ محترم حدیث کی تخریج کرتے، پھر سند حدیث پر بحث ہوتی، اور پھر شرح حدیث، اور اگر حدیث میں کوئی

(۱) الاعتصام لاہور، ۴؍نومبر ۱۹۹۴ء، ص ۲۰-۲۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہری تعارض یا مختلف فیہ مسئلہ ہوتا وہ بیان ہوتا، اور آخر میں جو مسئلہ اقرب الی الحق یعنی حق کے قریب ہوتا وہ بیان کیا جاتا، یہ تھا ان کا انداز تدریس''۔

اس سوال پر کہ کیا شیخ صاحب پڑھاتے ہوئے اپنے حافظے سے کام لیتے تھے یا کسی کتاب سے مدد لیتے؟ مولانا عبدالغفار حسن فرماتے ہیں:

''اکثر و بیشتر اپنے حافظے سے مدد لیا کرتے تھے اور بعض اوقات ان حواشی سے بھی جو انہوں نے کتاب کے کناروں پر خود تحریر کیا ہوتا ان سے بھی رجوع کرتے......''۔(۱)

مولانا عبدالغفار حسن شیخ صاحب کی وفات پر مولانا عبدالرحمٰن بن شیخ الحدیث کے نام اپنے تعزیتی خط میں ان الفاظ میں آپ کے طریقۂ درس پر روشنی ڈالتے ہیں:

''......مولانا مرحوم کا انداز تدریس ایسا تھا کہ جیسے پرسکون سمندر میں ہلکی ہلکی لہریں اٹھتی اور ابھرتی ہیں، یعنی پرجوش خطابت کے بجائے پرلطف انداز میں تفہیم کا پہلو ہوتا تھا، جیسے کسی سے خوشگوار انداز میں گفتگو کر رہے ہیں، اور تدریس کا انداز دھیما تھا اور پروقار اور پرتاثیر، جس وقت میں ۲۶ء میں دارالحدیث رحمانیہ میں داخل ہوا تو مولانا مرحوم آٹھویں سال (آخری سال) میں زیر تعلیم تھے، حدیث کی دونوں کتابیں (بلوغ المرام وموطأ) انہوں نے بڑی محنت اور کاوش سے پڑھائیں، دونوں کتابوں پر حواشی باریک خط میں ان کی علمی یادگار کے طور پر آپ کے پاس موجود ہوں گے، ان کو محفوظ رکھیے......''۔(۲)

جناب محمد مرتضیٰ صاحب (صاحب گنج، بہار) حضرت شیخ الحدیث کی تدریس کے بارے میں اپنے تعزیتی خط میں لکھتے ہیں:

''شیخ الشیوخ حضرت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی تدریسی خدمت بے لوث تھی، اور آپ کا بیان مختصر اور عام فہم ہوتا تھا، ساتھ ہی ساتھ مذہبی اختلافات کو مدلل بسط وتفصیل کے ساتھ ذکر فرماتے تھے، حل عبارت کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی مثلاً علم صرف، نحو، علم معانی، بیان، علم تفسیر وغیرہ کو بقدر ضرورت زیر مطالعہ رکھتے تھے تاکہ حدیث کا مطلب بیان کرنے میں کوئی گوشہ تشنہ نہ رہے، بنابریں آپ کی درسگاہ میں طلبہ کی بہت بھیڑ

(۱) صراط مستقیم، برمنگھم، نومبر، دسمبر ۱۹۹۸ء، ص: ۱۵۔

(۲) ماہنامہ محدث بنارس، شیخ الحدیث نمبر، ص: ۳۰۔

ہوتی تھی، مدرسہ رحمانیہ کے علاوہ دیگر مدارس سے بھی لڑکے بخاری شریف، ابوداود شریف، ترمذی شریف کے سبق میں حاضر ہوتے تھے، حتی کہ بعض مدارس کے صدر المدرسین، شیخ الحدیث بھی آپ کے درس میں آتے تھے، آپ کے یہاں سے فارغ شدہ عالم کو دوسروں پر فوقیت دی جاتی تھی۔

جو کتابیں آپ کے زیر مطالعہ ہوتی تھیں ان میں بین السطور بھی سیاہ پائے گئے، خصوصاً بخاری شریف، ابوداود شریف، ترمذی شریف، موطأ امام مالک، یہ کتابیں جب جامعہ ملیہ بھیجی جا رہی تھیں تو انہیں دیکھ کر آنکھوں سے آنسو جاری ہوگیا''۔(۱)

دارالحدیث رحمانیہ سے شائع ہونے والے رسالہ محدث کے ایک شمارے میں وہاں کے طلبہ شیخ صاحب کے درس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جن طلبہ نے آپ کے پاس حدیث کی کتابیں پڑھیں وہ ہمیشہ آپ کی تعریفیں کرتے رہے اور آپ کی محدثانہ روش کے عاشق زار رہے، خوش قسمتی سے امسال ہماری بخاری شریف اور ترمذی شریف وغیرہ اہم کتب احادیث آپ ہی کے پاس ہیں، مولانا احمد اللہ صاحب پرتاپ گڑھی یہاں سے مستعفی ہوگئے ہیں، لیکن بخدا ہمیں تو اب ان کتابوں کو مولانا عبیداللہ صاحب کے پاس پڑھنے میں وہ لطف حاصل ہو رہا ہے کہ ہم بیان نہیں کرسکتے، علمی تحقیق، نکات حدیث، تطبیق احادیث، شرح احادیث اور ادق فنون حدیث میں جو خداداد ملکہ آپ کو ہے اس زمانہ میں بہت کم کسی کو ہوگا، پڑھاتے وقت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ایک دریا موجیں مار رہا ہے، آپ کی وسیع معلومات و غیر معمولی قابلیت نے ہمارے دلوں پر سکہ جما لیا ہے، یقیناً اس جامع عظیم درسگاہ کے لیے ایسے ہی لائق و فائق شیخ الحدیث کی ضرورت بھی تھی''۔(۲)

شیخ صاحب کے تلامذہ کے علاوہ دوسرے قدردانوں نے بھی آپ کے طریقۂ درس کو سراہا ہے، چنانچہ مولانا ابویحییٰ خاں نوشہروی لکھتے ہیں:

(۱) ماہنامہ محدث: شیخ الحدیث نمبر، ص: ۷۸

(۲) رسالہ محدث دہلی: فروری ۱۹۳۸ء، ص: ۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''......مولوی عبید اللہ صاحب (مدرس دارالحدیث رحمانیہ دہلی) جن کے تفقہ فی الحدیث کا اس نوعمری میں یہ عالم ہے کہ جب درس حدیث پر بیٹھتے ہیں تو سند و متن دونوں کے عقدے کھول کر رکھ دیتے ہیں، یعنی کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا اور فقاہت حدیث کے راز ہائے سربستہ آشکارا کرتے جاتے ہیں......''۔(۱)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی شیخ صاحب کی وفات پر اپنے تعزیتی خطاب میں لکھتے ہیں:

''جب مولانا دہلی میں تدریس حدیث کے مبارک مشغلہ میں مشغول تھے تو درس میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، اس درس کو سن کر بہت مسرت ہوئی اور مرحوم کی فضیلت علمی و وسعت نظر اور فن پر عبور کا اندازہ ہوا، وہ ہمارے ساتھ ایک مرتبہ نظام الدین کے تبلیغی مرکز میں بھی تشریف لے گئے اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے بھی ملاقات کی''۔(۲)

اللہ رب العزت شیخ صاحب کو غریق رحمت کرے اور درس و تدریس سے وابستہ حضرات کے لیے مذکورہ بالا حقائق کو درس عبرت بنائے، آمین۔

(۵) مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی (۱۹۱۰-۱۹۹۹ء)

مولانا کی تعلیم جامعہ سراج العلوم جھنڈا نگر، جامعہ رحمانیہ بنارس اور مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں ہوئی، رحمانیہ دہلی میں آپ نے ساتویں اور آٹھویں جماعتیں پڑھیں اور ۱۹۳۲ء میں فارغ ہوئے، آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ پرتاپ گڑھی، تلمیذ رشید علامہ سید نذیر حسین دہلوی، شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری، مولانا نذیر احمد املوی رحمانی وغیرہم سرفہرست ہیں، آپ خطیب الہند اور خطیب الاسلام کے لقب سے ملقب تھے، متعدد مفید کتابیں تصنیف فرمائیں، اور ایک عرصہ تک درس و تدریس سے بھی منسلک رہے۔

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۴۰۸۔ (۲) ماہنامہ محدث، بنارس: شیخ الحدیث نمبر، ص ۲۱۔

دارالحدیث رحمانیہ سے فراغت کے بعد ذمہ داران مدرسہ نے آپ کی علمی استعداد کو دیکھتے ہوئے آپ کو مدرسہ میں مدرس مقرر کرلیا، جہاں آپ نے ایک سال تدریسی خدمت انجام دی، مگر کچھ نامساعد حالات کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور آپ مستعفی ہوکر گھر چلے آئے، مولانا اپنی تدریس کے بارے میں خود لکھتے ہیں:

''میری تعلیم و تدریس کا زمانہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے شروع ہوا، میں وہاں سے ۲۲/ برس کی عمر میں فارغ ہوا، اور معا بعد ۲۳/ برس کی عمر میں اسی میں مدرس مقرر ہوگیا، اس وقت میری تنخواہ تیس روپئے ماہوار تھی، اس زمانے میں بڑے بڑے علما کی بھی تنخواہ سو روپئے سے زائد نہ تھی، میں نے اس زمانہ میں پانچ گھنٹیاں جماعت خامسہ تک لی تھیں..''۔(۱)

ایک جگہ مولانا رحمانی اپنے درس کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میں جو درس دیتا تھا مکمل طور پر آنے والے سات دن کے اسباق کا مطالعہ کرلیتا تھا کہ ممکن ہے آگے آنے والی کوئی چیز ایسی ہو جس کا کچھ تعلق ماسبق سے ہو......''۔(۲)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

''میری تدریس کا یہ قاعدہ تھا کہ شرح عقائد کا مطالعہ کرتا اور سات دن تک آگے آنے والے اسباق پر نظر ڈال لیتا اور شرح عقائد کی شرح خیالی کو پڑھتا، پھر ملا افغانی کی شرح رمضان آفندی پڑھتا، اس طرح بسط و تفصیل سے میں سبق پڑھاتا کہ سارے طلبہ مطمئن ہوکر اٹھتے..''۔(۳)

اور مولانا کا یہ بیان بھی سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ:

''میرے پڑھانے کے زمانے میں مولانا عبدالسلام صاحب درانی کا انتقال ہوچکا تھا، ان کی جگہ پر سو روپیہ ماہوار کئی ولایتی مولانا یکے بعد دیگرے آئے، ایک ولایتی مولانا آئے طلبہ نے ان کی شکایت کی وہ چلے گئے، دوسرے آئے طلبہ نے ان کی بھی شکایت کی حتی کہ تیسری جماعت کے بچوں نے بھی ان کی شکایت کی، کہ کتاب سمجھ میں نہیں آتی

(۱) ماہنامہ السراج، جھنڈا نگر، مئی-اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص: ۴۱۰۔
(۲) ایضا، ص: ۴۳۴۔ (۳) ایضا، ص: ۴۱۰-۴۱۱۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس لیے حضرت میاں صاحب ناظم جامعہ رحمانیہ کو یہ خیال ہوا کہ تیسری جماعت تک کے طلبہ بڑے بڑے مولانا کی شکایت کرتے ہیں تو عبدالرؤف کیسے پانچویں جماعت کے طلبہ کو پڑھا سکتا ہے، تو انہوں نے بطور خود پنجابی طلبہ کو بلایا اور کہا کہ عبدالرؤف کے یہاں کتاب سمجھ میں آتی ہے؟ تو لڑکوں نے کہا ہاں آتی ہے، پھر بنگالی اور مدراسی طلبہ کو بلایا اور پوچھا کہ عبدالرؤف کے یہاں کتاب سمجھ میں آتی ہے؟ لڑکوں نے جواب دیا کہ خوب اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے، مولانا عبدالجلیل نے کہا کہ مولانا عبدالرؤف کے یہاں کتاب اس طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر چاہوں تو من وعن فوراً بیان کردوں۔ اس واقعہ کو خود مولانا عبدالجلیل صاحب نے آکر مجھ سے بیان کیا، انہوں نے یہ خبر سنا کر میرے دل کو خوش کر دیا"۔(۱)

(۶) مولانا ابوعبداللہ محمد بن یوسف سورتی (۱۳۰۷-۱۳۶۱ھ)

سامرود میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم سامرود اور ممبئی میں حاصل کی، ۱۳۲۵ھ میں دہلی آئے اور مدرسہ نذیر حسین دہلوی میں داخلہ لے کر میاں صاحب کے پوتے مولانا عبد السلام دہلوی سے حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کی، آپ نے سورت سے دہلی کا سفر پیدل طے کیا، دہلی میں دیگر اساتذہ مثلاً مولانا محمد بن عبداللہ جونا گڈھی، مولانا شرف الدین محدث دہلوی، مولانا عبدالوہاب ملتانی وغیرہ سے جملہ علوم وفنون کی تکمیل کی، اس کے بعد حیدرآباد دکن اور رامپور میں بھی تعلیم حاصل کی، آخر میں ندوہ میں بھی پڑھا، دوران تعلیم دہلی پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے کتابیں ہاتھ سے نقل کرکے اسٹریٹ لائٹ میں کھڑے ہوکر پڑھتے اور پورا دن سڑک کے سایہ دار درختوں کے نیچے مطالعہ میں گزرتا، علم وادب، رجال وانساب وغیرہ میں آپ کا مرتبہ بڑا اونچا تھا، صرف تین ماہ میں قرآن حفظ کیا تھا۔

جامعہ ملیہ سے تدریس کا آغاز کیا، پھر دارالحدیث رحمانیہ دہلی، جامعہ رحمانیہ بنارس، جامعہ علی گڑھ، جامعہ اعظم بلی ماران دہلی، دارالحدیث ممبئی وغیرہ میں وقفہ وقفہ سے تدریسی

(۱) ماہنامہ محدث بنارس: جون ۱۹۹۹ء، ماہنامہ السراج، خطیب الاسلام نمبر ص: ۲۲۹-۲۳۰۔

فریضہ انجام دیا، عالم باعمل اور غیور اہل حدیث تھے۔(۱)

مولانا نے تقریباً نصف سال دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں درس دیا، ادارہ کے ذمہ داران نے آپ کی بے پناہ صلاحیتوں اور علم وعمل دونوں میں آپ کے تفرد وامتیاز کو دیکھ کر مدرس مقرر کیا، مگر افسوس آپ زیادہ دن یہاں نہ رہ سکے اور مستعفی ہوکر چلے گئے۔

آپ کے ایک تذکرہ نگار مولانا شاکر گیاوی لکھتے ہیں:

"دہلی مدرسہ رحمانیہ میں علی گڑھ یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ سے دل برداشتہ ہوکر مولانا محمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسی اختیار فرمائی، نہایت طلیق اور طلبہ پر شفیق بزرگ تھے اور انتہائی غیور بھی۔

ان کی خدمت میں خواجہ عبدالحئی فاروقی، حافظ اسلم جیراجپوری، مولانا قصوری وغیرہم اکثر استفادہ کے لیے تشریف لاتے تھے.."۔(۲)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی فرماتے ہیں:

"مدرسہ رحمانیہ میں میرے دوسرے استاذ مشہور ادیب اور جید عالم دین اور عربی زبان کے ماہر الشیخ محمد السورتی تھے، عربی ادب کی مشہور کتاب "ازہار العرب" ان ہی کی تالیف کردہ ہے، ان کے پاس ہم نے جامع الترمذی کی دوسری جلد اور صحیح مسلم کا کچھ حصہ اور شرح نخبۃ الفکر کا کچھ حصہ اور عربی زبان وادب کی بعض کتابیں پڑھیں، مگر یہ چھ ماہ بعد ہی ناظم مدرسہ سے اختلافات کی وجہ سے دوسری جگہ منتقل ہوگئے"۔(۳)

ایک دوسرے مقام پر سورتی صاحب کے بارے میں مولانا مزید تفصیلات یوں بیان کررہے ہیں:

مولانا موصوف رحمانیہ میں آنے سے پہلے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں دینی علوم کے

(۱) موصوف سے متعلق تفصیلات کے لیے درج ذیل مراجع کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے: نزہۃ الخواطر ج ۸، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ: ستمبر ۱۹۴۹ء، مقدمہ کتاب ازھار العرب، طبع جامعہ سلفیہ، ہندوپاک میں عربی ادب، جھود مخلصۃ، تراجم علمائے اہل حدیث وغیرہ۔

(۲) ماہنامہ محدث بنارس، مئی ۱۹۹۲ء۔ (۳) ماہنامہ صراط مستقیم، برمنگھم: نومبر-دسمبر ۱۹۹۸ء، ص: ۱۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاذ تھے، حافظہ بڑا قوی تھا، عربی ادب کا ذوق بے پایاں تھا، ہندوستان میں عربی ادب کے لحاظ سے دو نمایاں شخصیتیں گزری ہیں: (۱) مولانا محمد سورتی مرحوم (۲) مولانا عبدالعزیز میمن، جو میرے جد محترم کے شاگرد تھے، مولانا محمد سورتی مرحوم عربی ذوق، عربی ادب کی مہارت کے ساتھ ساتھ عربوں کا سا مزاج بھی رکھتے تھے، نماز باجماعت اور دوسری سنن کا بڑا اہتمام کرتے تھے، بڑے فراخ دل اور فیاض تھے، ان کے تین صاحبزادے تھے، عبداللہ، محمد طاہر، محمد طیب، بڑے عبداللہ تھے، جن کی عمر اس وقت دس گیارہ سال ہوگی، مولانا کی عادت تھی کہ جب بھی فجر کی نماز میں آتے تینوں کو ساتھ لاتے تھے اور خود بڑے اہتمام کے ساتھ صبح کی نماز کی امامت فرماتے، قرآن مجید پڑھنے کا انداز بھی نہایت دل کش اور پرسوز تھا، مولانا کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت سے غافل نہیں رہتے تھے، انہوں نے اپنی زندگی میں پوری کوشش کی کہ ان کی اولاد غلط راستے پر نہ جائے۔ ایک خاص بات کہ وہ پانچوں نمازیں باجماعت ادا کرتے تھے، اور اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے کر آتے تھے۔ آج کل عام طور پر یہ حال ہے کہ اکثر اہل علم خود تو نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، لیکن اولاد کی دینی تربیت سے غافل ہیں۔ مولانا کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ وہ انکار منکر کے بارے میں بڑے بے باک تھے، اور اغنیاء اور امراء کے مقابلے میں اہل علم کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ شیخ عطاء الرحمٰن صاحب (مہتمم مدرسہ رحمانیہ دہلی) اپنی عادت کے مطابق مدرسہ رحمانیہ کی ڈیوڑھی میں چارپائی پر بیٹھے تھے، اور اس کے ساتھ دوسری چارپائی پر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری اور مولانا محمد سورتی تشریف فرما تھے، مولانا سورتی مرحوم دونوں کے درمیان میں تھے، اس مجلس میں شیخ عطاء الرحمٰن مدرسے کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور یہ دونوں حضرات ان کی گفتگو بڑی توجہ سے سن رہے تھے، شیخ عطاء الرحمٰن کی گفتگو جاری تھی کہ اچانک مولانا مبارکپوری نے مولانا سورتی کو مخاطب کرتے ہوئے کوئی علمی نقطہ بیان کرنا شروع کر دیا، تو میں نے دیکھا کہ مولانا سورتی نے فوراً اپنا چہرہ شیخ عطاء الرحمٰن کی طرف سے ہٹا کر مولانا مبارکپوری کی طرف پھیر لیا، اور انہوں نے اس

بات کی پرواہ نہ کی کہ ان کا یہ طرز عمل شیخ عطاء الرحمٰن کو ناگوار ہو سکتا ہے، اس لحاظ سے ان کی بے باکی مشہور تھی۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں کسی بڑے سے بڑے مال دار کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ مولانا مرحوم کے بارے میں شیخ عطاء الرحمٰن کو یہ باور کرایا گیا تھا کہ وہ علم حدیث اور اسماء الرجال کے ماہر ہیں، اس لیے ان کا تقرر بطور شیخ الحدیث کیا گیا تھا، اور ان کا مشاہرہ بھی (۱۵۰) روپئے تھا، جو اس زمانہ میں بڑی تنخواہ تھی، اس کے مقابلہ میں مولانا احمد اللہ صاحب کا مشاہرہ تقریباً سو (۱۰۰) روپے تھا اور میرے داخلے سے پہلے مولانا غلام یحیٰی کانپوری کا مشاہرہ (۱۲۵) روپئے تھا، باقی دوسرے مدرسین کی تنخواہیں (۶۰) یا (۷۰) روپئے سے زیادہ نہ تھیں۔ اس فرق کی وجہ یہ تھی کہ شیخ عطاء الرحمٰن صاحب کو اس زمانے کے اہل علم نے بتا دیا تھا کہ علم حدیث اور معقولات ایسے علوم ہیں جن کے لیے انتہائی فاضل، قابل اور متخصص اساتذہ ہونے چاہئیں، لیکن کسی نے ان کو یہ نہیں بتایا کہ علم حدیث کے ساتھ ساتھ تفسیر اور عربی ادب میں بھی اونچے درجے کے قابل استاذ رکھنے چاہئیں، مولانا محمد سورتی مرحوم عربی ادب اور اسماء الرجال کے حافظ تھے، اس میں کوئی ان کا ہم پلہ نظر نہیں آتا تھا، لیکن حدیث پڑھانا بڑی بات ہے اور خاص طور پر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تدریس، ان کتابوں کو وہی پڑھا سکتا ہے جس نے بار بار گہرا مطالعہ کیا ہو۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ اگر کسی نوجوان مدرس کو پہلی بار صحیح بخاری پڑھانے کے لیے دی جائے تو اس کو ایک دو سبق حدیث کے دیے جائیں، زیادہ اس پر بوجھ نہ ڈالا جائے تاکہ وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو اچھی طرح پڑھا سکے، اور طلبہ کو مطمئن کر سکے۔ لیکن جو استاذ پندرہ بیس سال سے متواتر پڑھا رہا ہو، خاص طور پر صحیح بخاری، تو اس کو مزید اسباق پڑھانے کے لیے دیے جائیں یعنی چھ سات اسباق۔

یہاں یہ معاملہ ہوا کہ مولانا محمد سورتی جامعہ ملیہ سے آئے تھے، وہاں کا نصاب بہت ہلکا تھا اور حدیث کی تعلیم کا معیار ابتدائی انداز کا تھا، اب رحمانیہ میں آ کر ان کو چار کتابیں دے دی گئیں، یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، جامع ترمذی اور اس کے ساتھ ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح نخبۃ الفکر اور ادب کی ایک کتاب ''مقامات حریری''، جہاں تک مقامات حریری کا تعلق تھا تو اس کے طلبہ بڑے خوش تھے کہ ادب پڑھنے میں اب مزہ آ رہا ہے، اور چونکہ مولانا سورتی کا تقرر وسط سال میں ہوا تھا، اسی لیے راقم الحروف کی جماعت نے ان کے پاس ترمذی کا اخیر حصہ پڑھا، جس میں فقہی مسائل کم ہیں، اس لیے ہمیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ لیکن جو طلبہ صحیحین پڑھنے والے تھے وہ مطمئن نہ تھے اور اس طرح ایک عجیب سی کش مکش پیدا ہوگئی۔ ظاہر بات ہے کہ جو طلبہ صحیحین مولانا احمد اللہ صاحب سے پڑھتے آ رہے تھے جو کہ تیس سال سے حدیث پڑھا رہے تھے، ان کے مقابلہ میں مولانا سورتی کی تدریس تسلی بخش نہیں ہوسکتی تھی۔ افسوس ہے کہ کسی نے مہتمم صاحب کو یہ نہیں بتایا کہ " لكل فن رجال " کے قاعدے کے مطابق مولانا سورتی کو عربی ادب اور زیادہ سے زیادہ کسی تفسیر کی تدریس کے لیے خاص کرلیا جائے اور اگر کوئی حدیث کی کتاب دی جائے تو صحیحین کے علاوہ صرف ایک کتاب ان کے سپرد کی جائے۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا۔

مولانا سورتی مرحوم نے اپنے تقرر کے بعد کتب خانے سے صحیحین کی تمام شروح مستعار حاصل کرلیں، لیکن ظاہر ہے کہ بڑی عمر میں ان شروح کا مطالعہ کرنا اور اس کے لیے کافی وقت نکالنا مشکل تھا۔

مولانا سورتی مرحوم عربوں کی طرح فیاضی میں بے مثال تھے، اسی لیے جو استاذ یا شاگرد ان کے پاس جاتا تو وہ اس کی خوب آؤ بھگت کرتے، جب ہماری جماعت نے جامع ترمذی ختم کی اور سب سے پہلے یہ موقع ہم ہی کو ملا کہ مولانا موصوف نے ہم سب طلبہ کی ترمذی ختم ہونے کی خوشی میں شاندار دعوت کی اور سب کچھ اپنے پاس سے خرچ کیا، اس سے پہلے جب کوئی حدیث یا تفسیر کی کتاب ختم ہوتی تو طلبہ چندہ جمع کر کے ضیافت کا اہتمام کرتے تھے، اساتذہ کی مالی شرکت اس میں نہیں ہوتی تھی، الا یہ کہ کوئی استاذ خود ہی اپنا حصہ ڈال دے۔ لیکن مولانا سورتی مرحوم نے ایک نئی سنت کی بنیاد ڈال دی، ساری ضیافت کا خرچ اپنے ذمہ لے لیا، اور طلبہ پر کچھ بھی بوجھ نہ ڈالا، اس کے نتیجہ میں دوسرے مدرسین کے

ساتھ تنافس کی شکل پیدا ہوگئی، اس کش مکش میں یہ سال ختم ہوا، اور مولانا محمد سورتی مرحوم کو جواب دے دیا گیا، جس سے ان طلبہ کو بڑا افسوس اور صدمہ ہوا جو حدیث کے ساتھ ساتھ عربی ادب کے بھی شائق تھے۔ ہمارے درس نظامی میں سب سے بڑی کمی یہ ہے کہ معقولات پر تو بہت زور دیا جاتا ہے لیکن تفسیر، ادب، تاریخ، جغرافیہ، حساب اور جدید مفید علوم کے بارے میں کوئی خاص اہتمام نہیں کیا جاتا۔ بہرحال سال کے آخری حصے میں طلبہ کی شکایت پر مہتمم صاحب نے صحیحین کے اسباق دوبارہ مولانا احمد اللہ صاحب کے حوالے کردیے اور اس طرح یہ قضیہ نامرضیہ ظاہری طور پر ختم ہوا۔

مولانا مرحوم کی عربی زبان دانی کا ایک واقعہ یہ سننے میں آیا ہے کہ جب وہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے حرم میں عربی زبان میں فصیح و بلیغ انداز میں توحید پر تقریریں کیں، لوگ حیران تھے کہ کس ملک کا انسان ہے کہ اتنی اچھی عربی بول رہا ہے، ایک مرتبہ تقریر کے بعد ایک عرب عالم نے ان سے دریافت کیا:

أنت من اليمن أو من الحجاز أو من أي بلد أنت؟

یعنی آپ کا مسکن کہاں ہے؟ آپ یمنی ہیں یا حجازی ہیں؟ یا کوئی دوسرا علاقہ ہے آپ کا؟''(۱)

کچھ دیگر اساتذہ

دارالحدیث رحمانیہ کے اساتذہ کرام کے تذکرہ وتعارف کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ذیل میں متعدد اساتذہ کا تذکرہ ان کے شاگرد رشید مولانا عبدالغفار حسن رحمانی علیہ الرحمۃ کے الفاظ میں کیا جا رہا ہے۔

(۷) مولانا کبیرالدین صاحب:

جس وقت میں رحمانیہ میں داخل ہوا تو مولانا موصوف چھٹے سال میں تھے، یعنی

(۱) الاعتصام لاہور: ۲۸/ اکتوبر ۱۹۹۴ء، ص: ۱۴-۱۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فارغ ہونے میں تین سال باقی تھے، فارغ ہونے کے بعد دارالحدیث رحمانیہ میں بطور مدرس ان کا تقرر ہوگیا۔ مولانا محترم کا تعلق مشرقی بنگال سے تھا، باوجود بنگالی ہونے کے اردو زبان بڑی روانی سے بولتے تھے، راقم الحروف نے ان سے سنن نسائی پڑھی ہے۔ بہت محنت سے پڑھاتے اور طلبہ کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے، لیکن رحمانیہ میں ان کے قیام کا زمانہ ایک سال سے زیادہ نہ رہا، مولانا موصوف رحمانیہ سے الگ ہونے کے بعد مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں عرصہ دراز تک دینی علوم کے استاذ رہے، مزید تفصیل معلوم نہیں ہوسکی کہ زندگی کے آخری دور میں ان کے کیا کیا مشاغل تھے اور کب وفات پائی۔ اتنا ضرور یاد ہے کہ لاہور میں منعقد ہونے والے ایک جلسہ میں مولانا کبیر الدین صاحب بھی تشریف لائے تھے اور ان کی تقریر سے سامعین محظوظ ہوئے تھے، یہ جلسہ لاہور موچی دروازہ میں ہوا تھا، کس سن میں آمد ہوئی یاد نہیں، اتنا یاد ہے کہ پاکستان بننے کے بعد تشریف لائے تھے۔

(۸-۹) مولانا محمد سلیمان مئوی اعظمی و مولانا عبدالرؤف صاحب بنگالی:

ان دونوں حضرات سے میں نے ابتدائی عربی کتابوں کی تعلیم حاصل کی، میزان منشعب، نحو میر وغیرہ۔

(۱۰) مولانا عبداللہ صاحب ندوی:

مولانا موصوف کا تقرر رحمانیہ میں اس وقت ہوا جب کہ میرا آخری تعلیمی سال تھا، مولانا موصوف کا عربی ادب کا ذوق بہت اچھا تھا، راقم الحروف نے ان سے دیوان حماسہ پڑھی، بہت اچھے انداز میں پڑھاتے تھے، اشعار کی تشریح کبھی عربی میں اور کبھی اردو میں کرتے، شاعری کا ذوق اور ملکہ بھی تھا، کبھی ترنم کے ساتھ اپنے اشعار سنایا کرتے تھے، شیخ عطاء الرحمٰن مہتمم مدرسہ بھی ان کی بہت قدر کرتے اور ان کے مشوروں پر عمل کرتے تھے، ان کے پاس اکثر عربی ادب کی کتابیں زیر تدریس تھیں۔

مولانا موصوف دارالعلوم ندوۃ العلماء کے فارغین میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے، ۱۹۵۲ء میں جب راقم الحروف اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ دعوتی دورے پر مشرقی

پاکستان ''مرحوم'' گیا تو استاذ محترم سے بنگشالی مسجد میں ملاقات ہوئی اور جمعہ کی نماز کے بعد مولانا محترم نے مجھے تقریر کا موقع دیا، اصل میں استاذ محترم نے مجھے خطبہ جمعہ کے لیے بلایا تھا، لیکن میں بروقت نہ پہنچ سکا، اس لیے بعد میں تقریر کا موقع ملا، بنگال کے مسلمانوں میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ دینی مواعظ بڑی توجہ سے سنتے ہیں، اگر نماز جمعہ کے بعد بھی کسی عالم کی تقریر کا اعلان ہوجائے تو حاضرین میں سے ایک فرد بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا ''مغربی پاکستان'' کی صورت حال اس سے مختلف ہے افسوس ہے کہ اس کے بعد ملاقات نہ ہوسکی، مولانا محترم استاذ مکرم، مولانا محمد جوناگڑھی مرحوم کے ہم زلف تھے۔

(۱۱) مولانا عبدالغفور صاحب، ضلع بستی:

مولانا موصوف ۱۹۳۳ء کے شروع میں رحمانیہ تشریف لائے، یہ میرا آخری تعلیمی سال تھا، یوں سمجھیے کہ مولانا عبداللہ ندوی اور مولانا عبدالغفور صاحب دونوں کی آمد کا سال ایک ہی تھا۔ مولانا موصوف نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی، ادبی ذوق اچھا تھا، عربی انشاء اور ترجمتین کے لیے ہماری جماعت ان سے استفادہ کرتی تھی۔ بڑے خوش اخلاق، متواضع اور طلبہ کے لیے مشفق و مربی استاذ تھے، افسوس ہے کہ ان سے زیادہ استفادے کا موقع نہ مل سکا، مولانا موصوف مولانا اعزاز علی مرحوم کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔

(۱۲) مولانا محمد شریف صاحب پشاوری:

ان سے ہماری جماعت نے حسب ذیل کتابیں پڑھیں: شرح وقایہ، قدوری، اور شرح تہذیب، شرح جامی، کافیہ شافیہ اور رشیدیہ جزوی طور پر، نیز محیط الدائرہ، قطبی۔ مولانا موصوف کے پڑھانے کا انداز اچھا تھا، طلبہ کے ساتھ اس طرح میل جول رکھتے تھے جیسے بڑے بھائی چھوٹے بھائیوں سے رکھتے ہیں۔ عام طور پر اساتذہ کم آمیز ہوتے ہیں، لیکن استاذ محترم اس کے برعکس تھے۔ حنفی ہونے کے باوجود کبھی انہوں نے ایسی بات نہیں کہی جس سے مذہبی تعصب کا پتہ چلتا ہو۔

ان کتابوں کے علاوہ مدرسہ رحمانیہ میں ترجمہ قرآن کی تدریس کا بھی اہتمام کیا جا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تا تھا، یہ ترجمہ قرآن مختلف کلاسوں میں متعدد اساتذہ پڑھایا کرتے تھے، ان میں سے ایک مولانا محمد شریف تھے۔

(۱۳) مولانا محمد داود راغب شاہجہاں پوری، ضلع میرٹھ:

مولانا موصوف سے میں نے ہدایۃ النحو، فصول اکبری اور اس قسم کی دوسری کتابیں پڑھی ہیں، بہت ہی ذہین اور قابل طلبہ میں شمار ہوتے تھے۔ رحمانیہ سے فارغ ہو کر وہیں پر مدرس ہوگئے تھے، تقریباً ایک سال انھوں نے پڑھایا۔ ان کی خصوصیت یہ تھی کہ انھوں نے رحمانیہ کا پورا نصاب چار سال میں ختم کر دیا، یعنی ہر سال دو کلاسوں کا امتحان دیا کرتے تھے، تحریری ملکہ بہت اچھا تھا، درس و تدریس میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ رحمانیہ سے الگ ہونے کے بعد عمر آباد ''دارالسلام'' میں بھی پڑھاتے رہے ہیں، پاکستان بننے کے بعد کراچی منتقل ہوگئے تھے، یہاں کراچی میں رہتے ہوئے انہوں نے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور ساتھ ہی حدیث کی اہم کتاب "منتقی الاخبار" اور اس کی مشہور شرح "نیل الاوطار" کا ترجمہ اردو میں کر ڈالا، شرح منتقی الاخبار کا یہ ترجمہ ابھی تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوسکا، دیکھیے کب اس کی باری آتی ہے، لیکن اول الذکر کتاب کا ترجمہ دارالدّعوۃ السّلفیہ لاہور نے شائع کر دیا ہے، اس ترجمہ کی اشاعت مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم کی حسنات میں شمار ہوگی، ان شاء اللہ۔ کراچی کے مشہور عالم قاری عبدالخالق صاحب ان کے داماد ہیں، قاری صاحب موصوف بھی رحمانیہ کے فارغین میں سے ہیں جو غالباً ۱۹۴۰ء میں فارغ ہوئے ہیں۔

مولانا محمد داود راغب رحمانی، مولانا حافظ محمد ابراہیم دہلوی کے ہم سبق اور گہرے دوست تھے، حافظ موصوف کی وفات کے بعد ان کی بیوہ سے مولانا داود موصوف نے شادی کر لی تھی، یہ رشتہ خوب کامیاب رہا۔(۱)

(۱۴) مولانا سکندر علی ہزاروی:

ان سے سبقاً سبقاً حسب ذیل کتب پڑھیں: صدرا، رسالہ میر زاہد، ہدایۃ: کتاب

(۱) الاعتصام لاہور: ۴ر نومبر ۱۹۹۴ء ص: ۱۸۔۲۰

البیوع، تفسیر بیضاوی: پارہ اوّل، توضیح وتلویح، مسلم الثبوت، حمد اللہ، تصدیقات: نصف اوّل۔ مولانا موصوف مشکل سے مشکل مباحث کے مسائل سمجھانے میں بڑی مہارت رکھتے تھے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے زیر بحث درس کا خلاصہ پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کرتے تھے اور اس کے بعد پھر عبارت پڑھاتے ہوئے تشریح کرتے جاتے تھے تفہیم کا یہ ملکہ خداداد تھا۔ طلبہ کے حق میں شفیق اور مہربان تھے، حنفیت میں بڑے پختہ تھے۔

(۱۵) مولانا عبدالسلام افغانی:

ان سے حسب ذیل کلی یا جزوی طور پر کتب پڑھی گئیں: حمد اللہ (بقیہ حصہ) شرح اشارات، بوعلی سینا: نصف اوّل، قاضی مبارک: تصورات نصف اوّل۔ استاذ موصوف معقولات کے ماہر شمار ہوتے تھے، دارالحدیث رحمانیہ میں آنے سے پہلے بدایوں میں استاذ معقولات تھے، ان کی اس شہرت کی بنا پر دارالحدیث رحمانیہ کے مہتمم عطاء الرحمٰن صاحب نے استاذ محترم مولانا نذیر احمد رحمہ اللہ کو ایک سال کے لیے ان کے پاس بھیجا تھا تا کہ معقولات کی تدریس میں مزید مہارت و گہرائی پیدا ہو اور ویسے بھی مولانا نذیر احمد رحمہ اللہ اپنے مزاج وشوق کے لحاظ سے معقولات سے شغف رکھتے تھے اور بڑے اچھے انداز سے مشکل مقامات کو حل کر دیا کرتے تھے، مولانا افغانی صاحب سلفی تو نہ تھے لیکن غیر مقلد تھے اور کچھ نہ کچھ اعتزال کا بھی چسکا تھا، لیکن بڑے خوش اخلاق اور متواضع انسان تھے اور معقولات میں قابلیت کے لحاظ سے بے مثال تھے، وہ فرمایا کرتے تھے میں نے حمد اللہ کی شرح عربی میں لکھی ہے جس کا نام الاسوۃ الحسنی ہے، لیکن یہ کتاب زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہوسکی، افسوس ہے کہ مولانا موصوف رحمانیہ میں ایک سال بھی نہ گزار سکے کہ ان کو ٹی۔ بی ہوگئی، آخر کار وہ اسی مرض میں چل بسے، مولانا شریف اللہ صاحب سواتی ان کے ہم زلف تھے۔

(۱۶) مولانا شریف اللہ صاحب سواتی:

مولانا عبدالسلام صاحب کے انتقال کے بعد مولانا سواتی معقولات پڑھانے کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے تشریف لایا کرتے تھے جو کتابیں ادھوری رہ گئیں ان کو مولانا سواتی صاحب نے مکمل کرایا، خاص طور پر اشارات اور قاضی مبارک، مولانا موصوف صبح سے ظہر تک مدرسہ فتح پوری میں معقولات پڑھایا کرتے تھے، اور ظہر کے بعد تدریس کے لیے مدرسہ رحمانیہ تشریف لایا کرتے تھے، عرصہ دراز سے پڑھاتے پڑھاتے منطق اور فلسفے کے مباحث ازبر ہو گئے تھے، وہ اس طرح پڑھاتے تھے گویا کہ کسی سے باتیں کر رہے ہیں، یعنی تقریر وخطابت کا انداز نہیں ہوتا تھا بلکہ بات چیت کا انداز ہوتا تھا، حنفیت میں متشدد نہ تھے۔(۱)

ہمارے استاذ مولانا محمد شریف سواتی مولانا ابوالاعلی مودودی کے بھی استاذ ہیں، پاکستان بننے کے بعد الجامعۃ السّلفیہ حیدر آباد میں بھی پڑھاتے رہے ہیں۔(۲)

(۱۷) مولانا خیر محمد صاحب جالندھری:

یہ بات واضح ہے کہ مولانا عبدالسلام کی بیماری کے دوران کچھ عرصہ مولانا موصوف نے بھی معقولات کے اسباق پڑھائے تھے، غالباً وہ دو تین ماہ سے زیادہ قیام نہیں کر سکے، ان کے زمانے کے دو واقعات سبق آموز ہیں:

(۱) ایک مرتبہ انھوں نے پڑھاتے ہوئے سوال کیا کہ لفظ اشیاء غیر منصرف کیوں ہے؟ ہمارے ایک ساتھی لقمان بنگالی نے جواب دیا کہ اس میں قلب ہے ''شیاء'' سے اشیاء معدول ہے۔ اس جواب سے استاذ محترم بہت خوش ہوئے۔

(۲) آخری تعلیمی سال میں فجر کی صلاۃ کی امامت میرے ذمہ تھی اور مولانا خیر محمد صاحب میری اقتدا میں صلاۃ ادا کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ میں کوئی لفظ بھول گیا تو مولانا نے مجھے لقمہ دیا جو میں نے فوراً قبول کر لیا، محترم مولانا مسجد میں کم آیا کرتے تھے، اس لیے درس کے علاوہ ان سے ملاقات کا موقع مشکل سے ہی ملتا تھا۔

(۱۸) مولانا عبدالرحمٰن صاحب نگرنہسوی بہاری:

(۱) الاعتصام لاہور: ۱۹/اگست ۱۹۹۴ء ص: ۱۶۔ (۲) صراط مستقیم برمنگھم: نومبر ۱۹۹۸ء ص: ۱۶

مولانا موصوف سے میں نے درج ذیل کتب پڑھیں:

مشکوۃ المصابیح دو سال میں مکمل، تاریخ الخلفاء، تفسیر جلالین نصف اوّل، مقامات حریری، دیوان متنبّی، سبعہ معلقہ، ترجمتین اور انشاء عربی، تلخیص المفتاح مکمل، مختصر المعانی۔

مولانا محترم کو تفہیم کا اچھا ملکہ حاصل تھا، اس انداز سے بلند آواز میں وضاحت فرماتے کہ بات دل کی گہرائیوں میں اتر جاتی، بہاری اہل علم کی گفتگو کا ایک خاص انداز ہے، بولتے وقت جھٹکا سا محسوس ہوتا ہے، لیکن کبھی آواز میں نرمی اور کبھی شدت، لیکن دونوں حالتوں میں لطافت پائی جاتی ہے۔ مولانا کا ادبی ذوق بہت اچھا تھا، اس لیے عام طور پر عربی ادب کی کتابیں وہ خود پڑھایا کرتے تھے، اگرچہ وہ اردو میں پڑھاتے تھے لیکن تشریح کرتے ہوئے ان کا ادبی ذوق نمایاں ہو جاتا تھا، ان کی زندگی بہت سادہ تھی، ان کے ساتھ ایک لڑکا جس کی عمر ۱۰ سال اور نام حمید تھا، رہتا تھا، باقی اہل وعیال وطن میں رہتے تھے، معلوم نہیں اب حمید کا کیا حال ہے؟(۱)

ایک دوسری جگہ مولانا عبدالغفار فرماتے ہیں: ''دارالحدیث رحمانیہ کے دیگر اساتذہ میں ایک مولانا عبدالرحمٰن بہاری الندوی بھی تھے، یہ پڑھانے میں اتنے ماہر تھے معلوم ہوتا تھا گویا پڑھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے، ان سے بھی میں نے کافی کتابیں پڑھیں .... مولانا کو اللہ کریم نے بڑی بلند اور پاٹ دار آواز سے نوازا تھا۔''(۲)

(۱۹) مولانا عبدالرزاق صاحب پشاوری:

یہ معقولات کے ماہر تھے ان سے راقم الحروف نے سلم العلوم کا کچھ حصہ اور اسی طرح تفسیر بیضاوی جزوی طور پر پڑھی تھی، استاذ محترم کا چہرہ پوری طرح دیکھنا نصیب نہیں ہوا، وہ سخت گرمی کے زمانہ میں بھی چہرے کا بہت کم حصہ کھولتے تھے، معلوم نہیں اس حجاب کی کیا وجہ تھی، تمام مشہور متون ان کو زبانی یاد تھے، مثلاً: تہذیب، سلم العلوم، تلخیص المفتاح، شافیہ اور کافیہ وغیرہ، جس طرح لوگ قرآن مجید حفظ کرتے ہیں اسی طرح انھوں نے بہت سے متون یاد کیے ہوئے تھے، ان کے لباس میں سادگی اور گفتگو میں روانی تھی، بہت زیادہ استفادہ کا

(۱) الاعتصام لاہور: ۱۹/اگست ۱۹۹۴ء ص: ۱۷۔ (۲) ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم: نومبر ۱۹۹۸ء ص: ۱۶۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موقع نہیں مل سکا۔(۱)

مولانا عبدالغفار اپنے ان ہی استاذ کے بارے میں ایک مقام پر فرماتے ہیں: ہمارے اساتذہ میں ایک استاذ پختون بھی تھے، پشتو زبان بولنے والے، یہ ہمارے استاذ محترم اگرچہ مذھباً حنفی تھے لیکن مذہبی تعصب سے پاک، اللہ رب العزت نے انہیں کمال کا حافظہ دے رکھا تھا، کتابوں کے متون انھیں زبانی یاد تھے، بغیر مطالعہ کے پڑھاتے، نص کتاب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہ پڑتی، ان میں ہم نے ایک عجیب بات دیکھی، انہوں نے ہمیں ایک سال پڑھایا.......(۲)

(۱)الاعتصام لاہور:۱۹/اگست ۱۹۹۴ء ص:۱۷۔

(۲)صراط مستقیم برمنگھم:نومبر۱۹۹۸ء ص:۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ کے زائرین

مدرسہ کی عظمت وشہرت اور نیک نامی کی وجہ سے ملک وبیرون ملک کے اکابر علماء، فضلا ومفکرین کا وہاں آنا جانا لگا رہتا تھا، بڑی بڑی نامور ہستیاں بصد شوق مدرسہ کی زیارت کرتیں، وہاں کے نظم وضبط، تعلیم وتربیت اور متعلقہ امور کا جائزہ لیتیں، عموماً ان مواقع پر مدرسہ کے ہال (دارالتذکیر) میں ان شخصیتوں کو استقبالیہ دیا جاتا، طلبہ اپنی علمی ودعوتی صلاحیتوں کا ان کے سامنے مظاہرہ کرتے اور ان کے نصائح اور مشوروں سے مستفید ہوتے۔ مدرسہ کی زیارت کرنے والی چند مایہ ناز ہستیوں کے اسمائے گرامی یہاں ذکر کیے جارہے ہیں:

۱- مولانا ابوالکلام آزاد — ۲- ڈاکٹر ذاکر حسین (سابق صدر جمہوریہ ہند)
۳- مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری — ۴- مولانا ثناءاللہ امرتسری
۵- مولانا محمد داود غزنوی — ۶- مولانا محمد اسماعیل غزنوی
۷- مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی — ۸- مولانا عبدالقادر قصوری
۹- مولانا سید عبداللہ بن عبداللہ غزنوی — ۱۰- مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی
۱۱- پروفیسر عبدالعزیز میمنی — ۱۲- پروفیسر سید ابوطلحہ
۱۳- جمال الدین پاشا غزی (مندوب حجاز)
۱۴- مولانا اعزاز علی (دارالعلوم دیوبند)
۱۵- مولانا فضل الرحمٰن باقی غازی پوری
۱۶- مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی — ۱۷- مولانا محمد صاحب جوناگڈھی
۱۸- شیخ شویل قاضی مدینہ — ۱۹- مولانا عبدالتواب علی گڑھی
۲۰- مولانا فضل حق خیرآبادی — ۲۱- خواجہ عبدالحی فاروقی

۲۲- مولانا اسلم جیراجپوری وغیرہم — ۲۳- شیخ خلیل عرب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض مہمانوں کی آمد اور استقبال کی کچھ تفصیلات بھی یہاں درج کردی جائیں جن سے مدرسہ کی سرگرمیوں کے کچھ پہلو بھی سامنے آجائیں گے۔

۱- مولانا ابوالکلام آزاد:

مولانا آزاد کی مدرسہ رحمانیہ میں آمد اور اس موقع سے منعقد ہونے والے پروگرام کا نقشہ کھینچتے ہوئے مولانا عبدالغفار حسن رحمانی لکھتے ہیں:

”۱۹۲۷ء میں مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ مرحوم مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لائے اور مدرسہ کے وسیع ہال (دارالتذکیر) میں دینی نظام تعلیم پر انتہائی معلومات افزا خطاب فرمایا...تقریر کے بعد مولانا کی چائے سے ضیافت کی گئی۔ اس موقع پر ان کی ملاقات ہمارے ایک ساتھی محمد عمر سے ہوئی جو پنجاب کا رہنے والا تھا اور کھدر پوش تھا، انہوں نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ میں نے بھی قریب ہوکر مصافحہ کیا اور کچھ سوال وجواب ہوئے۔ مولانا موصوف نے بڑی محبت سے طلبہ سے گفتگو کی اور ان سے حالات دریافت کیے۔“(۱)

۲- مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری:

مولانا عبدالرحمٰن صاحب اپنی تصنیف لطیف تحفۃ الاحوذی کی کتابت وطباعت کے سلسلے میں دہلی کا سفر کرتے رہتے تھے، ان ہی اسفار میں آپ کی آنکھ کا علاج وآپریشن بھی ہوا، دہلی میں مولانا کا قیام دارالحدیث رحمانیہ میں ہوا کرتا تھا، مدرسہ کے طلبہ واساتذہ کے بیچ مولانا کی موجودگی غنیمت مانی جاتی اور ان کے علوم وتجربات سے استفادہ کی کوشش کی جاتی۔ مولانا عبدالغفار حسن رحمانی سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ کیا آپ کو مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری علیہ الرحمۃ سے پڑھنے کا موقع ملا ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا:

(۱) مولانا عبدالغفار حسن: حیات وخدمات، ص:۷۸-۷۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’ہاں، جب مولانا مبارکپوری اپنی آنکھوں کے علاج کے سلسلے میں دہلی تشریف لایا کرتے تھے تو دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں مولانا عبیداللہ مبارکپوری کے کمرے سے متصل ایک خاص کمرے میں ٹھہرتے، ان ایام میں ہم ان سے استفادہ کرتے۔ انہوں نے باقاعدہ تو ہمیں نہیں پڑھایا لیکن وہ ہمیں سبق یاد کروایا کرتے تھے اور بعض اوقات خود بھی کوئی مسئلہ پیش کرتے اور پھر ہم سے اس کا جواب پوچھتے اور خوب مناقشہ کرتے اور پھر خود ہی ان مسائل کا جواب دیتے۔ اسی طرح ایک مرتبہ جب ہم جامع ترمذی پڑھا کرتے تھے، انہوں نے ہمارا ششماہی امتحان بھی لیا تھا....

مولانا مبارکپوری اکثر حدیث کی سند اور متن کے حوالے سے سوال کیا کرتے تھے جب کہ عام طور پر لوگ لغوی سوالوں پر زور دیتے ہیں۔ جب میں رحمانیہ میں آخری سال کا طالب علم تھا تو ناظم مدرسہ نے مدرسہ میں نمازوں کی امامت میرے سپرد کر رکھی تھی، مجھے یاد ہے ایک مرتبہ میں نے جمعۃ المبارک کے روز فجر کی نماز میں سورہ السجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ الدھر مکمل نہ پڑھیں تو ایک لڑکے نے مولانا مبارکپوری کو جا کر بتایا کہ عبدالغفار نے آج سنت کی مخالفت کی ہے.... انہوں نے مجھے بلا کر سرزنش کی کہ آئندہ ایسا نہ کرنا، اس لیے نبی کریم ﷺ کا طریقہ مبارک یہ تھا کہ آپ فجر جمعہ میں ان دو سورتوں کی مکمل تلاوت کیا کرتے تھے، اس طرح مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری میرے درسی استاذ نہیں لیکن میرے مذاکرے کے استاذ ہیں، میں نے ان سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔‘‘(۱)

۳-شیخ شویل، قاضی مدینہ

اخبار محمدی دہلی کے ۱۹۳۳ء کے ایک شمارے میں دارالحدیث رحمانیہ سے متعلق خبروں میں ایک خبر اس طرح ہے:

’’قاضی مدینہ طیبہ حضرت شیخ الشویل صاحب کو ۹ ر نومبر ۱۹۳۳ء کو مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ میں ٹی پارٹی دی گئی، آپ نے مدرسہ کا معائنہ فرمایا، طلبہ کی عربی تقریریں

(۱) مجلّہ صراط مستقیم برمنگھم، جنوری ۱۹۹۹ء، ص: ۱۵۔

سنیں، بے حد محظوظ ہوئے، پھر آپ نے وعظ و پند سے طلبہ اور حاضرین مجلس کو سرشار فرمایا اور مدرسہ کے متعلق اپنے بیش بہا خیالات کا اظہار فرمایا......‘‘۔(۱)

قاضی صاحب کے ساتھ شیخ محمد زیدان مدرس مدرسہ سعودیہ مدینہ منورہ بھی تھے، انھوں نے بھی اس نشست میں اپنے تاثرات بیان فرمائے اور مدرسہ سے متعلق بے پناہ خوشی کا اظہار کیا۔ مولانا عبدالغفار حسن نے لکھا ہے کہ قاضی مدینہ کا ایک بیٹا دارالحدیث رحمانیہ میں اس وقت زیر تعلیم تھا۔(۲)

۴-جمال الدین پاشا الغزی، مندوب حکومت حجاز

’’۱۳۵۲ھ میں دارالحدیث رحمانیہ میں تشریف لائے، آپ کے سامنے طلبہ نے ارتجالا عربی میں تقریریں کیں، جن سے آپ بہت محظوظ ہوئے، دوسرے روز آپ کو مدرسہ کی طرف سے ناشتے کی دعوی دی گئی۔ اس موقع پر آپ نے عربوں اور ترکوں کے باہمی روابط پر ایک پر مغز اور نشاط پرور تقریر فرمائی۔ اس مجلس میں بہت سے اکابر ملت شریک ہوئے، مثلا مولانا محمد صاحب جونا گڑھی، ڈاکٹر ذاکر حسین وائس چانسلر جامعہ ملیہ دہلی، شیخ التفسیر خواجہ عبدالحی صاحب فاروقی، مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی۔ یہ مجلس بڑی پر لطف اور شاندار رہی۔‘‘(۳)

۵-پروفیسر مولانا سید ابوطلحہ:

مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ:

’’ایک دن اچانک مولانا سید ابوطلحہ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور جامعہ میں تشریف لائے، جامعہ کے گیٹ پر ہمارے شیخ عطاء الرحمٰن ناظم جامعہ ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے، اٹھ کر پروفیسر صاحب کا استقبال کیا اور ان کی طلب پر آپ کو درس گاہ میں جانے کی اجازت دی، پروفیسر صاحب درس گاہ کی جانب بڑھے، جس درس گاہ کی طرف جاتے

(۱) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵ر نومبر ۱۹۳۳ء ص: ۱۳۔
(۲) ملاحظہ ہو: مولانا عبدالغفار حسن......، ص: ۷۷۔
(۳) ایضا ص: ۹۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اساتذہ وطلبہ ان کا خیر مقدم کرتے، آپ بڑے گورے چٹے، خوب صورت آدمی تھے، ترکی ٹوپی لگائے ہوئے عبا اور شیروانی میں ملبوس تھے، لڑکے ان کا استقبال کرتے رہے، یہاں تک کہ میرے استاد کی درس گاہ میں آئے جہاں مولانا عبدالسلام صاحب درانی پڑھا رہے تھے، ہم لوگوں کا سبق شروع کرنے والے ہی تھے کہ پروفیسر صاحب کو اپنی طرف آتے دیکھا فوراً استقبال کے لیے کھڑے ہوگئے، پروفیسر صاحب مولانا کے ساتھ درس گاہ میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے، پھر مولانا سے عرض کیا کہ میں اس لیے حاضر ہوا کہ آپ درس دیں اور اس سے استفادہ کروں۔ یہ گھنٹی شرح مواقف کی تھی۔'' (۱)

۶- پروفیسر عبدالعزیز میمنی:

میمنی صاحب نے متعدد بار مدرسہ کی زیارت کی، آپ ہمیشہ طلبہ، اساتذہ و منتظمین کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے اور انہیں اپنے تجربات کی روشنی میں مفید مشوروں سے نوازتے رہتے تھے۔ ۱۹۳۸ء میں مدرسہ کے سالانہ اختتامی اجلاس کے موقع پر آپ بھی شریک مجلس تھے، مدرسہ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ:

''......۲؍اکتوبر (۱۹۳۸ء) کو یہ جلسہ مدرسہ کے عظیم الشان ہال میں ہوا، دہلی کے مولوی صاحبان، رؤسائے کرام، حنفی اہل حدیث سب موجود تھے، بعد از اختتام جلسہ سب نے یہیں طعام نوش فرمایا، اس جلسہ میں اب کی مرتبہ بحمد اللہ مولانا عبدالعزیز صاحب میمن پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی تشریف لائے تھے جس سے مجمع بڑھ بھی گیا اور بارونق بھی ہوگیا، آپ نے عربی زبان میں نہایت فصیح و بلیغ ایک خطبہ ارشاد فرمایا...... جب آپ تقریر ختم کر چکے تو اردو داں پبلک کی تسلی کے لیے پھر آپ نے اردو میں بھی تقریر فرمائی، ساتھ ہی عرب عبداللہ بن محمد نجدی صاحب نے بھی ایک نہایت معرکۃ الآراء خطبہ پڑھا جس میں اتحاد و اتفاق وغیرہ جیسے مضامین پر بہت کچھ روشنی ڈالی، آخر میں مولانا محمد ایڈیٹر اخبار محمدی دہلی نے مہتمم صاحب کی طرف سے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور جلسے کو ختم کیا''۔ (۲)

(۱) ماہنامہ محدث، بنارس: مئی ۱۹۹۹ء، ص: ۳۱-۳۲، وماہنامہ السراج، نیپال: خطیب الاسلام نمبر، مئی- اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص: ۴۳۰-۴۳۳۔

(۲) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵؍اکتوبر ۱۹۳۸ء، ص: ۱۴-۱۵۔

ایک مصری شیخ کی مدرسہ میں آمد سے متعلق واقعہ:

مولانا عبدالوہاب حجازی - حفظہ اللہ - نے (محدث شیخ الحدیث نمبر) میں ایک عبرت آموز واقعہ بیان کیا ہے، مولانا لکھتے ہیں:

''مولانا ابوالبرکات جھنڈانگری نے مجھ سے بیان کیا کہ مدرسہ رحمانیہ کی زیارت کے لیے ازہر کے شیخ تشریف لائے، شیخ الحدیث اس وقت بخاری کا درس دے رہے تھے، شیخ عطاء الرحمٰن صاحب (مہتمم مدرسہ) نے چاہا کہ اسی کمرہ میں شیخ ازہر کا استقبال کیا جائے، لیکن شیخ الحدیث نے ایسا کرنے سے روک دیا کہ اگرچہ علمی حیثیت سے بہت اونچے ہیں لیکن چونکہ ترک سنت کرتے ہیں (وہ داڑھی نہیں رکھے ہوئے تھے اور پینٹ پہنے ہوئے تھے) اس لیے درس بخاری کے کمرے میں ان کا استقبال نہیں کیا جاسکتا، تو ان کا استقبال مدرسہ کے ہال کمرہ ''دارالتذکیر'' میں کیا گیا''۔ (۱)

زائرین سے متعلق مذکورہ بالا نقول و بیانات پر اکتفا کرتے ہوئے اب ان میں سے بعض کے تاثرات اور تحریری بیانات کو درج کیا جارہا ہے جنہیں ان حضرات نے مدرسہ کے معائنہ رجسٹر میں یا کسی اور مقام پر تحریر فرمایا ہے۔

(۱) ماہنامہ محدث، بنارس: شیخ الحدیث نمبر، جنوری فروری ۱۹۹۷ء، ص: ۱۹۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زائرین کے تاثرات

یہ تاثرات اردو میں بھی ہیں، عربی میں بھی، نثر میں بھی ہیں نظم میں بھی۔ ہر ایک سے چند نمونے علی الترتیب ذکر کیے جاتے ہیں:

(الف: اردو)

اول الذکر چار تاثرات کے راوی مولانا عبدالغفار حسن رحمانی ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

☆ مولانا ابوالکلام آزاد:

مولانا آزاد مرحوم جب رحمانیہ میں تشریف لائے، ۱۹۲۷ء تھا، رحمانیہ کے رجسٹر پر انہوں نے حسب ذیل تبصرہ تحریر فرمایا:

”عمارت معقول ہے، مصارف کا کافی انتظام ہے، مدرسہ میں طلبہ کے قیام کا بھی انتظام ہے، تقریباً ۷۵ر طلبہ مقیم ہیں، جن کے تمام مصارف کا متکفل مدرسہ ہے اور ان کی ضروریات کا سیر چشمی کے ساتھ انتظام کیا جاتا ہے۔ مدارس عربیہ کی عام سروسامانیاں دیکھتے ہوئے یقیناً یہ صورت حال نہایت مغتنم ہے“۔(۱)

☆ مولانا عبدالقادر قصوری (سابق صدر خلافت پنجاب ونائب صدر مجلس مرکزیہ ہند)

مولانا موصوف ۱۷ر محرم ۱۳۴۴ھ کو رحمانیہ میں تشریف لائے، آپ نے اپنے تاثرات رحمانیہ کے بارے میں حسب ذیل عبارت کی صورت میں تحریر فرمائے:

”میں نے آج درس گاہ کا معائنہ کیا، بحمداللہ مدرسہ ہذا تمام انتظامات مکان، رہائش اور خورد ونوش کے لحاظ سے نہایت اعلیٰ پیمانے پر ہے۔ طلبہ نے میرے سامنے تقاریر کیں اور ادیان غیر اسلامی کے مقابلے میں دین اسلام کی صداقت کو عقلاً ونقلاً ثابت کیا۔ یقیناً طلبہ

(۱) مولانا عبدالغفار حسن رحمانی: حیات وخدمات ص:۸۲۔

میں ملکہ تحریر وتقریر وتبلیغ کی مدد کرنے کی سعی نہایت قابل تحسین ہے“۔(۱)

☆ مولانا سید عبداللہ صاحب خلف الرشید مولانا عبداللہ صاحب غزنوی:

منشی فاضل مولوی فاضل، ممتحن السنۃ شرقیہ پنجاب وصوبہ سرحد

آپ تحریر فرماتے ہیں:

”آج پندرہ سال کے بعد مجھے دہلی آنے کا اتفاق ہوا، سب سے بہتر وزیادہ خوش کن، مسرت افزا وایمان تازہ کن بات جو یہاں میں نے دیکھی وہ مدرسہ رحمانیہ کی رونق ہے، نہ صرف رونق بلکہ بلڈنگ، عمارت مدرسہ نہایت شان دار، صحت افزا وفراخ کمرہ جات، طلبہ میں باقاعدگی وحاضری وغیرہ تمام امور نہایت عمدہ اور موزوں وقابل تعریف ہیں۔ اعلیٰ مدرس ونیز دیگر جماعت کے علما وفضلا نیک سیرت دیکھنے میں آئے“۔ تاریخ آمد ۲۵ر دسمبر ۱۹۳۰ء۔ (۲)

☆ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی

مولانا موصوف ۲۹ر دسمبر ۱۹۳۱ء رحمانیہ میں تشریف لائے، رحمانیہ کے بارے میں آپ کے تاثرات یہ ہیں:

”مدرسہ رحمانیہ کے دسویں سالانہ جلسے میں میں نے بھی شرکت کی، مجھے مدرسہ کی عمارت اور اس کی انتظامیہ دیکھ کر بے انتہا مسرت ہوئی اور میں اس بات کے کہنے میں مطلقا مبالغہ نہیں سمجھتا کہ سارے ہندوستان میں اہل حدیث کا قابل فخر بھی ایک مدرسہ ہے، جسے صحیح معنوں میں مدرسہ کہنا چاہیے، نتیجہ امتحان مجموعی طور پر بہت اچھا رہا، خدا اس مدرسے کو تا ابد قائم رکھے“۔(۳)

☆ مولانا ابویحییٰ خاں نوشہروی

(۱) موصوف اپنی مشہور زمانہ تالیف ”تراجم علمائے حدیث ہند“ میں ایک جگہ حاشیہ

(۱) مولانا عبدالغفار حسن رحمانی: حیات وخدمات ص:۹۳۔

(۲) ایضاً ص:۹۳-۹۴۔ (۳) ایضاً ص:۹۴۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لکھتے ہیں:

''دارالحدیث رحمانیہ کے بانی شیخ عبدالرحمٰن اور شیخ عطاء الرحمٰن رؤسائے دہلی سے ہیں۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب کا ۱۹۲۱ء میں انتقال ہو گیا، اور شیخ عطاء الرحمٰن صاحب سایہ افگن ہیں۔ (خدا عمر میں اور ترقی بخشے)

یہ دارالحدیث ۱۳۳۹ھ میں قائم ہوا، اس کے تمام مصارف صاحب مہتمم کے ذمہ ہیں، ایک عمارت جدید التعمير ہے باڑہ ہندوراؤ میں، جس میں دارالتعلیم اور دارالاقامہ علیحدہ علیحدہ ہیں، طلبہ کے خورد و نوش کا ذمہ دار مدرسہ ہے اور کھانا عمدہ ملتا ہے۔ اساتذہ کی تنخواہوں کا معیار بلند ہے کہ شیخ الحدیث کو نوے روپے ماہانہ پیش ہوتے ہیں (وقس علی ہذا) ، ایک وقت میں بقدر (۸) کے اساتذہ، اور طلبہ جس قدر آ سکیں، مدت نصاب آٹھ سال، نصاب درس نظامی بمعہ حدیث و تفسیر، یعنی موجودہ حالت میں بلند تر ہے۔ مدرسہ کا ایک ماہانہ رسالہ محدث ہے، جو بلا طلب قیمت شائقین کی خدمت میں صرف صرفہ ڈاک ۴؍ (آنے) پر جاری ہوتا ہے۔'' (۱)

(۲) مولانا نوشہروی ''جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات'' میں ص ۱۲۸-۱۲۹ پر رحمانیہ کے تعارف میں کیفیت والے خانے میں لکھتے ہیں:

''دارالحدیث رحمانیہ؟ / اس وقت ہندستان میں جماعت اہل حدیث کے ۳؍ ایسے مدرسے ہیں جنہیں مدارس کے موجودہ پیمانے کے مطابق کالج کہنا چاہئے / (۱) دارالحدیث رحمانیہ / (۲) مدرسہ احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ / (۳) دارالسلام عربیہ عمر آباد مدراس / تلامذہ بیک وقت ۸۰-۹۰، / مدت نصاب ۸ سال، / جملہ مصارف تنخواہ و طعام طلبہ وغیرہ کے کفیل صرف صاحب مہتمم / رحمانیہ کا ماہوار رسالہ بنام محدث بھی ہے / اور حاجی عبدالرحمٰن مرحوم کے بعد اس کے مالک شیخ عطاء الرحمٰن صاحب ہیں۔''

(مختلف دور کے کالم میں لکھتے ہیں: شروع سے لے کر اب تک ایک ہی شان پر) (۲)

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند، ص: ۱۷۳، حاشیہ نمبر (۱)

(۲) جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات، ص: ۱۲۸-۱۲۹۔

☆ مولانا ثناء اللہ امرتسری:

مولانا لکھتے ہیں:

''میں آج اتفاقیہ مدرسہ رحمانیہ میں گیا، طلبہ کی عربی اردو تقریریں سنیں، امید افزا ہیں۔ مدرسین کی محنت سے مزید امید ہے، خدا اس کے بانی و مربی کو جزائے خیر دے اور ان کے صدقہ جاریہ جاری رکھے۔ واللہ علی کل شيء قدير۔''

خادم ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

۸؍ رجب ۵۱ھ ۸؍ نومبر ۳۲ء (۱)

☆ مولانا فضل الرحمٰن غازی پوری پروفیسر کلکتہ یونیورسٹی

مولانا موصوف نے رحمانیہ کے بارے میں اپنے تاثرات حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمائے:

''مجھے دارالحدیث رحمانیہ دہلی کو آج چار سال کے بعد دیکھنے کا اتفاق ہوا، میری عرصے سے یہ رائے ہے کہ مدرسہ اس وقت اپنی متعدد خصوصیات کے لحاظ سے ہندوستان میں اہل حدیث کا بہترین دینی مدرسہ ہے، اس کی عالی شان وسیع عمارت، لائق مدرسین، محنتی و پابند شرع طالب علم اور اچھے انتظام کو دیکھ کر میرے دل میں مسرت کی لہریں دوڑنے لگتی ہیں''۔ (۲)

☆ ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی

ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی سابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے تاثرات اس طرح ہیں:

''آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی شرکت کے لیے ۲۸؍ مارچ (۱۹۳۷ء) کو علی گڈھ پہنچا، وہاں پہنچ کر دارالحدیث رحمانیہ کی محبت نے مجھے مجبور کیا کہ میں دہلی سے بھی ہو آؤں۔ دارالحدیث دیکھنے کے بعد مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ دارالحدیث صحیح معنوں میں

(۱) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵؍ جنوری ۱۹۳۳ء، ص: ۱۲۔ (۲) مولانا عبدالغفار حسن...، ص: ۹۸۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین متین کی خدمتیں انجام دے رہا ہے۔ میں پہلے طلبہ کے کمروں میں گیا۔ صفائی سے کمروں کو مزین پایا۔ طلبہ بھی مجھ سے بہت اخلاق سے ملے۔ اس کے بعد طلبہ کی کسرت دیکھی۔ اس کے لیے بھی ایک خاص استاد مقرر ہیں، دارالحدیث کا یہ کارنامہ قابل صد تحسین وستائش ہے کہ روحانی تعلیم کے ساتھ ساتھ جسمانی تعلیم کا بھی انتظام کیا ہے۔ دارالحدیث کے مہتمم جناب شیخ عطاء الرحمٰن صاحب سے ملا۔ ان کے اخلاق کریمانہ کا شکریہ کسی طرح ادا نہیں ہوسکتا۔ ایک طالب علم نے عربی قصیدہ پڑھا اور چہل حدیث مع ترجمے کے سنائی، اس کے بعد ایک لڑکے نے فضیلت قرآن پر مختصر اور جامع تقریر اردو زبان میں کی۔

غرض کہ دارالحدیث ''قرآن وحدیث'' کا ایک پھلتا پھولتا چمن ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب شیخ صاحب کو عمر خضری عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔''

سید عبدالحفیظ سلفی گیاوی

ایڈیٹر مجلّہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ، تاریخ ۲۹/ مارچ ۱۹۳۷ء (۱)

رحمانیہ کے بعض اساتذہ کے تاثرات بھی ملاحظہ ہوں:

☆ ''......میں یقین کے ساتھ لکھتا ہوں کہ مدرسہ رحمانیہ جن بہترین خصوصیات کا جامع ہے ہندوستان کی دوسری درس گاہیں ان سے خالی ہیں: آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری.....''

(شیخ الحدیث) عبیداللہ رحمانی مبارکپوری مدرس رحمانیہ (۲)

☆ ''....یہ مدرسہ طلبہ کو نہ صرف مذہبی تعلیمات سے روشناس کراتا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رفتار زمانہ اور دنیاوی ضروریات ووقتی مسائل سے بھی خبردار کرتا ہے....''

عبیدالرحمٰن طالب اعظمی مدرس رحمانیہ (۳)

☆ ''....حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کی مذہبی قربانیاں، مدرسہ مذکورہ کا حسن سلسلہ

(۱) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص: ۱۶ (۲) ایضاً ص: ۸ (۳) ایضاً ص: ۹

نظام واہتمام نہ صرف قابل داد وتعریف ہے بلکہ اولی الابصار کے اقتدا واعتبار کے لیے عملی نمونہ ہے....'' (ص: ۹) عبدالحلیم عفی عنہ مدرس مدرسہ مذکورہ

☆ ''.....نیز اگر میں یہ ظاہر کروں تو بے جا نہ ہوگا کہ مدرسہ رحمانیہ کی طرح پابندی اوقات سے تعلیم وعدم ناغہ واوقات صلاۃ ورہائش طلبہ وسامان راحت برائے اساتذہ وطلبہ کی نظیر کسی دوسری درس گاہ میں نہیں ملے گی، جس کو شک ہو خود آ کر دیکھے: شنیدہ کے بود مانند دیدہ...'' (ص: ۱۰) کمترین اصحاب الدین کان اللہ لہ کیملپوری

مدرس دارالحدیث رحمانیہ دہلی (۱)

(ب: عربی)

عربی تاثرات میں کچھ عرب مہمانوں کے ہیں جنھیں پہلے ذکر کیا جا رہا ہے، اس کے بعد ہندستانی زائرین کے عربی زبان میں لکھے ہوئے تاثرات ذکر کیے جائیں گے:

☆ علامہ محمد شوئل قاضی القضاۃ مدینہ طیبہ:

علامہ محمد شوئل قاضی القضاۃ مع علامہ شیخ محمد زیدان مدرس مدرسہ سعودیہ مدینہ منورہ نومبر ۱۹۳۳ء کو دارالحدیث رحمانیہ میں تشریف لائے۔ طلبہ رحمانیہ نے آپ کے خیر مقدم کے لیے شاندار جلسہ منعقد کیا، جس میں چند طلبہ نے عربی میں خیر مقدمی قصیدے پڑھے اور برجستہ تقریریں کیں اور قاضی صاحب نے بھی فرقہ ناجیہ پر ایک بصیرت افروز روح پرور تقریر فرمائی اور مکتبہ وغیرہ کا معائنہ کیا۔ ان تمام اثرات سے متاثر ہو کر قاضی صاحب نے ایک تحریر رجسٹر معائنہ پر ثبت فرمائی جس کے اہم اور ضروری اقتباسات درج ذیل ہیں، طویل تمہید کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:

''وبعد، نظرنا مكتبة المدرسة متفقدين خزائنها ناظرين في

(۱) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء ص: ۸-۱۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كتبها، والله لقد ألفيناها مكتبة مفيدة وحاوية كل ما يحتاجه الطالب".

اس کے بعد خیر مقدمی جلسہ کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:

"فألقى قصيدة مدح جللني العرق عند سماعها، كيف لا وأنا الظليع الذي لا يصلح لي الوقوف موقف الضليع، وذلك بعد قراءة آخر سورة البقرة مفتتحا بها الاحتفال، ثم تقدم أحد الطلبة فألقى خطابا ارتجاليا أتى فيه على تاريخ المدرسة الرحمانية ومنزلتها التي حازتها وفوائدها التي قدرها على طلبتها، والله لست أهلا لما تضمنه ذلك الخطاب مما أتى فيه صاحبه من عجب العجاب."

خاتمۂ کلام پر فرماتے ہیں:

"إني أقول والحق أقول: إن هذه المدرسة خير ملجأ في هذه الديار، يجد فيها طالب العلم الصحيح حاجته، ويسد منها مريد الدين الخالص خلته، فاللهم احفظ عطاء الرحمن وأطل عمره." (۱)

☆ شیخ محمد فؤاد مصری، مدرس مدرسة المعلمين ، بغداد:

موصوف لکھتے ہیں:

"كان لزيارتي للمدرسة الرحمانية (دار الحديث) رنة فرح في قلبي لا يمحى أثرها، وبهجة في فؤادي لا أستطيع إخفاء ها، وأي شيء أجزل للقلب وأشمى للنفس وأحب للسمع من رؤية معهد ديني يعمل على رفع شعائر الدين، لا تأخذ في لومة لائم، لا تستولي عليه الأهواء ولا تسلك عليه الأباطيل، ولا يعرف إلا الطريق الواضحة طريق الله وطريق رسوله. وكذلك سرني جدا الخدمة الجليلة والمجهود العظيم الذي يقوم به حضرة ناظم المدرسة، فإنه ما ادخر قوة ولا ترك فرصة

(۱) مولانا عبدالغفار حسن......ص:۱۰۰-۱۰۱۔

إلا وكان سباقا لاغتنامها فيما يعود على المدرسة بالخير العميم والفائدة المرجوة، وكذلك سرني أن أنوه بالراحة التامة التي يلقاها الطلبة وحسن المعاملة من ناظم المدرسة شيخ عطاء الرحمن من رؤساء دهلي، الأمر الذي دعاني أن أتمنى أن يكثر الله من أمثاله، وأن تدوم أيامه حتى لا يحرم الناس من ثمراته. وقبل أن أختم كلمتي فإني أشكر الطلبة الذين يقومون بواجبهم خير قيام، وأرجو للمدرسة رقيا عاجلا وتقدما سريعا في ظل حفظ ناظمه ورئيس أساتذتها وإخوانه، وأدعو لهم بالتوفيق."

محمد فؤاد مصري، نزيل الهند

المدرس بمدرسة المعلمين، بغداد

١٠ / رجب ٥١ھ / ١٠ / نوفمبر ٣٢م (١)

☆ شيخ محمد بن منصور الزاملي النجدي:

دارالحدیث رحمانیہ میں زیر تعلیم ایک نجدی طالب علم کے والد ایک مرتبہ اپنے بچے سے ملنے اور مدرسہ کی زیارت کے لیے تشریف لائے، انھوں نے اس موقع پر درج ذیل الفاظ میں اپنے احساسات درج کیے:

"بسم الله الرحمن الرحيم، والصلاة والسلام على اشرف المرسلين، أما بعد، فإني كنت رجلا أسافر إلى مصر والشام والعراق والهندعلى طريق التجارة، وكل بلد أحله أذاكر أهل العلم، وأسأل عن أحوال الطلبة ، ولما صار فى آخر عمرى ذكر لى المدرسة الرحمانية فى دهلى وناظمها الشيخ عطاء الرحمن ، ونسمع به أنه قائم على طريقة السلف لا يثنيه ثان. فأرسلت ابنى الصغير إليه، فلما وصل إلي

(۱) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵/ جنوری ۱۹۳۳ء، ص: ۱۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المدرسة جاء تنى منه الأخبار أحسن مما سمعت، وبعد سنتين زرت المدرسة، فرأيت أحسن مما أخبرت، ورأيت نظام المدرسة وناظمها، فلم أر في الأقطار التي حللت فيها مثل هذه المدرسة في الاعتناء على طريقة السلف۔ ومما رأينا أنه يديرها بنفسه، وقد ترك أمور الدنيا بيد غيره، وهو الذي يوقظ الطلبة آخر الليل لصلاة الفجر....ورأينا فيها ثمانية من المعلمين: أربعة للحديث وتوابعه، وثلاثة للفقه وتوابعه، وواحد للرياضة الحربية.. الخ۔"

محمد بن منصور الزاملي النجدي العنيزاوي

في: ٥/ربيع الأول ١٣٥٧ھ (١)

☆ **مولانا عبدالعزیز میمنی (سابق پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ):**

موصوف نے اپنے تاثرات عربی زبان میں اس طرح ثبت فرمائے ہیں:

" كنت أسمع بالمدرسة الرحمانية منذ بنايتها، ولكن لم تسمح لي الظروف بزيارتها، وقمت لها بإشارة صديقي الأستاذ الحميد محمد الجوناكرهي، فإذا بالأساتذة والطلبة قد احتفلوا بي، وقرطوا مسامعي بخطاباتهم المرتجلة وخطبهم بالعربية والأردية والبنجابية والبنكالية، كما قال أبوالطيب:

تجمع فيه كل لسن وأمة   فما تفهم الحداث إلا التراجم.

فسرّني كل ما رأيت وما سمعت من دين وأدب ومعرفة، وزاد اغتباطي أن يكون بربوع الهند مدارس تربى النشء، وتعني بحالهم، وتبذل لهم جهودها كهذا، وإني كنت أسمع كثيرا إلا أن رؤيا العين قد رَبَت على كل وصف وجلت عن كل بيان كما قال:

(۱) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص: ۱۵؛

كانت مسائلة الركبان تخبرني
عن أحمد بن داود أطيب الخبر
حتى التقينا فلا والله ما سمعت
أذني بأحسن ما قد رأى بصري

وما هذا إلا غيرة المسلم الغيور التاجر الصدوق الأمين عطاء الرحمن، فإنه جنٰى ثمر ما غرسه في هذه الحياة، وذلك أنه لا نهمة له ولا غرض إلا أن تراه محفوفا لمحاويج الطلبة كأب رحيم، يقضي حاجتهم، ويقتنى بما يصلح شؤونهم، فجزاه الله عن الإسلام خيرا، فإنه غريب في هذه الاعصار بمثل هذه الديار، وكثر الله من أمثاله، وهو ولي ذلك."

العاجز: عبد العزيز الميمني، جامعة على گڈھ

عضو المجمع العلمي العربي بدمشق

٦/ رجب ١٣٥١ ھ = ٦/ نومبر ١٩٣٢م (١)

☆ **مولانا اعزاز علی صاحب، استاذ الادب، دارالعلوم دیوبند:**

مولانا موصوف ۱۹ر محرم ۱۳۵۳ھ کو رحمانیہ میں تشریف لائے، انہوں نے عربی زبان میں مدرسہ کے بارے میں اپنے تاثرات قلم بند کیے، ان کی تحریر حسب ذیل ہے:

"إني قد دخلت بهذه المدرسة المسماة باسم صاحبها الرحمانية، ودعاني إليها أعز أحبائي عبد الغفور سلمه، فتشرفت برؤية هذه المدرسة وأساتذتها وطلابها، ثم إن بعضا منهم أنشد أشعارا رائعة بديعة بالعربية والفارسية والأردية، وأيضا خطب أحد منهم وكان موضوعه الرد على الفرقة المسماة بالقرآنية، وكانت خطبة حسنة

(۱) مولانا عبدالغفار حسن: حیات وخدمات، ص: ۹۵، واخبار محمدی، دہلی: ۱۵ر جنوری ۱۹۳۳ء، ص: ۱۲۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفيدة للضُلَّال وهادية إلى مدارج الفضل والكمال. اللهم اجعله هاديا مهديا". (۱)

☆ مولانا ابوالفضل عبدالسمیع مبارکپوری:

مولانا نے تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ کے آخر میں صاحب تحفہ کے حالات تحریر فرمائے ہیں، اسی ضمن میں مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"...... وقد اشتهرت هذه المدرسة في أيام قليلة حتى أصبحت من أشهر المجاميع العلمية، ينثال إليها الطلبة من جميع بلاد الهند ومدنها، ومن العرب وأفغانستان وكاشغر وتبت وبخارى وسماترا وغيرها من الممالك الإسلامية ..". (۲)

☆ دارالحدیث رحمانیہ میں زیر تعلیم ایک نجدی طالب علم کے تاثرات بھی ملاحظہ ہوں:

"بسم الله الرحمن الرحيم، نحمد الله ونشكره على نعمه التي لاتحصى، كما أننا نحمده على توفيقه لهذه المدرسة المنشأة لوجهه تعالى بالخلفاء الصالحين لها القائمين بأحسن نظام وأعدل حال وأكمل ترتيب، فقد قام الشيخ عبد الوهاب خليفه أبيه بأتم الأحوال من كل جهة، وقد زاد على أبيه في بعض الشؤون كتشديده على الطلبة عند الصلاة، يعني تشديده على حضور الجماعة، ولم يترك لهم وقت الامتحان وبعض التعميرات لراحة الطلبة. ورأينا منه تفقد أحوال الطلبة الذين يحتاجون إلى ثوب أو ما يشبهه، وأما لوازم الطلبة والمعلمين من أكل وشرب وغير ذلك فقد اهتم بها أشد الاهتمام وحسّنها، الله يوفقه ويساعده ويهديه، ويغفر للمرحوم (الشيخ عطاء

(۱) مولانا عبدالغفار حسن......، ص: ۹۷۔ (۲) مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ۲/ ۵۳۷۔

الرحمن) ويسكنه جنته، ويجبرنا في مصيبتنا، ويخلفنا خيرا منها، وصلى الله على محمد وآله وسلم."

عبد الله بن محمد القرعاوي النجدي (یکے از طلبہ رحمانیہ) (۱)

منظوم تاثرات

☆ مولانا عبدالحلیم ناظم صدیقی رحمانی (سابق استاذ دارالحدیث رحمانیہ و مدیر رسالہ محدث):

دارالحدیث رحمانیہ

گلشن رحمانیہ، اے نو بہار مقتدر مرحبا! کس شان سے عالم میں ہے تو جلوہ گر
تو نے ایسے سیکڑوں پیدا کیے لعل و گہر جن کے علم و فضل سے خیرہ ہے دنیا کی نظر
کامیابی چومتی ہے فخر سے تیرے قدم قابل صد آفریں ہے یہ تیرا جاہ و حشم
ایسی راحت، ایسی شفقت اور پھر علمی کمال واقعی "رحمانیہ" ہے درس گاہ بے مثال
بالیقیں، ناظم ہے یہ دار الحدیثِ شاہراہ
ہند میں بتلائے مجھ کو کوئی ایسی درس گاہ (۲)

☆ جناب محمد ایوب ناعم الہ آبادی:

دارالحدیث رحمانیہ کے جلسہ منعقدہ ۲۷/ اکتوبر (۱۹۳۳ء) میں پڑھی گئی نظم:

افزوں یہ انجمن کا ہے دور بہار آج جھوکے نسیم شوق کے ہیں خوش گوار آج
ہر حیثیت سے بزم خطابت میں ہے عروج زیبا ہے ہم کو جتنا کریں افتخار آج
ہر فرد ہم میں اس طرح محو سرور ہے گویا چمن میں عام ہے ذوق خمار آج
یہ بھی ہے اک دلیل شباب بہار کی ہر سو سے آرہی ہے جو بانگ ہزار آج
..ت جو آگے دیکھے حسن فروغ بزم ہو جائے وہ بھی شوق سے حرف نثار آج

(۱) رسالہ محدث دہلی: نومبر ۱۹۳۸ء، ص: ۸ (۲) اخبار محمدی، دہلی ۱۹۳۸ء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یارب ابد تلک یہی اس کا سما رہے منظر جو آرہا ہے نظر خوش گوار آج
تیرے فیوض سے نہیں ناآشنا کوئی عالم میں مثل شمس ہے تو آشکار آج
آرائش چمن کی بہاروں کو دیکھ کر حساد رنج وغم سے ہیں سینہ فگار آج
دراصل یہ بھی حضرت ناظم کا فیض ہے
ناعم کا شاعروں میں جو ہے اب شمار آج (۱)

(محمد ایوب ناعم انصاری الہ آبادی)

☆ جناب محمد ہارون الرشید ارشد رحمانی:

قصیدہ در مدحت مدرسہ رحمانیہ دہلی

گلستان علم وفن رحمانیہ ہے شادماں محفل علمی ہے، غنچے اور گل ہیں جمع یاں
کیوں نہ ہو جب رحمتوں کی چھا گئی ہو بدلیاں سچ تو یہ رب تعالی بھی ہو اس پر مہرباں
اے خدا باد خزاں راکن برائے او نسیم
ناز گلہائے محبت می شود جاری شمیم
گلستان علم وفن رحمانیہ بڑھتا رہے دہر میں گو انقلاب آیا کرے جایا کرے
اس کے دشمن گو جلیں جلتے رہیں بھنتے رہیں رحمتوں کی بارشیں اس پر خدا کرتا رہے
ایں چنیں مکتب نمی آرد جہانے در جہاں
درمیاں گفتن وکردن تفاوت ہست داں (۲)

(محمد ہارون الرشید ارشد رحمانی)

(۱) اخبار محمدی، دہلی: ۱۵/نومبر ۱۹۳۳ء، ص:۴۔ (۲) ایضا، ۱۵/جنوری ۱۹۳۳ء، ص:۱۲۔

آخری لمحات

فغاں میں، آہ میں، فریاد میں، شیون میں، نالے میں
سناؤں حال دل طاقت اگر ہو سننے والے میں

دارالحدیث رحمانیہ میں تعلیم کا آغاز شوال ۱۳۳۹ھ مطابق جولائی ۱۹۲۱ء میں ہوا، اس کے بعد سے مسلسل ۲۷/سال تک کتاب وسنت اور دیگر علوم دینیہ کی شاندار خدمت کا اسے شرف حاصل رہا، ادارہ اپنا ۲۷/واں تعلیمی سال مکمل کر کے قضا وقدر کے سامنے سر تسلیم خم کر گیا اور ہمیشہ ہمیش کے لیے خاموش ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہا جاتا ہے کہ ”ہر کمالے را زوال است“، یہ عظیم الشان مدرسہ اپنے پورے کمال اور آب وتاب کے ساتھ علم وعرفان کے موتی بکھیرنے میں مصروف تھا کہ اگست ۱۹۴۷ء میں ملک کی آزادی اور تقسیم کا واقعہ پیش آیا، ایک طرف ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نجات کی نعمت حاصل ہوئی تو دوسری طرف تقسیم کے سانحہ سے بھی دوچار ہونا پڑا، اس سانحہ اور اس سے متعلقہ حادثات نے آزادی کی خوشیاں چھین لیں، بالخصوص مسلمانوں کے لیے یہاں سے آزمائش کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا جس کی تفصیلات بیان کی محتاج نہیں۔

دارالحدیث رحمانیہ میں حسب معمول شعبان ۱۳۶۶ھ مطابق اگست ۱۹۴۷ء میں ۲۷/ویں تعلیمی سال کا اختتام ہوا، اس سال مدرسہ سے فارغ ہونے والے خوش نصیبوں میں مولانا عبدالحکیم مجاز اعظمی مئوی رحمہ اللہ اور ان کے رفقائے درس تھے، شوال میں ۲۸/ویں تعلیمی سال کا آغاز تھا، مدرسہ کے ذمہ دار اعلی مولانا نذیر احمد صاحب املوی رحمہ اللہ تشریف لا چکے تھے۔ شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی رحمہ اللہ اواخر شعبان میں شیخ خلیل عرب رحمہ اللہ کے ساتھ ایک جماعتی مقصد کو لے کر سعودی عرب کے سفر پر تھے، واپسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوائل نومبر میں ہوئی، مولانا نذیر احمد صاحب کے علاوہ دیگر اساتذہ ابھی دہلی نہیں پہنچے تھے۔ ہندو مسلم فسادات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو چکا تھا جو دن بدن خطرناک صورت اختیار کرتا جا رہا تھا۔ ۶ر ستمبر ۱۹۴۷ء کو مدرسہ پر حملہ ہوا، مولانا نذیر احمد صاحب گرفتار کیے گئے اور قید و بند کی طویل مشقتوں کے بعد آپ کو رہائی نصیب ہوئی جس کی تفصیل بڑی دردناک اور تکلیف دہ ہے، اس کا تذکرہ سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے۔(۱)

مدرسہ کے مہتمم شیخ عبدالوہاب صاحب کو برابر دھمکیاں مل رہی تھیں۔ دہلی کے ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر آپ اپنے پورے خاندان سمیت کراچی ہجرت کر گئے، مدرسہ کی مملوکہ اشیاء میں سب سے قیمتی اس کا کتب خانہ تھا، آپ نے اسے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے حوالے کر دیا، چنانچہ تمام کتابیں بحفاظت جامعہ منتقل ہو گئیں۔

مدرسہ چونکہ ابتدا ہی سے شخصی تھا جس کی کوئی کمیٹی نہیں تھی نہ جمعیت و جماعت کے تابع تھا، اس لیے مدرسہ کی عمارت کی حیثیت بھی قانون طور پر شخصی ہی کی تھی، جس کے مالکان کی ہجرت کے بعد حکومت کا اس پر قبضہ ہو گیا۔

شیخ عبدالوہاب دہلی سے جاتے وقت اپنے منشی عزیز احمد کو مولانا املوی وغیرہ کے مقدمہ کی پیروی پر مامور کر گئے تھے، مولانا کی رہائی کے سلسلے میں حاتم جماعت حافظ حمید اللہ دہلوی رحمہ اللہ کا رول بھی کافی اہم تھا، اس تعلق سے بعض تفصیلات مولانا نذیر احمد رحمانی کے تذکرے میں گذر چکی ہیں۔

مدرسہ بند کیے جانے اور اس کی عمارت کے حکومتی تحویل میں چلے جانے کے واقعہ کو ارباب قلم نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے جسے آگے ان ہی حضرات کے الفاظ میں نقل کر دیا جائے گا، قارئین دیکھیں گے کہ بعض حضرات نے مدرسہ کے شخصی ہونے، اس کو وقف نہ کیے جانے یا جماعتی تحویل میں نہ دیے جانے پر حیرت و افسوس کا اظہار کیا ہے اور اسی چیز کو مدرسہ کے ضیاع کا سبب گردانا ہے۔

(۱) اس تعلق سے ص: (۱۹۰-۱۹۳) پر کچھ تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدارس دونوں طرح کے پائے جاتے رہے ہیں، شخصی بھی اور جماعتی یا عوامی بھی، دونوں طرح کے نظام کے فوائد بھی ہیں نقصانات بھی، لیکن واقعات بتلاتے ہیں اور تجربات شاہد ہیں کہ شخصی نظام میں اگر انسان مخلص ہے تو عوام کی بے جا مداخلت کے بغیر یکسوئی کے ساتھ بہتر ڈھنگ سے ادارے کو چلاتا ہے، دارالحدیث رحمانیہ کی روشن تاریخ قلم بند کرنے کے بعد راقم اسی نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس ادارے کو ممتاز کرنے اور تعلیم و تربیت کے باب میں مثال قائم کرنے کے پیچھے جو اسباب و عوامل کارفرما رہے ہیں ان میں سرفہرست ہر کس و ناکس کی مداخلت سے اس کا محفوظ رہنا اور صرف ایک ذمہ دار کے ہاتھ میں اس کی باگ ڈور کا ہونا تھا، دوسرے عوامل کا نمبر اس کے بعد ہی آئے گا۔

رہا معاملہ اس کے وقف نہ کیے جانے کا تو وہ بھی مذکورہ سبب ہی سے متفرع ہوتا ہے، کسی جماعت یا تنظیم کے نام وقف کرنے کا مطلب اس کی شخصی حیثیت کا خاتمہ تھا، جو بانیان کو منظور نہ تھا، اب یہ کہ وقف نہ رہنے کی وجہ سے وہ حکومت کے ہاتھ میں چلا گیا تو مستقبل کی بات کون جانتا ہے، اگر ایسا ہی رہتا تو کسی بھی فرد یا جماعت کو کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا، اس لیے ہمیں اب ان سب بحثوں میں نہ پڑ کر صرف اور صرف اسی معیار کی مثالی درسگاہ دوبارہ قائم کر کے دنیا کے سامنے دارالحدیث رحمانیہ کی یاد تازہ کر دینی چاہیے اور تعلیم و تربیت کے روبزوال نظام کو پھر سے پٹری پر لے آنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ کے فضل سے جماعت میں سیکڑوں عطاء الرحمٰن اور عبدالوہاب موجود ہیں جو اس تاریخ کو دہرانے کی صلاحیت اور استطاعت رکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ ۱۹۳۴ء میں اخبار محمدی دہلی اور اخبار اہل حدیث امرتسر وغیرہ میں دار الحدیث رحمانیہ کو اہل حدیث کانفرنس کے ماتحت کرنے اور نہ کرنے کو لے کر بحث چل پڑی تھی، مدرسہ کی طرف سے اس ضمن میں ایک تفصیلی تحریر شائع کی گئی جس میں اسے شخصی رکھنے کی حکمت اور کانفرنس کے ماتحت کرنے کے مضرات پر روشنی ڈالی گئی۔(۱)

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: (۱) اخبار محمدی، دہلی: یکم اگست ۱۹۳۴ء، ۱۵ر اگست ۱۹۳۴ء، یکم ستمبر ۱۹۳۴ء، یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء، اور ان ہی تواریخ کے آس پاس کے اہل حدیث امرتسر کے شمارے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب سطور ذیل میں ان اہل علم وفضل کے بیانات وتاثرات بعینہ نقل کیے جاتے ہیں جنھوں نے مدرسہ کے بند کیے جانے کے واقعہ کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔

مولانا حکیم عبدالکریم قریشی لکھتے ہیں:

”اگرچہ بانی مدرسہ کی نیت وقف ہی کی تھی، اس سے فائدہ بھی قوم وملت ہی کو پہنچ رہا تھا، ہند کے ہرصوبہ وہرریاست سے تشنہ کامان علم وحکمت ودل دادگان شاہد قرآن وسنت جوق درجوق اس سرچشمۂ علوم قرآن وسنت پروارد ہورہے تھے، اور اپنے اپنے ذوق وشوق کی طاقت ووسعت کے مطابق سیراب وفیض یاب ہورہے تھے، اگرچہ بانی مدرسہ نے اس گلستان علوم وفنون کی آبیاری وسیرابی کے لیے نہ صرف اپنے تمول وزر وجواہر کے سوتے جاری کردیے تھے بلکہ عملی طور پر اپنے وجود کو بھی اس لیلائے تہذیب وعلم پر مجنونانہ نثار وفدا کردیا تھا اور شب وروز اس ایوان تعلیم وتدریس کو کعبۂ مقصود وعطائے معبود سمجھ کر اس کے باب الداخلہ پر دربان بنے بیٹھے رہتے تھے، صرف بعد مغرب گھر جاتے، اور صبح کی نماز اکثر وبیشتر مدرسہ ہی کی مسجد میں ادا کرتے، بلکہ اذان سے بھی پہلے اکثر آجایا کرتے تھے اور ہاتھ میں چھ سیل کا ٹارچ لیے کمرہ بہ کمرہ پہنچ کر طلبہ کو بیدار کرتے تھے، یہ سب کچھ تھا مگر ایک معمولی سی فروگذاشت، ایک ادنی سی ناقابل توجہ والتفات لغزش کا شرارہ غفلت ولاعلمی کی خاکستر میں دبا اور چھپا ہوا رہ گیا تھا جو تقسیم ہند کے نتیجے میں شرارے سے شعلہ، شعلے سے نار نمرود کی طرح ملتہب ہوکر اس سارے کارخانہ علم وحکمت اور شاہکار علم پروری وخدمت گزاری کو آن کی آن میں جلا کر خاک سیاہ کرگیا، وہ کتاب وسنت کا لہلہاتا ہوا گلزار، وہ قال اللہ وقال رسول اللہ کے سامعہ نواز نغمے، وہ اساتذہ وتلامذہ کے بصارت افزا اجتماعات اور علماء وطلبہ کے بصیرت بخش علمی وفنی اشکالات وجوابات ایک طلسم ہوش ربا وفسانہ دل گداز بن کررہ گئے۔

آہ فآہ! امت مرحومہ کی علمی امیدوں اور آرزوؤں کی آماجگاہ، مستقبل کے شاندار علمی وفنی نتائج کی امیدگاہ اور ہند میں کتاب وسنت کی ترویج واشاعت کا منبع ومرکز

....

اگر کوئی صاحب دل ہے اور دل میں احساس اور تاثیر رکھتا ہے تو رحمانیہ کے در ودیوار سے یہ صدا بلند ہوتی ہوئی سن لے:

كأن لم يكن بين الحجون إلى الصفا   أنيس ولم يسمر بمكة سامر

بلى نحن كنا أهلها فأبادنا   صروف الليالي والخطوب الزواجر

وہ غیر محسوس غلطی، وہ اندوہناک فروگذاشت یہ تھی کہ اس پورے کارخانہ علم وحکمت کو وقف نہیں کیا گیا تھا، لہذا یہ شخصی جائیداد قرار دے دی گئی اور اس کے مالک، بانی، مہتمم یا کرتا دھرتا جو کچھ تھے وہ کراچی سدھار گئے، لہذا پورا مدرسہ اور اس سے متعلقہ املاک واثاثہ شخصی تھا، جب مالک رفیوجی بن کر کراچی سدھار گئے تو یہ تمام متروکہ اثاثہ متروکہ پراپرٹی بن گیا جس پر از روئے قانون کسٹوڈین کا قبضہ وتسلط ہوگیا اور اب اس میں ایک اسکول کھلا ہے اور کچھ خاندان آباد ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا“۔(۱)

مولانا عبدالرؤف رحمانی لکھتے ہیں:

”یہ مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی چونکہ شیخ عبدالرحمٰن وشیخ عطاء الرحمٰن صاحبان کا ذاتی تھا، وہ اپنی آمدنی سے چلاتے تھے، اس ہوش ربا عالم میں شیخ عبدالوہاب صاحب کو خیال نہ رہا، اس کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے سپرد کردیں۔ (میرے استاد محترم علامہ نذیر احمد رحمانی اس وقت مدرسہ کے صدر مدرس تھے، اسی اثنا میں تقسیم کا حادثہ پیش آگیا اور مدرسہ رحمانیہ کے لٹ جانے اور علامہ نذیر احمد رحمانی کے پکڑے جانے کا حادثہ پیش آگیا، اس وقت حاجی عبدالوہاب نے مدرسہ رحمانیہ کو جامعہ ملیہ کے حوالہ کردیا۔ حاشیہ)

افسوس اب یہ مدرسہ ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا..............بہت ہی حسرت وافسوس کے ساتھ یہ شعر عرض کرتا ہوں:

(۱) مجلّہ اہل حدیث ہریانہ، ۲۱ مئی ۱۹۷۹ء ص: ۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چہ نسبت است برندی صلاح تقویٰ را   سماع وعظ کجا نغمہ رباب کجا

یا بالفاظ اقبال:

اڑا لی قمریوں نے، طوطیوں نے، عندلیبوں نے
چمن والوں نے مل کر لوٹ لی طرز فغاں میری

اس سے معلوم ہوا کہ جو مدرسے ذاتی طور پر چلائے جاتے ہیں ان کی جماعتی حیثیت نہیں رہ جاتی، ان کے ضائع ہونے کا ہمیشہ غم رہے گا اور ہمیشہ اس کا ماتم کیا جائے گا ......''۔(۱)

مولانا عبدالغفار حسن لکھتے ہیں:

''...... یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء کی شورش میں دارالحدیث رحمانیہ پر غنڈوں کا حملہ ہوا اور یہ علمی آستانہ اجڑ گیا، حاجی عبدالوہاب صاحب خلف الرشید شیخ عطاء الرحمٰن صاحب نے دارالحدیث کے کتب خانے کو محفوظ رکھنے کے لیے اس بحران کی حالت میں یہی مناسب سمجھا کہ سارا کتب خانہ کسی نہ کسی طرح جامعہ ملیہ منتقل کر دیا جائے۔ اب سنا ہے کہ دار الحدیث رحمانیہ کی عمارت میں قال اللہ اور قال الرسول کی بجائے ہائی اسکول کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں جن کی زیادہ تر تعلیم ہندی میں ہوتی ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون''۔(۲)

جناب فاروق اعظمی صاحب مدرسہ کے بند کیے جانے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''...... یہ ادارہ پوری آن بان اور شان سے چلتا رہا، یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم کا حادثہ پیش آ گیا اور دلی میں بھیانک فسادات پھوٹ پڑے۔ مدرسہ کی عمارت فرقہ پرستوں کی نظر میں خار بن کر کھٹکنے لگی، لہٰذا مہتمم مدرسہ کو دھمکی آمیز فون پر فون موصول ہونے شروع ہوئے کہ مدرسہ خالی کر دیا جائے ورنہ اسے نذر آتش کر دیا جائے گا اور بم سے اڑا دیا جائے گا۔ کچھ ایسے ناگزیر حالات پیدا ہوئے کہ مدرسہ بند کرنا پڑا اور اس کے

(۱) ماہنامہ محدث، بنارس، اگست ۱۹۹۲ء، ص:۱۸۔ (۲) الاعتصام لاہور، ۴ر نومبر ۱۹۹۴ء، ص:۲۱۔

چلانے والے کراچی منتقل ہو گئے۔ یہ ایسا دل دوز حادثہ تھا جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے......''۔

آگے لکھتے ہیں:

''مگر جن حالات میں مدرسہ کو بند کرنا پڑا اس کے تذکرہ سے کلیجہ منھ کو آتا ہے، مدرسہ کی عمارتیں آج بھی اپنے ماضی کی شان وشوکت پر آنسو بہا رہی ہیں اور عہد رفتہ کی داستانیں سنانے کے لیے کھڑی ہیں، جہاں صبح وشام قال اللہ، قال الرسول کی ایمان افروز صدائیں بلند ہوا کرتی تھیں......................اب یہاں کچھ سرکاری قسم کے آفس اور اسکول چل رہے ہیں، یقیناً اس ادارہ کے در و دیوار ان نفوس قدسیہ کو یاد کر رہے ہوں گے جنھوں نے اپنے خون پسینہ سے اس خاک کو زندگی اور رعنائی عطا کی تھی اور جن کے دم قدم سے اس کے حسن کی عظمت میں چار چاند لگے تھے، انقلاب زمانہ کے ہاتھوں اب سب کچھ مٹ چکا ہے چند یادگاریں اور یادیں باقی ہیں''۔(۱)

والد محترم مولانا محمد صاحب اعظمی لکھتے ہیں:

''صد افسوس جماعت اہل حدیث کا یہ عظیم ادارہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے فساد کی نذر ہو گیا اور اس وقت سے جامعہ ملیہ کی تحویل میں شفیق میموریل ہائی اسکول میں تبدیل ہو گیا''۔(۲)

مولانا عبدالحمید صاحب رحمانی فرماتے ہیں:

''اسی کشمکش میں ملک تقسیم ہو گیا، دارالحدیث رحمانیہ کے بانی پاکستان چلے گئے، اس کا عظیم الشان کتب خانہ جامعہ ملیہ کو سونپ دیا گیا، کشمیری گیٹ پر چند دوکانیں رہ گئیں جو دارالحدیث رحمانیہ پر وقف تھیں، بعد میں یہی دوکانیں دارالحدیث رحمانیہ کی عمارت کو کسٹوڈین سے بچانے کا سبب بنیں، دارالحدیث کا کوئی وقف نامہ نہیں تھا، اس کی حیثیت بانیان کی وراثت کی تھی، اس لیے اسے کسٹوڈین نے قبضہ میں لے لیا تھا، لیکن انہیں دوکانوں کا وقف نامہ اسے کسٹوڈین سے نجات دلانے میں معاون ثابت ہوا، کیونکہ موقوف

(۱) ماہنامہ محدث بنارس، اکتوبر ۱۹۸۴ء، ص:۲۲-۲۳۔ (۲) ایضاً: جنوری ۲۰۰۸ء، ص:۱۷۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ قانونی طور پر وقف کے حکم میں ہوتا ہے، مقدمہ جیتنے اور کسٹوڈین سے آزاد کرانے کے بعد بھی دہلی کی جماعت اہل حدیث کی غفلت سے اس میں شفیق میموریل اسکول بن گیا اور جماعت اپنی یونیورسٹی کی عمارت سے محروم ہوگئی''۔(۱)

اور یادگار مجلّہ اہل حدیث میں ہے:

''......مدرسہ کی عالیشان عمارت اور مسجد آج بھی باڑا ہندوراو میں پہلے ہی کی طرح پوری آن بان شان کے ساتھ موجود ہے جس میں دہلی اسٹیٹ کے اس زمانہ کے وزیر تعلیم جناب شفیق الرحمٰن قدوائی کے نام پر شفیق میموریل انٹر کالج چل رہا ہے۔ اب یہ عمارت گورنمنٹ آف دہلی کی کسٹڈی میں ہے۔﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ ''(۲)

یہاں اس امر کا تذکرہ فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ شیخ عبدالوہاب نے کراچی ہجرت کرنے کے بعد وہاں بھی دارالحدیث رحمانیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا، آپ نے سفید مسجد کے نام سے ایک مسجد بھی تعمیر کی، مولانا عبدالغفار حسن جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) جانے سے پہلے اسی ادارہ میں تدریس سے منسلک تھے اور شیخ الحدیث کے مرتبہ پر فائز تھے۔(۳)

---

(۱) ماہنامہ التبیان، دہلی، جنوری ۲۰۱۲ء، ص:۱۱، مضمون: مولانا عبدالحمید رحمانی، بعنوان: مولانا مجاز اعظمی رحمانی رحمہ اللہ، قسط اول۔

(۲) یادگار مجلّہ اہل حدیث، ص:۳۰۱-۳۰۲۔

(۳) ملاحظہ ہو: مولانا عبدالغفار حسن.....ص:۴۲۴، ۴۳۲۔

دارالحدیث رحمانیہ کی عمارت کا مشاہدہ

دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے احوال وکوائف اور اس کی قدرے مفصل تاریخ اپنے اختتام کو پہنچی۔ اس ضمن میں یہ بات گزری تھی کہ مدرسہ کے بند ہو جانے اور اس کی عمارت سرکاری تحویل میں چلے جانے کے بعد اس میں ایک سرکاری اسکول بنام شفیق میموریل اسکول قائم ہوا جو آج بھی جاری وساری ہے، راقم کو کتابوں اور مجلّات ورسائل وغیرہ سے مدرسہ سے متعلق معلومات اکٹھا کرتے ہوئے بار بار اس تاریخ ساز مدرسہ کی عمارت جو خوش قسمتی سے ابھی تک موجود ہے اور اپنی قدیم روشن تاریخ کی خاموش حکایت بیان کر رہی ہے، اس عمارت اور اس کے در و دیوار کے مشاہدے سے قلب ونظر کو تسلی پہنچانے کی شدید خواہش جنم لیتی رہی، اس دوران دہلی میں مقیم علم دوست احباب ومتعارفین نے بھی اس سلسلے میں تعاون کا وعدہ کیا اور رہنمائی کی پیشکش کی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر دے۔

دہلی کے ایک سفر میں محترم مولوی عبدالحق سلفی غازی پوری صاحب جو مسجد اہل حدیث پل بنگش دہلی میں قیام پذیر ہیں، ان سے ملاقات اور ان کی عیادت کی غرض سے ان کے یہاں جانا ہوا، موصوف بھی ان کرم فرماؤں میں شامل تھے جنھوں نے دارالحدیث رحمانیہ کی عمارت کی زیارت کرانے کی پیشکش کی تھی، بلکہ یہ بھی ذکر کیا تھا کہ مدرسہ ان کی جائے قیام سے بہت قریب ہے۔ وہ جمعرات کا دن تھا، میں بوقت نماز مغرب مسجد اہل حدیث پل بنگش پہنچا، نماز سے فراغت اور میزبان موصوف کی خیر وعافیت دریافت کرنے کے بعد میں نے ان سے اپنی دیرینہ خواہش کا اعادہ کیا وہ اس کے لیے ہمہ تن مستعد نظر آئے، اور خوشی اور دلچسپی کے ساتھ صبح میں چلنے کا پروگرام بنایا، اور علاقے کی دوسری مساجد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومدارس کے بارے میں بھی اپنی معلومات پیش کیں، مسجد پل بنگش کے بارے میں آپ نے بتایا کہ اسی مسجد میں مدرسہ سعیدیہ جاری تھا جو مولانا ابوسعید شرف الدین رحمہ اللہ کی طرف نسبت رکھتا تھا، مولانا اس مسجد میں درس وتدریس کا شغل فرماتے تھے، آپ کو علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا شمس الحق ڈیانوی اور شیخ حسین عرب یمنی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔(۱)

بہر حال جمعہ کی صبح تقریباً ۹ ربجے مولوی عبدالحق صاحب کی مصاحبت میں ہم کوچہ یار کے دیدار کے لیے نکلے، مسجد سے متصل مین روڈ پار کر کے مشرق کی طرف گلیوں کے راستے پہلے ہم لوگ مدرسہ زبیدیہ پہنچے، یہ مدرسہ ایک قدیم مگر وسیع اور صاف ستھری مسجد، اور اس سے ملحقہ کمروں پر مشتمل تھا، وہاں پر کچھ چھوٹے چھوٹے بچے بھی نہاتے دھوتے نظر آئے، معلوم ہوا کہ یہاں اب حفظ قرآن کی تعلیم ہوتی ہے، مدرسہ زبیدیہ کا نام شیخ الحدیث علامہ احمد اللہ قرشی پرتاپ گڈھی رحمہ اللہ کے تذکرے کے ساتھ بار بار پڑھتا اور سنتا چلا آیا تھا، علامہ موصوف میاں صاحب کے شاگرد تھے، اور شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی اور مولانا نذیر احمد املوی رحمانی وغیرہم کے استاد تھے، ایک عرصہ تک دارالحدیث رحمانیہ کی مسند شیخ الحدیث کو رونق بخشا، اس سے پہلے آپ مدرسہ علی جان میں درس دیتے تھے، اور ۱۹۳۸ء میں رحمانیہ سے مستعفی ہوکر زبیدیہ سے منسلک ہو گئے۔

یہاں سے نکلنے کے بعد ہم لوگ محلہ کشن گنج کی اہل حدیث مسجد میں پہنچے، یہ حاتم جماعت حافظ حمید اللہ دہلوی کا محلّہ ہے، موصوف اسی محلّہ میں مقیم تھے، اب ان کے صاحب زادے حافظ محمد یحیٰ صاحب اور ان کی اولاد واحفاد اس محلّہ میں جماعت اور اہل جماعت کی نمائندگی کررہے ہیں، یہ مسجد بھی کشادہ اور صاف ستھری نظر آئی، اس مسجد میں غالباً شام کے وقت ناظرہ قرآن وغیرہ پڑھانے کا نظم ہے۔

اس کے بعد ہم لوگ باڑہ ہندوراؤ کی طرف بڑھ رہے تھے جو کسی قدر فاصلے پر تھا

(۱) ملاحظہ ہو: تراجم علمائے حدیث ہند از نوشہروی، ص: ۱۸۱-۱۸۴

جسے ہمارے میزبان نے کوچہ شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے پتلی پتلی گلیوں کے ذریعہ بہت جلد طے کرلیا۔ واضح رہے کہ باڑہ ہندوراؤ ہی وہ محلّہ ہے جہاں دارالحدیث رحمانیہ قائم تھا، محلّہ کے اس ہندوانہ نام کے باوجود مجھے اس نام سے بڑی انسیت تھی، دارالحدیث رحمانیہ سے ادنی نسبت رکھنے والی ہر چیز چاہے اس کا تعلق نباتات وجمادات ہی سے کیوں نہ ہو میرے لیے کشش رکھتی ہے اور اس کے بارے میں سننا پڑھنا اور جاننا مجھے قلبی سکون پہنچاتا ہے، طویل عرصے تک مدرسہ اور اس کی تاریخ سے مربوط رہنے کی وجہ سے اس کی طرف منسوب ہر شئی میرے لیے کشش رکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب محلّہ کے سائن بورڈوں پر باڑہ ہندوراؤ لکھا ہوا نظر آنے لگا تو میرے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی اور وصال محبوب کے تصور سے میری شادمانی میں اضافہ ہونے لگا، کوچۂ محبوب تک پہنچنے سے قبل ہمیں ایک اور اہل حدیث مسجد کا دیدار کرایا گیا جو چھوٹی مسجد کے نام سے متعارف تھی اور اسی باڑہ ہندوراؤ میں قائم تھی، کچھ اور آگے بڑھنے پر لال رنگ کی ایک بے حد قدیم اور بوسیدہ عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عبدالحق صاحب نے بتایا کہ یہیں اخبار اہل حدیث کا آفس تھا، میری اپنی دانست کے مطابق اس جگہ مولانا محمد صاحب جوناگڈھی کے ''اخبار محمدی'' کا آفس تھا، اس سے چند قدم کے فاصلہ پر مدرسہ کی عمارت تھی، چنانچہ مولانا عبدالغفار حسن رحمانی دار الحدیث رحمانیہ کے زائرین اور معائنہ کاروں کے تذکرے میں مولانا محمد صاحب جوناگڈھی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولانا موصوف کی رہائش پہلے اجمیری دروازے میں تھی، لیکن میرے فارغ ہونے کے چند سال قبل انہوں نے اپنا ایک عالی شان سہ منزلہ مکان دارالحدیث رحمانیہ کے قریب بنوایا تھا، ان کے اس قرب کی وجہ سے شیخ عبدالرحمٰن صاحب (۱) (بانی مدرسہ) اور

(۱) یہاں شیخ عبدالرحمٰن کے بجائے شیخ عطاء الرحمٰن کا نام ذکر کرنا درست ہوگا، کیونکہ شیخ عبدالرحمٰن تاسیس مدرسہ کے پہلے ہی سال (۱۹۲۲ء میں) انتقال کر گئے تھے، ان کے بعد ان کے بھائی شیخ عطاء الرحمٰن نے مدرسہ کو تاحین حیات (۱۹۳۸ء تک) اپنے خون جگر سے سینچا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا موصوف کے درمیان روابط میں اور اضافہ ہوگیا تھا، عام طور پر فجر کی نماز رحمانیہ کی مسجد میں ادا کرتے تھے‘‘۔(۱)

بہر حال اس عمارت کو چھوڑ کر آگے بڑھتے ہی راستے کے داہنی طرف آٹھ دس فٹ اونچی ایک طویل چہار دیواری نظر آئی جس کے بیچ و بیچ ایک بڑا سا گیٹ لگا ہوا تھا، گائڈ کی نشاندہی سے قبل ہی دل اشارہ کر رہا تھا کہ ہم منزل مقصود کو پہنچ چکے ہیں، اتر دکھن راستے کے مغرب جانب یہ چہار دیواری تھی، گیٹ اندر سے بند تھا اور بچوں کے کھیل کود کی آواز سنائی دے رہی تھی، تھوڑی دیر بعد گیٹ کھلا، ہم لوگ اندر داخل ہوئے، مدرسہ (جواب اسکول تھا) کی عمارت اور باہری چہار دیواری کے بیچ میں ایک کھلی جگہ تھی جس میں اسکول کے بچے کھیل رہے تھے، چہار دیواری اور مدرسہ کی پوری عمارت پر ہلکے سبز رنگ کی چونا کاری کی گئی تھی، جو زیادہ پرانی نہ تھی، عمارت کے مدخل پر ایک بڑا سا ٹین کا بورڈ لگا ہوا تھا جس پر اوپر انگریزی، پھر اردو، پھر ہندی، پھر پنجابی زبان میں ’’شفیق میموریل سینیر سکنڈری اسکول‘‘ درج تھا۔

واضح رہے کہ اسکول کے اس نام کی مناسبت یہ ہے کہ ملک کی آزادی اور تقسیم کے وقت مدرسہ کی عمارت سرکاری تحویل میں چلے جانے کے بعد جب یہاں اسکول قائم ہوا، اس وقت دہلی اسٹیٹ کے وزیر تعلیم ’’شفیق الرحمٰن قدوائی‘‘ تھے، انہیں کی طرف منسوب کر کے اسے شفیق میموریل کا نام دیا گیا۔ جو راہ داری اسکول کے اندر تک پہنچاتی تھی اس کے دونوں جانب کشادہ کمرے تھے جو آفس کے لیے استعمال ہو رہے تھے، اندرونی حصے کے شروع ہی میں برآمدے میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک صاحب کی طرف اشارہ کر کے ہمیں بتایا گیا کہ یہی اسکول کے ذمہ دار ہیں، ہم نے سلام ودعا کے بعد آمد کا مقصد بتایا اور عمارت کا مشاہدہ کرنے اور اس کا کچھ عکس اتارنے کی اجازت لی، اس وقت صبح کے تقریباً دس بج رہے تھے اور اسکول میں درس وتدریس کا عمل جاری تھا، پھر بھی بہت سارے بچے ادھر ادھر گھومتے اور شور وہنگامہ کرتے نظر آئے، اکثر درس گاہوں میں

(۱) مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ...ص:۹۹۔

اساتذہ یا معلمات بھی موجود تھے، مگر اندر کا حال بھی کسی کلاس میں پرسکون نظر نہیں آیا، اسکول ۱۲ رویں کلاس تک تھا، تعلیم مخلوط تھی، لڑکے لڑکیاں ایک ہی درس گاہ میں پڑھتے تھے، اساتذہ میں معلمین کم اور معلمات زیادہ تھیں، یہ دیکھ کر بے حد تکلیف ہوئی کہ اسکول میں ڈسپلن نام کی کوئی چیز نہ تھی، ہر طرف شور وہنگامہ، افراتفری اور جب جب کسی کے آنے جانے پر گیٹ کھولا جاتا متعدد لڑکے اپنا بستہ لے کر نکل بھاگتے، معلمین ومعلمات بھی ان کے سامنے بے بس نظر آرہے تھے، بعد میں اسکول کے پرنسپل صاحب نے معذرت خواہانہ انداز میں بتایا کہ اسکول کے قرب وجوار ہی کے یہ سب مسلم بچے ہیں جو غلط ماحول کے پروردہ ہیں، جھوٹ بولنا، گالی گلوچ اور بدتمیزی ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، ان کی اصلاح وتہذیب کے تعلق سے ہم لوگ بے بس اور ایک طرح سے مایوس ہیں، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ہمارے اسلامی مدارس چاہے جتنی بھی گئی گزری پوزیشن میں ہوں مگر ایسا منظر شاید کسی مدرسہ میں دیکھنے کو نہ ملے۔

بہر حال ہم لوگوں نے اسکول کے چاروں طرف گھوم پھر کر عمارت اور متعلقات کا جائزہ لیا، چاروں سمت میں سے پورب پچھم اور اتر میں مدرسہ کی قدیم ایک منزلہ عمارت جو کمروں، برآمدوں اور راہ داریوں پر مشتمل تھی تقریباً اپنی اصلی حالت میں باقی تھی، دکھن جانب دو منزلہ قدرے جدید عمارت نظر آئی، مدرسہ کی عمارت کے تعلق سے یہ بات گزر چکی ہے کہ اس میں ایک وسیع ہال جسے دارالتذکیر کے نام سے جانا جاتا تھا مدرسہ کے جنوب میں تعمیر تھا، یہ ہال ہمیں نظر نہیں آیا، پرنسپل صاحب سے استفسار کرنے پر انہوں نے بتایا کہ جس جگہ یہ دو منزلہ جدید تعمیر ہے، اس جگہ پہلے ایک ہال تھا جسے توڑ کر اسکول کی ضرورت کے تحت یہ عمارت بنائی گئی ہے۔

بیچ میں جو صحن تھا وہ کافی کشادہ تھا اور اس میں جگہ جگہ درخت اور پھول پھلواریاں لگی تھیں، مغربی سمت کے کمروں کے بیچ سے ایک راستہ باہر کی طرف جاتا ہوا نظر آیا، ہم لوگ اس طرف نکلے تو دیکھا کہ عمارت کے عقب میں زمین سے قدرے اونچائی پر ایک وسیع سبزہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زار ہے، وہاں بھی بچے کھیل کود میں مصروف نظر آئے۔

اسکول کے پرنسپل صاحب سے یہ پوچھنے پر کہ اسکول میں یا اس کے آس پاس کوئی مسجد بھی تھی یا ہے تو انہوں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے بتایا کہ اسکول کے مغرب جانب یہ مسجد ہے، یہ مسجد اب اسکول سے الگ ہے، مگر وہاں تک جانے کے لیے انہوں نے عمارت کے مغربی سمت میں لگے ہوئے ایک بند دروازے کو کھلوا دیا، ادھر سے نکلنے کے بعد ایک کشادہ گلی میں آٹھ دس قدم کے فاصلے پر مسجد نظر آئی جو تین چار منزلہ جدید تعمیر پر مشتمل تھی، مسجد کے مشرقی حصے میں کچھ بے حد قدیم اور بوسیدہ کمرے یا دکانیں نظر آئیں، مسجد کے مؤذن جو ابھی قدرے نوعمر تھے ان سے جب ہم لوگوں نے مسجد کے بارے میں کچھ جاننا چاہا تو انہوں نے بتایا کہ بہت پرانی مسجد تھی جسے عطاء الرحمٰن کی مسجد کے نام سے جانا جاتا ہے، آٹھ دس سال پہلے اس کی تعمیر نو ہوئی، مگر مشرقی حصے کی دکانوں پر کچھ کرایہ دار قابض ہیں جس کی وجہ سے یہ حصہ ابھی اپنی قدیم حالت میں باقی ہے۔

مدرسہ کی لائبریری کے بارے میں اس وقت ہم استفسار کرنا بھول گئے، سفر سے واپسی کے بعد والد محترم سے ہم نے اس سلسلے میں پوچھا تو آپ نے بتایا کہ لائبریری مغربی سمت میں مدرسہ کی چھت پر بنائی گئی تھی، لیکن ہمیں عمارت کی چھت پر کوئی کمرہ یا تعمیر نظر نہیں آئی، لگتا ہے کہ کہنگی اور بوسیدگی کی وجہ سے اسے بعد میں ہٹا دیا گیا۔

ہم لوگ اپنی مہم مکمل کر چکے تو پرنسپل صاحب نے اپنے آفس میں بیٹھا کر ہم لوگوں کی تواضع کی، انہوں نے بڑے والہانہ انداز میں بتایا کہ میں اس عمارت کی تاریخ جاننا چاہتا ہوں، مگر آج تک کہیں سے مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا، میں نے انہیں خوشخبری سنائی کہ مدرسہ کی تاریخ مرتب کی جا چکی ہے، اور ایک مجلّہ میں شائع بھی ہو چکی ہے، ان شاء اللہ بہت جلد کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہوگی، انہوں نے بالمشافہہ بھی کچھ جاننا چاہا تو میں نے انہیں سن تاسیس، مؤسسین، مدرسہ کے ناظم تعلیمات، بعض اساتذہ وغیرہ کے بارے میں بتایا، مدرسہ کے خاتمہ کی بھی مختصر روداد سنائی اور مولانا نذیر احمد صاحب املوی رحمہ اللہ کے

ساتھ اس وقت جو حالات پیش آئے تھے ان کا بھی تذکرہ کیا، موصوف نے ان باتوں کو ایک کاغذ میں نوٹ کر لیا، اور بار بار اصرار کرتے رہے کہ مدرسہ کی تاریخ منظر عام پر آتے ہی ہمیں اس کی ایک کاپی ضرور بھیجیں۔

موصوف نے یہ بھی بتایا کہ اس زمین کا کوئی کاغذ اسکول کے پاس نہیں ہے، جس کی وجہ سے ہمیں کافی دقتیں پیش آ رہی ہیں، ان کا کہنا تھا کہ یہ قدیم عمارت بہت مخدوش ہو چکی ہے اور کسی طرح اصلاح ومرمت کر کے کام چلایا جا رہا ہے، بہت جلد اسے منہدم کر کے نئی عمارت بنانے کے لیے پلاننگ کی جا رہی ہے۔

مدرسہ کے مشاہدہ کی اس طویل ولذیذ حکایت کے اختتام سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد صاحب جونا گڈھی کے قلم سے مدرسہ کی عمارت کا جو نقشہ آج سے پون صدی قبل یعنی ۱۹۳۸ء میں کھینچا گیا تھا اسے ایک بار پھر ہدیۂ قارئین کر دیا جائے تا کہ اندازہ لگایا جا سکے کہ اس طویل عرصے کے بعد بھی مدرسہ کی عمارت اور اس کے اطراف وجوانب بڑی حد تک اپنی اصل حالت پر باقی ہیں۔ ع

یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

مولانا محمد صاحب جونا گڈھی (م ۱۹۴۱ء) مدرسہ کی عمارت کا تعارف کراتے ہوئے اپنے پندرہ روزہ رسالہ ''اخبار محمدی'' میں لکھتے ہیں:

''مدرسہ کا رقبہ آٹھ نو سو گز ہے، ایک وسیع اور شاندار بلڈنگ ہے، جس میں طلبہ کی رہائش کے لیے (۳۵) کشادہ اور ہوادار کمرے ہیں، درس وتدریس کے لیے ان سے وسیع تر آٹھ کمرے اور ہیں جن میں برقی روشنی اور بجلی کے پنکھوں کا انتظام ہے، مدرسہ کے جنوبی حصہ میں بڑا ہال (دار التذکیر) ہے، جس میں سالانہ امتحان اور دیگر خاص جلسے منعقد کیے جاتے ہیں، ایک باورچی خانہ بھی علیحدہ ہے، عمارت کے بالائی حصہ میں ایک شاندار کتب خانہ کی عمارت ہے جس میں عربی اردو کی ہزاروں کتابیں موجود ہیں، مدرسہ کے مغربی جانب ایک کشادہ شاندار مسجد ہے، مدرسہ اور مسجد کے درمیان طلبہ کی ورزش کے لیے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبزہ زار بنا ہوا ہے، جس کے چاروں طرف پختہ دیوار ہے، مدرسہ کا صحن مختلف قسم کے مفید پھول وپھل کے درختوں اور پودوں سے آراستہ وپیراستہ رہتا ہے جو ایک دل فریب باغیچہ سے کم نہیں ہے، مدرسہ کا فوٹو بھی ''محدث'' کے سالنامہ میں چھپ چکا ہے، اس کی تعمیر پر ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہوگا، ایک ہزار روپیہ کے لگ بھگ ماہانہ خرچ ہے''۔(۱)

☆☆☆

ورق تمام ہوا مدح ابھی باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

(۱) اخبار محمدی، ۱۵/جولائی ۱۹۳۸ء ص ۱۰۔

فہرست مآخذ

(۱) اردو عربی کتب

۱- اہل حدیث اور سیاست — مولانا نذیر احمد رحمانی املوی
ط:۲، ۱۹۸۶ء۔ ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

۲- بزم ارجمنداں — اسحاق بھٹی
ط: ۱۹۹۹ء۔ مکتبہ قدوسیہ، لاہور

۳- تراجم علمائے اہل حدیث — خالد حنیف صدیقی
ط:۱، ۲۰۰۸ء، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۴- تراجم علمائے اہل حدیث میوات — حکیم محمد اسرائیل سلفی
ط:۱۹۹۳ء۔ ناشر جمعیت اہل حدیث، ہریانہ

۵- تراجم علمائے حدیث ہند — مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی
ط:۱، ۱۳۵۷ھ، جید برقی پریس، دہلی

۶- جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات — مولانا عزیز الرحمٰن سلفی
ط:۲، ۱۹۸۴ء۔ ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

۷- جهود مخلصة في خدمة السنة المطهرة (عربی) — ڈاکٹر عبدالرحمٰن پریوائی
ط:۲، ۱۹۸۶ء۔ ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

۸- سرگزشت مجاہدین — مولانا غلام رسول مہر — ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، پاکستان

۹- فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری — فواز عبدالعزیز
ط:۱، ۲۰۱۰ء۔ ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند

۱۰- مقدمۃ تحفۃ الاحوذی (عربی) — مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری
دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

۱۱- مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی: حیات وخدمات — محمد فضل الرحمٰن سلفی
ط:۱۹۸۹ء۔ نسیم کتاب محل، مظفر پور، بہار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲- مولانا عبدالغفار حسن رحمانی: حیات اور خدمات — صہیب حسن و سہیل حسن
ط:۱، ۲۰۱۰ء۔مکتبہ اسلامیہ، لاہور

۱۳-نصاب تعلیم وقواعد مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی
ط: ۱۹۳۶ء، جید برقی پریس، دہلی

۱۴-نقوش شیخ رحمانی — مولانا محمد اعظمی
ط:۱، ۱۹۹۴ء، سرفراز آفسیٹ پریس، مئو

۱۵-ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات — مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہروی
ناشر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

(ب) رسائل وجرائد

۱-مجلّہ آثار جدید، مئو
۲-پندرہ روزہ اخبار محمدی، دہلی
۳-ہفت روزہ الاعتصام، لاہور
۴-ہفت روزہ اہل حدیث، امرتسر
۵-پندرہ روزہ مجلّہ اہل حدیث، ہریانہ
۶-ماہنامہ التبیان، دہلی
۷-جریدہ ترجمان، دہلی
۸-ماہنامہ السراج، جھنڈانگر، نیپال
۹-ماہنامہ صراط مستقیم، برمنگھم، برطانیہ
۱۰-مجلّہ طوبیٰ، بہار
۱۱-ماہنامہ محدث، بنارس
۱۲-رسالہ محدث، دہلی
۱۳-یادگار مجلّہ اہل حدیث، بموقع پاکوڑ کانفرنس

نوٹ: اس فہرست میں صرف ان ہی ماخذ کا اندراج کیا گیا ہے جن سے براہ راست تحریروں کے اقتباس لیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد ان کتب ورسائل کی بھی ہے جن سے معلومات کی توثیق وتحقیق میں مدد لی گئی ہے مگر وہ اس فہرست میں شامل نہیں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشرقی سمت میں مدرسے کا اندرونی دروازہ جس کے اوپر اسکول کا موجودہ بورڈ دیکھا جا سکتا ہے۔

مدرسہ کا اندرونی صحن اور شمال مغرب سمت کے برآمدے و کمرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ کے جنوبی حصے میں دارالتذکیر ہال کی جگہ تعمیر کی گئی اسکول کی جدید عمارت

مغربی سمت میں مدرسہ کا عقبی دروازہ جو مسجد کی طرف جانے کے لیے استعمال ہوتا تھا

مشرقی سمت کی درسگاہوں کی عقبی دیوار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد فان المولوی عبد الغفار بن المولوی [illegible] من سکان دھلی

قد قرأ فی [illegible] فی دار الحدیث الرحمانیۃ من سنۃ [illegible] وفی سنۃ [illegible]

وقد فرغ من تحصیل العلوم المقررۃ [illegible] الصرف والنحو والادب

العربیۃ [illegible] وعلم [illegible] والاصول

وعلی الشریفین الحدیث والتفسیر [illegible] فن المنطق والفلسفۃ وفن الکلام

ومن الریاضیات الھیئۃ والحساب [illegible]

بالعلم وکان علی طریقۃ السلف [illegible] الاخیار [illegible]

[illegible] الاستقامۃ علیہ [illegible] والحمد للہ رب العالمین

امضاء — امضاء

الناظر لدار الحدیث الرحمانیۃ — الناظر لدار الحدیث الرحمانیۃ

ارخ فی شہر شعبان سنۃ ۱۳۵۲ھ

مدرسہ کی طرف سے دی جانے والی عالمیت کی سند کا عکس

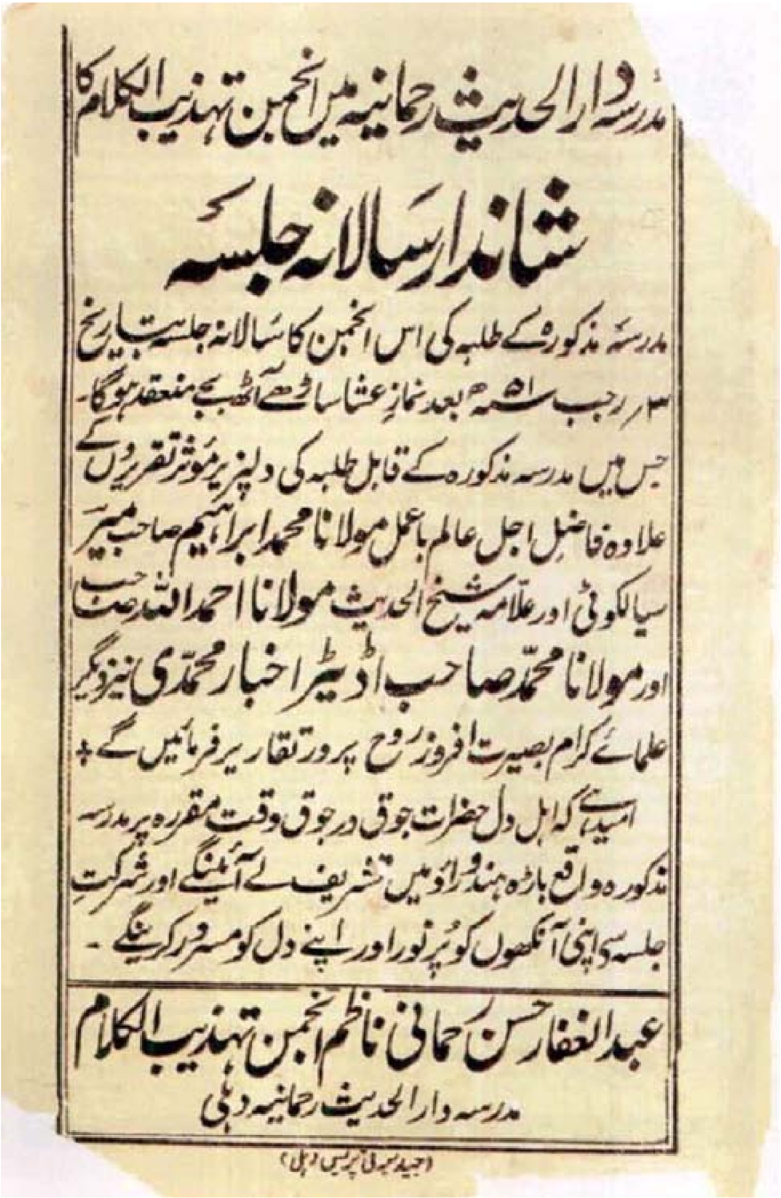
مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ میں انجمن تہذیب الکلام کا

شاندار سالانہ جلسہ

مدرسہ مذکورہ کے طلبہ کی اس انجمن کا سالانہ جلسہ بتاریخ ۳ رجب ۵۱ھ بعد نماز عشا ساڑھے آٹھ بجے منعقد ہوگا۔ جس میں مدرسہ مذکورہ کے قابل طلبہ کی دلپذیر مؤثر تقریروں کے علاوہ فاضل اجل عالم باعمل مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اور علامہ شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب اور مولانا محمد صاحب اڈیٹر اخبار محمدی نیز دیگر علمائے کرام بصیرت افروز روح پرور تقاریر فرمائیں گے۔ امید ہے کہ اہل دل حضرات جوق در جوق وقت مقررہ پر مدرسہ مذکورہ واقع باڑہ ہندو راؤ میں تشریف لے آئینگے اور شرکت جلسہ سے اپنی آنکھوں کو پُر نور اور اپنے دل کو مسرور کرینگے۔

عبد الغفار حسن رحمانی ناظم انجمن تہذیب الکلام

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی

(جید برقی پریس دہلی)

مدرسہ کی انجمن طلبہ کے ایک پروگرام کے اشتہار کا عکس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

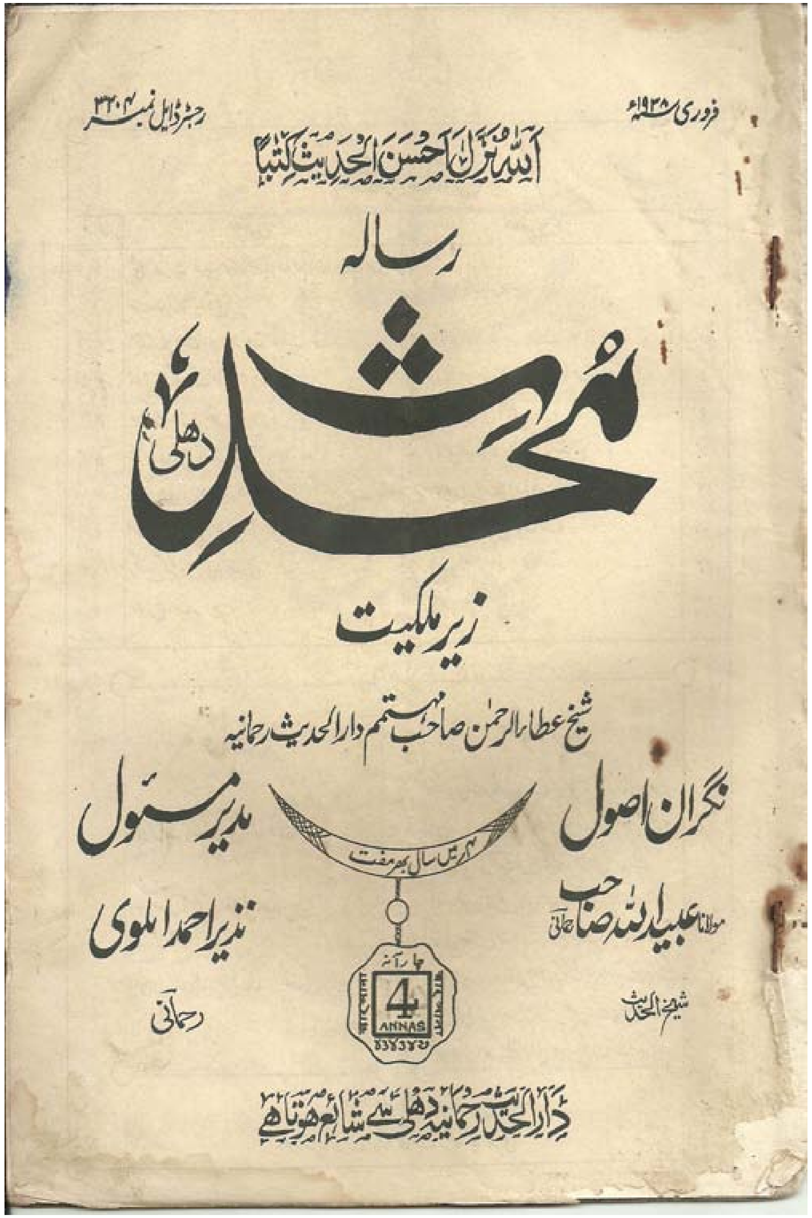

مدرسہ سے شائع ہونے والے رسالہ محدث کے فروری ۱۹۳۸ء کے شمارہ کا سرورق

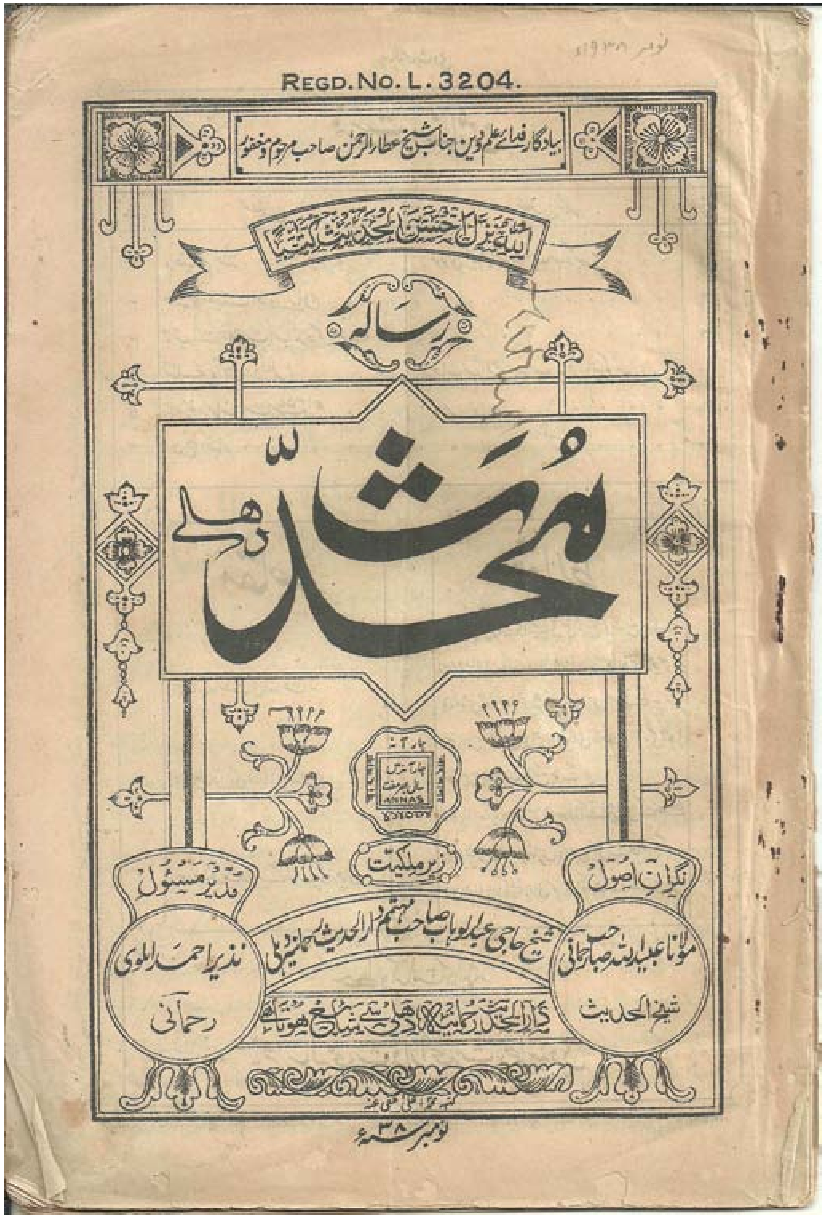

مدرسہ سے شائع ہونے والے رسالہ محدث کے نومبر ۱۹۳۸ء کے شمارہ کا سرورق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

منہج سلف صالحین کے فروغ کے لئے کوشاں

ہماری بعض اہم خوبصورت اور معیاری مطبوعات

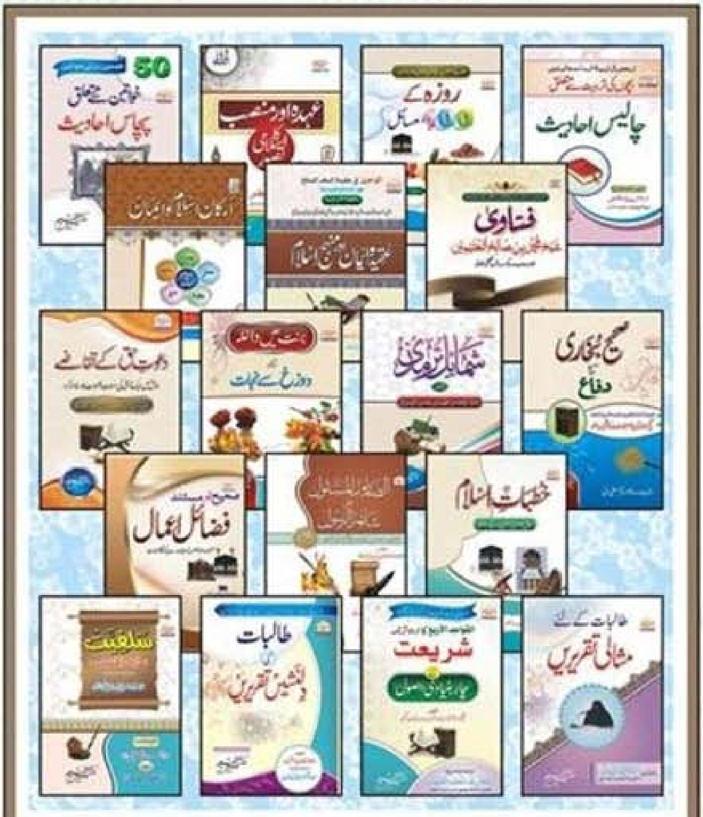

MAKTABA AL-FAHEEM
Raihan Market, 1st Floor, Dhobia Imli Road
Sadar Chowk, Maunath Bhanjan - (U.P.) 275101
Ph.: (O) 0547-2222013, Mob. 9236761926, 9889123129, 9336010224
Email :faheembooks@gmail.com
Facebook: Maktabaalfaheem

₹